انتخابِ سخن
جلد دہم
سلسلۂ غالب
مرتبہ
حسرت موہانی
اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

سلسلۂ مطبوعات ۱۱۵
انتخابِ سخن
جلد ---------------- دہم
مرتبہ
حسرت موہانی
اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ

انتخابِ سخن

جلد ------- دہم

حسرت موہانی

اکادمی ایڈیشن : ———— ۱۹۸۳ء

تعداد : ———— ۱۰۰۰

قیمت : ———— ۱۰/ روپے

کتابت : ———— حسن اختر، محمد الیاس

ستیش چندر سریواستو، سکریٹری اتر پردیش اردو اکادمی نے وصیتا آفسٹ پرنٹرز نئی دہلی سے چھپوا کر، دفتر اتر پردیش اردو اکادمی بلہرہ ہاؤس قیصر باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

انتخابِ سخن

سلسلۂ غالب

جلد دہم

فہرست

پیش لفظ

مولانا حسرت موہانی جامع حیثیات تھے، اُن کی شخصیت عبارت ہے۔ مذہب، سیاست شعر و ادب اور صحافت کے خوشگوار و متوازن امتزاج سے۔ یہ صحیح ہے کہ اگر ان میں سے وہ کسی ایک شعبے کے ہو کر رہ جاتے تو بھی ان کی عظمت مسلّم ہوتی، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ، یہ عظمت کسی انفرادیت کی حامل نہ ہوتی۔ حسرت کی انفرادیت اس یک رنگی اور وحدت کا نام ہے جو تنوّع اور کثرت کی ٹکسال میں ڈھلی ہے!

'انتخاب سخن' کے نام سے گیارہ جلدوں میں کوئی دو سَو اساتذہ کے انتخاب کلام کی اشاعت حسرت کا لازوال کارنامہ ہے۔ مجموعی طور پر یہ جلدیں تین ہزار سے زائد صفحات کو محیط ہیں۔ اساتذہ کے اصل دواوین تک جن نقادوں کی رسائی نہیں تھی، انھوں نے اپنی تنقید کی بنیاد، ان انتخابات پر رکھی اور اس طرح حسرت کے خونِ جگر کو بھی اپنے کھاتے میں شامل کرلیا۔ یہ جلدیں عرصے سے عنقا کی صف میں شامل ہیں۔ اترپردیش اردو اکادمی کے اشاعتی منصوبوں میں یہ امر بھی شامل ہے کہ حسرت موہانی سے جو مطبوعات یادگار ہیں، ان کا عکس شائع کیا جائے تاکہ استفادے کی راہیں وسیع ہوسکیں۔

حسرت نے انتخاب سخن کی ترتیب و تدوین کو متعدّد مرحلوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ وقتاً فوقتاً انتخاب سخن کا جو خاکہ وہ مرتب کرتے رہتے تھے، انتخاب و اشاعت کے وقت تک اس میں ترمیم جاری رہتی تھی، خاکے کو قطعی شکل دینے کے بعد انتخاب سخن کی جو گیارہ جلدیں انھوں نے شائع کی تھیں، بعض شاعروں کے سیاق و سباق میں وہ آخری اور قطعی خاکے سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ خاکے میں بعض نام ہیں مگر ان کا انتخاب ان جلدوں میں شامل نہیں ہے، اسی طرح ان میں سے ایسے شاعروں کا بھی انتخاب شامل ہے جن کا ذکر اِس خاکے میں نہیں ہے، ایسا کیوں ہُوا، اس کی توجیہہ و تاویل کا

محل یہ نہیں ہے۔ اکادمی کے پیشِ نظر صرف یہ تھا کہ انتخاب سخن کا عکس من و عن شائع کردیا جائے

انتخاب سخن کے صفحات میں تسلسل نہیں تھا، اکثر شاعروں کا انتخابِ کلام صفحہ نمبر ایک سے شروع کیا گیا۔ در اصل یہ انتخاب مختلف اوقات میں شائع ہوئے اور تقریباً ہر بار نئے سلسلۂ صفحات کا آغاز کردیا جاتا تھا۔ میں نے صرف اتنی ترمیم کی ہے کہ ہر جلد کے شمارِ صفحات کو تسلسل کے ساتھ لکھ دیا ہے تاکہ آسانی سے فہرست مرتب کی جاسکے اور استفادہ کرنے والوں کو الجھنوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

میں ڈاکٹر احمر لاری کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے انتخاب سخن پر وقیع اور معلوماتی مقدمہ لکھا۔ مشہور محقق اور دانش ور جناب رشید حسن خاں کا شکریہ ادا کرنا میرے واجبات میں داخل ہے انتخاب سخن جیسے نادر مواد تک رسائی موصوف کے توسل سے ہوئی، اس سلسلے میں انھوں نے بعض وقیع مشورے بھی دیئے۔

اکادمی کے سکریٹری جناب عزیز الجبّار خاں کی فرض شناسی اور تندہی کا اس سے بڑا ثبوت کیا پیش کیا جائے کہ موصوف نے چند مہینوں میں اکادمی کی مطبوعات کی تعداد میں قابلِ رشک حد تک اضافہ کردیا۔

محمود الٰہی
چیئرمین
مجلسِ انتظامیہ

○ اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ۔ لکھنؤ
۳، فروری ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر احمر لاری

مُقدّمہ

مولانا حسرت موہانی کو شاعر کی حیثیت سے ایسی شہرت ملی کہ ان کے دیگر علمی و ادبی کارناموں پر گمنامی کی گرد جم گئی۔ حالانکہ وہ ایک اعلیٰ شاعر ہی نہیں، ایک ممتاز صحافی، ایک اہم نقاد اور ایک بلند پایہ تذکرہ نگار بھی تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے "انتخابِ سخن" کے نام سے گیارہ جلدوں میں کم و بیش دو سو شعراء کے دواوین کے انتخابات شائع کر کے اپنے عہد کے شعری اور ادبی ذوق کی تہذیب و تربیت بھی کی۔

حسرت نے پہلے چند اہم شعراء کے انتخابات مرتب کر کے اردوئے معلیٰ کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کیے۔ اس کے بعد وہ "انتخابِ سخن" کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے۔ حسرت "انتخابِ سخن" کا یہ مجموعہ اپنے تذکرے کے تکملے کے طور پر مرتب کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جس طرح ان کے تذکرے کے خاکے میں تبدیلی ہوتی رہی، اسی طرح "انتخابِ سخن" کا خاکہ بھی تغیر و تبدل کے مراحل سے گزرتا رہا۔ اردوئے معلیٰ شمارہ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں لکھتے ہیں: "علاوہ بریں تکمیل و دلچسپی و جامعیت کی غرض سے تذکرۂ مذکور سے علیحدہ پانچ جلدوں میں ایک دوسرا مجموعہ "انتخاب دواوین" تیار ہوا۔"[51] اردوئے معلیٰ، شمارہ جنوری/فروری ۱۹۲۵ء میں لکھتے ہیں: "انتخاب سخن" آٹھ جلدوں میں) ...۲۰۰ - اردو دواوین کا انتخاب ہے۔"[52] پھر اردوئے معلیٰ، شمارہ جولائی تا دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں: "انتخاب سخن یعنی تقریباً ۲۰۰ مطبوعہ و غیر مطبوعہ اردو دواوین کا انتخاب مفصلہ ذیل گیارہ جلدوں میں۔"[53] گویا پہلے وہ "انتخابِ دواوین" کے نام سے پانچ جلدوں میں یہ انتخاب مرتب کرنا چاہتے تھے اور اس کے کچھ حصے شائع بھی کیے۔ بعد میں اسے

"انتخاب سخن" کے نام سے آٹھ جلدوں میں اور پھر گیارہ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد بھی اس خاکے میں جزوی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ بہر حال راقم سطور کے پیش نظر جو مواد ہے اس کے مطابق حسرت نے بہ ترتیب ذیل گیارہ جلدوں میں "انتخاب سخن" شائع کیا:۔۔۔۔۔۔

جلد اوّل۔ جزو اوّل (سلسلۂ شاہ حاتم) شاہ حاتم (علیحدہ)، رنگین، نثار، بیدار، تاباں، ماہر، بقا، بیتاب، عشرت، طالب، معروف، امیر، افسر، شاہ نصیر۔

〃 جزو دوم 〃 سودا، قائم، نوا بدایونی، تنویر دہلوی، ظفر دہلوی، شاداں۔

جلد دوم جزو اوّل (سلسلۂ ذوق)۔ ذوق، داغ، رسا، جگر۔

〃 جزو دوم 〃 رونق ٹونکی، حسن بریلوی، نوح ناروی، نسیم بھرت پوری، بیخود دہلوی، بیخود بدایونی، ظہیر دہلوی انور دہلوی، مذاق بدایونی، مائل دہلوی، سیماب، کیفی، عزیز حیدر آبادی۔

جلد سوم جزو اوّل (سلسلۂ مومن)۔ مومن، نسیم، تسلیم، حسرت موہانی (علیحدہ)

〃 جزو دوم 〃 شیفتہ، اشرف کمینڈوی، قلق میرٹھی، خیراتی لال شگفتہ، مہر لکھنوی، اصغر گونڈوی، عرش گیاوی، ہادی مچھلی شہری، شفیق جون پوری۔

جلد چہارم جزو اوّل (سلسلۂ مظہر)۔ مظہر (جانِ جاں)، حسرت (حیات محمد)، یقین، بیاں، شاعر، حزیں۔

〃 جزو دوم (سلسلۂ میر، درد و سوز) میر، راسخ عظیم آبادی، میر حسن، درد میر اثر، میر سوز، افسوس، امانت، لطافت، فصاحت۔

جلد پنجم ۔ (سلسلۂ جرأت) ۔ حسرت (استاد جرأت)، جرأت، غضنفر، رضا، رقت، رضوی، محنت، نصرت، مصروف، محبت، جلال، مائل، شائق، نساخ، رضا علی وحشت۔

جلد ششم جزو اوّل (سلسلۂ مصحفی)۔ مصحفی، مسرور، منتظر۔

" جزو دوم " ہوس، مخمور، عیشی، غافل، شہیدی، تنہا، نوبت رائے منتظر۔

جلد ہفتم جزو اوّل (سلسلۂ آتش)۔ آتش، ماہ، صبا، حنا، قمر موہانی، فروغ لکھنوی۔

" جزو دوم " رند، خلیل، شرف، حیرت، اکبر داناپوری، اکبر الہ آبادی، کیف، ازل۔

جلد ہشتم جزو اوّل (سلسلۂ اسیر و امیر)۔ اسیر، امیر، جلیل

" جزو دوم " واسطی، ماہر، جرار، افسوں، شوق قدوائی، حفیظ جونپوری، گستاخ رامپوری، مضطر خیرآبادی، بے نظیر شاہ وارثی، مست بنارسی، صفدر رامپوری، حباب کان پوری، کلب علی خاں نواب، جگر بسوانی، شفق عمادی، بشن نرائن در ابر، دل شاہجہانپوری، احسن سمبھی، شرف مجددی، وفا رامپوری، مصباح مجددی

جلد نہم جزو اوّل (سلسلۂ ناسخ) ناسخ، برق، جلال، آرزو۔

" جزو دوم " رشک، قبول، سحر، وزیر، میر کلو عرش، نادر، مہر، آباد، نور، تعشق، فلق، آسی سکندر پوری، حاتم علی مہر، گویا، قدر بلگرامی، حبیب کنتوری، شاد پیر و میر، فضل الہ آبادی، فدا علی عیش، شمشاد، منیر شکوہ آبادی، صغیر، احسان شاہجہانپوری، یاس لکھنوی، دلگیر فرخ آبادی۔

جلد دہم جزو اوّل (سلسلۂ غالب)۔ غالب، مجروح، حالی، سالک، ذکی، اسمٰعیل، شعلہ،

جلد دہم جزو اوّل (سلسلۂ غالب) رشکی۔

〃 جزو دوم 〃 ناظم، عاشق، نازش۔

جلد یازدہم جزو اوّل (متفرق)۔ ولی، آبرو، ممنون، انشا، فراسو فرنگی، صادق خاں اختر، قادر بخش صابر، ذکی مراد آبادی، واجد علی شاہ اختر، طاہر فرخ آبادی، شتاق لکھنوی، شاد عظیم آبادی، کامل لکھنوی، قمر بدایونی، نظم طباطبائی، ظفر علی خاں، مجاز، بہزاد لکھنوی، توفیق حیدر آبادی۔

〃 جزو دوم 〃 فغاں، راسخ دہلوی، رونق دہلوی، ضمیم بلند شہری، ندرت میرٹھی، فانی، عزیز، محشر۔

جلد یازدہم، جزو دوم کے دیباچے میں حسرت لکھتے ہیں: ——————

" جلد یازدہم کا تیسرا حصہ بھی تیار ہے۔ عنقریب وہ بھی چھاپا جائے گا۔ تیسرے حصے میں مندرجہ ذیل دواوین کا انتخاب درج ہوگا:

پنڈت بشن نرائن در ابر لکھنوی، آزاد عظیم آبادی، اشہری، اسیر بدایونی، بسمل موہانی، بیان میرٹھی، بیخود موہانی، تجمل، ثاقب لکھنوی، جاوید لکھنوی، جرکین، جعفر زٹلی، جوہر رامپوری، چکبست لکھنوی، جوش ملیح آبادی، حافظ پیلی بھیتی، خورشید لکھنوی، رضوان مراد آبادی، رضی نارنولوی، جگت موہن لال رواں، ریاض بدایونی، سخی امروہوی، سلیم پانی پتی، شہباز عظیم آبادی، صاحبقراں فحش گو صفی امروہوی، صفی لکھنوی، ظریف لکھنوی، فطرت موہانی، فلک لاہوری، قیس علی گڑھی، کوکب لکھنوی، نظیر اکبر آبادی، نیاز بریلوی، اور یاس عظیم آبادی وغیرہ۔"

جس زمانے میں حسرت نے یہ انتخابات مرتب کرنا شروع کیے، اس وقت اردو شعر و ادب ایک انقلاب سے دوچار تھا، مغربی اور بالخصوص انگریزی ادب کے زیر اثر جہاں اردو شاعری نئے رجحانات سے آشنا ہو رہی تھی، وہاں اس کا ایک منفی پہلو یہ بھی تھا کہ اردو کے قدیم شعری سرمائے سے بیزاری بھی پیدا ہو رہی تھی۔ حسرت ایک اعلیٰ شاعر تھے، اس لیے

انھیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ ذوقِ شعری کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے اساتذہ اور اہم شعرا کے کلام کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ اس لیے انھوں نے بدلتے ہوئے حالات کے پیشِ نظر یہ ضروری سمجھا کہ قدیم شعری سرمائے کو جامع انتخابات مرتب کر کے عام کیا جائے اور اس کے ذریعہ شعرا اور قارئین کے ذوق کی تہذیب و تربیت کی جائے۔

حسرت نے یہ انتخابات قلمی و مطبوعہ دواوین، بیاضوں اور تذکروں کی مدد سے مرتب کیے ہیں۔ انھیں مرتب کرنے میں انھوں نے اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ ہر غزل کے انتخاب میں غزل کی ہیئت برقرار رہے، یعنی مطلع و مقطع اور کم سے کم تین شعر ضرور ہوں۔ اس کی وجہ سے جہاں یہ نقصان ہوا کہ کمزور اشعار بھی انتخاب میں جگہ پا گئے، وہاں یہ فائدہ بھی ہوا کہ اس طرح زیادہ شعری سرمایہ محفوظ ہو گیا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ انتخابات بیشتر غزل پر مشتمل ہیں، ان میں دوسرے اصناف کو بہت کم جگہ ملی ہے، ہاں جدید دَور کے نظم گو شعرا کے انتخاب میں نظمیں بھی شامل کر لی گئی ہیں۔

حسرت کے مقصد، مآخذ اور طریقِ انتخاب کو سمجھنے میں خود ان کا ایک بیان بڑی حد تک معاون ہو گا۔ وہ "انتخاب کلیات جعفر علی حسرت" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"اُردو زبان کی بد قسمتی سے اور نا قدر دانوں کی غفلت کی وجہ سے بہت سے زبردست استادوں کا کلام برباد ہو گیا، ایسا کہ اب تلاش کرنے پر بھی اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور بہت کا کلام ضائع ہونے کے قریب ہے یعنی یہ کہ اگر بہت جلد اس کی حفاظت اور اشاعت کا انتظام نہ کیا جائے گا تو کچھ دنوں میں دُنیا سے ناپید ہو جائے گا۔

راقم حروف ہمیشہ اس امر کو افسوس کی نظر سے دیکھا کرتا تھا اور چونکہ اشاعت کی استطاعت نہ رکھتا تھا، اس لیے اس امر پر قانع تھا کہ جہاں تک مل سکیں تمام قدیم دیوان جمع کر لیے جائیں۔ جب اس کوشش میں خدا کی عنایت سے کچھ کامیابی ہوئی تو ہمت کچھ بڑھی اور خیال پیدا ہوا کہ جس قدر دیوان دستیاب ہو گئے ہیں وہ چھپوا دیے جائیں۔

لیکن چونکہ زبان ان ضخیم دواوین کی ضخیم تھی اور بعض مضامین زمانۂ موجود کے مذاق کے خلاف تھے، اس لیے بہر حال مناسب یہی معلوم ہوا کہ ان کا انتخاب شائع کیا جائے۔ سلسلۂ اُردوئے معلی کا یہ پہلا دیوان بھی کلیاتِ حسرت سے انتخاب کیا گیا ہے، لیکن بڑی محنت اور کوشش سے۔ اس امر کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس انتخاب کی وجہ سے کسی طرح پر شاعر کا رنگِ سخن اور اس کے کلام کی خوبیاں اور بُرائیاں مخفی نہ ہونے پائیں چنانچہ مندرجہ ذیل باتوں کی پابندی کی گئی ہے:۔

ا۔ انتخاب اس طور پر کیا گیا ہے کہ دیوان کی صُورت قائم رہے۔ مثلاً منتخب غزلوں میں اصلی غزلوں سے اشعار کم ہیں۔ لیکن غزل کی حیثیت بجنسہٖ باقی ہے، یعنی ایسا نہیں کیا گیا ہے کہ مطلع و مقطع غائب کر دیا جائے یا صرف درمیان کے دو ایک شعر کم کر دیے جائیں۔

ب۔ اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے زیادہ تر وہی غزلیں چھانٹی گئی ہیں جن میں منتخب ہونے کی حالت میں بھی غزل کی صُورت باقی رہتی ہے، یعنی جس میں کم از کم پانچ شعر قابلِ انتخاب مل سکے ہیں۔

ج۔ حتی الامکان مطلع و مقطع ضرور قائم رکھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض غزلوں میں مطلع اور بعض میں مقطع سُست ہے۔ لیکن اس سے دو فائدے ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ غزل کی صُورت قائم رہی، دوسرے یہ کہ شاعر کے کمزور کلام کا نمونہ بھی انتخاب میں موجود رہا، ورنہ بہ حالتِ دیگر دوسروں کو شاعر کے اصلی رتبۂ شاعری کے دریافت میں دِقت ہوتی۔" ؎

ان انتخابات کے ماخذ کے متعلق کچھ شکوک ظاہر کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار لکھتے ہیں: "پروفیسر مسعود حسن رضوی راوی ہیں کہ حسرت مرحوم کے پاس انھوں نے کچھ قلمی نسخے بھی دیکھے تھے، جو مکمل دیوان نہیں محض انتخابات تھے اور حسرت نے

انھیں جوں کا توں شائع کر دیا۔"[۹] راقم سطور سے بھی پروفیسر موصوف نے ایک ملاقات کے دوران یہ بات کہی تھی۔ خود حسرت نے محمد امان نثار دہلوی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ: "شاہ کمال الدین حسن کمال مانک پوری نے ایک تذکرہ اور ایک نایاب مجموعہ انتخاب دواوین اساتذہ کا مرتب کیا تھا۔ حسنِ اتفاق سے راقم حروف کو وہ مجموعہ حضرت عرش ملیح آبادی کے ذریعہ سے دستیاب ہو گیا ہے، اس میں بعض ایسے ایسے شاعروں کا کلام موجود ہے جن کی نسبت خیال یہ تھا کہ ان کا دیوان دُنیا سے ناپید ہو گیا ہوگا۔ منجملہ ان کے ایک نثار کا بھی دیوان ہے جس کا انتخاب ۶۶ صفحوں میں آیا ہے۔"[۱۰]

اس کا امکان ہے کہ حسرت نے کچھ شعرا کے انتخابات اس مجموعۂ انتخاب یا کسی اور مجموعے سے بجنسہٖ نقل کر لیے ہیں لیکن ہر شاعر کے انتخاب کے متعلق یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ اس سلسلے میں حسرت کے دوسرے بیانات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ انتخابِ کلیات مرزا جعفر علی حسرت کے دیباچے کا اقتباس اوپر نقل ہو چکا ہے۔ دیوان غالب کے انتخاب کے آخر میں بطور ضمیمہ چند اشعار نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "قاضی القضاۃ کلکتہ مولوی سراج الدین علی خاں موحد موہانی کی فرمائش سے مرزا نے اپنے دیوانِ اُردو اور فارسی کا خود انتخاب کر کے اس کا نام گُلِ رعنا رکھا تھا۔ راقم کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ چنانچہ یہ اشعار ضمیمہ اسی سے نقل کیے گئے ہیں۔"[۱۱] اسی طرح دیوان رشکی کے انتخاب کے آخر میں لکھتے ہیں: "دیوان رشکی کا قلمی مسودہ ہم کو مولوی غلام السبطین صاحب بدایونی کے ذریعے سے دستیاب ہوا۔ یہ انتخاب اسی دیوان سے کیا گیا ہے۔"[۱۲] ان بیانات سے بات ظاہر ہے کہ حسرت نے بیشتر شعراء کے دواوین اور کلیات کا بہ نظر غائر مطالعہ کر کے خود ہی انتخابات مُرتب کیے ہیں۔ کچھ شعراء کے انتخابات انھوں نے تذکروں اور بیاضوں کی مدد سے بھی مرتب کیے ہیں۔ جیسے مرزا مظہر جان جاں کے اشعار تمام تر تذکروں سے ماخوذ ہیں۔ اس مسئلے پر قاضی عبدالودود صاحب کی رائے بڑی صائب ہے۔ وہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"یہ خیال کہ حسرت نے جو انتخابات شائع کیے ہیں وہ دواوین

پر مبنی نہیں کلاً صحیح نہیں۔ ان کے پاس بہت سے قلمی اور مطبوعہ دواوین تھے اور ان سے انھوں نے انتخاب میں کام لیا ہے۔ مگر ان کے ایسے انتخابات بھی ہیں جن کے اشعار تذکروں اور بیاضوں (وغیرہ) سے لیے گئے ہیں۔" [۱۳]

یہ انتخابات کئی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ایک تو یہ کہ تھوڑے صفحات میں اُردو کا تمام قابل قدر شعری سرمایہ ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے، اور یہ انتخابات دواوین اور کلیات کے مطالعے سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے ذریعے عام لوگوں کی رسائی بھی کلاسیکی ادب تک ہو جاتی ہے، ورنہ تمام دواوین اور کلیات کا حصول ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ تیسرے یہ کہ ان میں حسرت کے ایسے معاصر شعراء کے انتخابات بھی شامل ہیں، جن کا مجموعۂ کلام اس وقت تک مرتب نہیں ہوا تھا۔ ایسے شعراء کے کلام کی ابتدائی نوعیت کو سمجھنے اور ان کے کلام کی تاریخی ترتیب میں ان انتخابات سے بڑی مدد ملے گی۔ چوتھے یہ کہ ان سے خود حسرت کی شخصیت اور ذوقِ شعری پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے ذریعے بقول عابد رضا بیدار "وہ حسرت سامنے آجاتا ہے جو مرنجاں مرنج ہے، شریف، متین اور روادار ہے، ماضی پرست نہیں، ماضی کی قدر کرنے والا ہے، شاعروں کے ایک دوسرے پر منھ بسورنے والے خود مرکزی طبقے میں اپنے معاصرین، گھٹیا معاصرین کو بھی ان کی حیثیت سے زیادہ جگہ دینے والا ہے...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حسرت کی شاعری میں جو ضبط و تنظیم ہے اور حسرت سے قبل کے سارے شعری سرمایہ کا نچوڑ مل جاتا ہے، اس کا سبب سمجھ میں آجاتا ہے۔" [۱۴]

حسرت نے یہ انتخابات مرتب کر کے اُردو ادب کی بہت بڑی خدمت کی ہے انھوں نے ان کے ذریعے بہت سے کم مشہور اور گم نام شعراء کو روشناس کرایا ہے۔ بہت سے اساتذہ کو بھی انھوں نے نئی زندگی عطا کی ہے۔ حسرت نے جس وقت یہ انتخابات مرتب کیے اس وقت تک حاتم، مظہر، سوز، قائم، مصحفی، حسرت (استاد جرأت)

اور جرأت جیسے مشہور و معروف شعرا کے دواوین غیر مطبوعہ اور کمیاب بلکہ نایاب تھے۔ حسرت کے یہ انتخابات بڑی حد تک جامع ہیں اور ان سے متعلقہ شعرا کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان انتخابات سے اس دور کے نقادوں کو بھی بڑی مدد ملی ہے اور انھوں نے انھیں کی بنیاد پر بہت سے شعرا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں مثال کے طور پر نیاز، مجنوں اور فراق کے کئی تنقیدی مقالوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

حواشی

۱؎ اردوئے معلیٰ، اکتوبر ۱۹۰۹ء، ص ۱۔

۲؎ 〃 جنوری فروری ۱۹۲۵ء، ص ٹائٹل ۲

۳؎ 〃 جولائی تا دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۲

۴؎ مصباح مجددی کے انتخاب کی جگہ گستاخ رامپوری کا انتخاب دوبارہ چھپ گیا ہے جو پہلے انتخاب سے مختصر ہے۔

۵؎ فہرست میں بہزاد کی جگہ فضلی بنگالی درج ہے۔ جب کہ متن میں بہزاد لکھنوی کا کلام شامل ہے۔

۶؎ ابر لکھنوی کا انتخاب جلد ہشتم جزو دوم میں شامل ہے۔

۷؎ انتخاب سخن، جلد یازدہم، جزو دوم، دیباچہ، ص ٹائٹل ۲ (مطبوعہ رئیس المطابع کانپور ۱۹۲۹ء)

یہ حصہ راقم السطور کی نظر سے نہیں گزرا۔ غالباً اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔

۸ دیوان حسرت (انتخاب کلیات مرزا جعفر علی حسرت)، مرتبہ حسرت موہانی، دیباچہ، ص ۱-۲ (مطبع احمدی، علی گڑھ، ۱۹۰۴ء)۔

۹ عابد رضا بیدار، مقالہ "ہیبت قلی خاں حسرت اور ان کا کلام" مشمولہ سہ ماہی "اردو ادب" علی گڑھ، جون ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۹ (حاشیہ)

۱۰ سہ ماہی "تذکرۃ الشعراء" حصہ اوّل، جزو دوم، ص ۱۔

۱۱ انتخاب سخن، جلد دہم (جزو اول) ص ۹۲ (رئیس المطابع، کان پور، ۱۹۲۹ء)

۱۲ " " " ص ۱۸۶ " " " ")

۱۳ عابد رضا بیدار، مقالہ "ہیبت قلی خاں حسرت اور ان کا کلام" مشمولہ سہ ماہی "اردو ادب" علی گڑھ، جون ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۹ (حاشیہ)

۱۴ عابد رضا بیدار، مقالہ "حسرت" مشمولہ ماہنامہ "برہان" دہلی، جولائی ۱۹۶۱ء، ص ۴۸۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا — کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا
کاو کاو سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ — صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا
جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیئے — سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے — مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا — تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا
بہ فیض بے دلی نومیدی جاوید آسان ہے — کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا
ہوائے سیر گل آئینۂ بے مہری قاتل — کہ انداز بخوں غلطیدن بسمل پسند آیا

جراحت تحفہ الماس ارمغاں داغ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار — صحرا مگر بہ تنگیٔ چشم حسود تھا
آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست — ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا
تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ — جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا
لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز — لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی — مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسدؔ
سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

کہتے ہو نہ دین گے ہم دل اگر پڑا پایا — دل کہان کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا
عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا — درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا
دوستدار دشمن ہے اعتماد دل معلوم — آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا
سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری — حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا
غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل — خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا
حال دل نہین معلوم لیکن اس قدر یعنی — ہم نے بارہا ڈھونڈھا تم نے بارہا پایا

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا — آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا
دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین — آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا — میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا
عرض کیجیے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان — کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا
دل نہین تجھ کو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار — اس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالبؔ کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیب سروسامان نکلا — قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا
زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب — تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشان نکلا
بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا
دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد — کام یارون کا بقدر لب و دندان نکلا
ہے نوآموز فنا ہمت دشوار پسند — سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

دل مین پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

دھمکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیف نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحل دریاے خون ہے اب
اس رہ گذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے
زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جان کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دھر مین نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پر بھی راضی نہ ہوا

دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہ ہوا

ہون ترے وعدہ نہ کرنے مین بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائین سو وہ بھی نہ ہوا

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسی نہ ہوا

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضوان کا
وہ ایک گلدستہ ہے ہم بیخودون کے طاق نسیان کا

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہاے مژگان کا
کہ ہر اک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

دکھاؤن گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے
کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی — ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا
اگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر — مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا
خموشی مین نہان سرگشتہ لاکھون آرزوئین ہین — چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا
ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے — دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا
بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ — سبب کیا خواب مین آکر تبسمہاے پنہان کا
نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا — قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزاے پریشان کا

نہ ہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا — حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا
محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موج بوے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی — عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا
بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی
جو تو دریاے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا — یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا
رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے — یہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا
تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز — مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا
صرفہ ہے ضبط آہ مین میرا وگرنہ مین — طعمہ ہون ایک ہی نفس جان گداز کا
ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اچھل رہے — ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا
کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز — ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہاے راز کا

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا — رکھیو یارب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

گو نہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین
زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے منہ پر کھلا

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیون اندھیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول
آج ادھر ہی کو رہے گا دیدۂ اختر کھلا

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اس کی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند
واسطے جس شہ کے غالبؔ گنبد بے در کھلا

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

وان کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام
گریے سے یان پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یان ہجوم اشک مین تار نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آب جو
یان روان مژگان چشم تر سے خون ناب تھا

یان سر پرشور بیتابی سے تھا دیوار جو
وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی
جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

فرش سے تا عرش وان طوفان تھا موج رنگ کا
یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا
دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا
تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

مقدم سیلاب سے کیا دل نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون
پہلوے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنون نارسا نے ورنہ یان
ذرہ ذرہ روکش خورشید عالمتاب تھا

آج کیون پروا نہین اپنے اسیرون کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہر و فا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
انتظارِ صید مین اک دیدۂ بے خواب تھا

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اُس کے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

اب مین ہون اور ماتمِ یک شہرِ آرزو
توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تھا

گلیون مین میری نعش کو کھینچے پھرو کہ مین
جان دادۂ ہوائے سرِ رہگذار تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آب دار تھا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوے پہ غمِ روزگار تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھکو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا

جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے
جوہرِ آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

لے گئے خاک مین ہم داغِ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان ہونا

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

مانعِ وحشت خرامیہائے لیلےٰ کون ہے
خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازِ استغنائے حسن
دست مرہونِ حنا رخسار رہنِ غازہ تھا

نالۂ دل نے دیے اوراقِ لختِ دل بباد
یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا — زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک — ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا
حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ — کوئی مجھکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا
آج واں تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہوں میں — عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائینگے کیا
گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا
خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگینگے کیوں — ہیں گرفتارِ وفا زندان سے گھبرائینگے کیا

ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا — کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو — یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا — جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ بچیں کہاں کہ دل ہے — غمِ عشق اگر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا
ہوے مر کے ہم جو رسوا ہوے کیوں نہ غرقِ دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا
اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا — جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا — نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا
تجاہل پیشگی سے مدعا کیا — کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

نوازشہاے بیجا دیکھتا ہون
شکایتہاے رنگین کا گلا کیا

نگاہ بے محابا چاہتا ہون
تغافلہاے تمکین آزما کیا

فروغ شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

نفس موج محیط بیخودی ہے
تغافلہاے ساقی کا گلا کیا

دماغ عطر پیراہن نہین ہے
غم آوارگیہاے صبا کیا

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

محابا کیا ہے مین ضامن ۔ ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خون بہا کیا

سن اے غارتگر جنس وفا سن
شکست قیمت دل کی صدا کیا

کیا کس نے جگرداری کا دعوی
شکیب خاطر عاشق بھلا کیا

یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیون
یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا

بلاے جان ہے غالب اوسکی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

درخور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

بندگی مین بھی وہ آزادہ و خودبین ہین کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

سب کو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا
سامنے کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

کم نہین نازش ہمنامئ چشم خوبان
تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہ ہوا

سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا ہے مرے وہ دکھ جو کسی کو نہ ملا
کام کا ہے مرے وہ فتنہ کہ برپا نہ ہوا

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خونناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

قطرہ مین دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو مین کل
کھیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

پئے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا
بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بہ مہر صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

زکوۃ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جان کر بیجرم قاتل تیری گردن پر
رہا مانند خون بے گنہ حق آشنائی کا

تمنائے زبان محو سپاس بے زبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوہ بیدست و پائی کا

وہی اک بات ہے جو یان نفس وان نکہت گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی
عدم تک بیوفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائے جدائی کا

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہو جائے گا
بے تکلف داغ مہ مہر دہان ہو جائے گا

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہے آب
پرتو مہتاب سیل خانمان ہو جائے گا

لے تو لون سوتے مین اسکے پانو کا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائے گا

دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائے گا

سب کے دل مین ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہربان ہو جائے گا

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط
شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہو جائے گا

باغ مین مجھکو نہ لیجا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خون فشان ہو جائے گا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائے گا

فائدہ کیا۔ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد
دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائے گا

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی　　بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما　　کام گر رک گیا روانہ ہوا

رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے　　لے کے دل دلستاں روانہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا

گلا ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا　　گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکتوب　　مگر ستم زدہ ہوں ذوق خامہ فرسا کا

حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی　　دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا

غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو　　مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہوں　　کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

دل اس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے　　ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے　　مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسدؔ
جفا میں اس کی ہیں انداز کارفرما کا

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا　　خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا　　تپش شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا

اہل بینش نے بحیرت کدۂ شوخی ناز　　جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا　　عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

نہ بندھے تشنگی شوق کے مضموں غالبؔ
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن — گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا
ہے ایک تیر جسمین دونون چھدے پڑے ہین — وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون
جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا — ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا
ہوا جب غم سے یون بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا — نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

یک ذرہ زمین نہین بے کار باغ کا — یان جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا
بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی — کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گل — کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا
تازہ نہین ہے نشہ فکر سخن مجھے — تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا
سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوے — پر کیا کرین کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا
بے خون دل ہے چشم مین موج نگہ غبار — یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل
ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

وہ مری چین جبین سے غم پنہان سمجھا — راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا
یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز — چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا
شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ — اس قدر تنگ ہوا دل کہ مین زندان سمجھا
بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرم خرام — رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیران سمجھا
عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا — نبض خس سے تپش شعلہ سوزان سمجھا
سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی — ہر قدم سائے کو مین اپنے شبستان سمجھا
تھا گریزان مژہ یار سے دل تا دم مرگ — دفع پیکان قضا اس قدر آسان سمجھا

دل دیا جان کے کیون اس کو وفادار اسد
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا — دل جگر تشنۂ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز — پھر ترا وقت سفر یاد آیا
سادگی ہائے تمنا یعنی — پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا
عذر واماندگی اے حسرت دل — نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا
زندگی یون بھی گذر ہی جاتی — کیون ترا راہ گذر یاد آیا
کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی — گھر ترا خلد مین گر یاد آیا
آہ وہ جرأت فریاد کہان — دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا
پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال — دل گم گشتہ مگر یاد آیا
کوئی ویرانی سی ویرانی ہے — دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا
تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ — اس مین کچھ شائبۂ خوبی تقدیر بھی تھا
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون — کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
قید مین ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد — ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا
بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا — بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا
یوسف اس کو کہون اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی — گر بگڑ بیٹھے تو مین لائق تعزیر بھی تھا
دیکھ کر غیر کو ہو کیون نہ کلیجہ ٹھنڈا — نالہ کرتا تھا ولے طالب تاثیر بھی تھا
پیشے مین عیب نہین رکھیئے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا
پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ریختے کے تمہین استاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

لب خشک در تشنگی مردگان کا
زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا
ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی
مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا
چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا
توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھون مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم
مین معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا
مین سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہون
یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا
دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا
جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل
آتش کدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا
رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا
مشہد عاشق سے اگتی ہے جو کوسون تک حنا
کس قدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا
حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا
کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
اس کی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوئے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین
شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا

بر روے شش جہت در آئینہ باز ہے
یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

وا کر دیے ہین شوق نے بند نقاب حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

دل سے ہواے کشت وفا مٹ گئی کہ وان
حاصل سواے حسرت حاصل نہین رہا

بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

رشک کہتا ہے کہ اسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے
گردش مجنون بچشمک ہاے لیلا آشنا

شوق ہے سامان طراز نازش ارباب عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیئے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

مین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ذکر اس پریوش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یا رب
آج ہی ہوا منظور ان کو امتحان اپنا

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی مین ٹالین گے
بارے آشنا نکلا ان کا پاسبان اپنا

درد دل لکھون کب تک جاؤن انکو دکھلاؤن
انگلیان فگار اپنی خامہ خونچکان اپنا

گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
ننگ سجدے سے میرے سنگ آستان اپنا

تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا

ہم کہان کے دانا تھے کس ہنر مین یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

سرمہ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہی
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

رخصت نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سی عیان ہو غم پنہان میرا

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان
بے شانۂ صبا نہین طرہ گیاہ کا

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صید ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے
پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا
کہتے ہین ہم تجھ کو منھ دکھلائین کیا

رات دن گردش مین ہین سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھین لگاؤ
جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

ہو لیے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یارب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

موج غم سر سے گذر ہی کیون نجاے
آستان یار سے اٹھ جائین کیا

عمر بھر دیکھا کئے مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

حریف جوشش دریا نہین خود داری ساحل
جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوی ہوشیاری کا

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت مین مری صورت قفل ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام
مٹ گیا گھسنے مین اس عقدے کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ / اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا / باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال / ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا / روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس / کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

تاکہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائے صیقل / دیکھ برسات مین سبز آئینے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

ردیف "ب"

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب / دے بط مے کو دل و دست شنا موج شراب

پوچھ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن / سایۂ تاک مین ہوتی ہے ہوا موج شراب

جو ہوا غرقۂ مے بخت رسا رکھتا ہے / سر سے گذرے پہ بھی ہے بال ہما موج شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر / موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو / موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنۂ ناز / دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب

بسکہ دوڑے ہے رگ تاک مین خون ہو ہو کر / شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب

موجۂ گل سے چراغان ہے گذرگاہ خیال / ہے تصور مین ز بس جلوہ نما موج شراب

نشے کے پردے مین ہے محو تماشائے دماغ / بسکہ رکھتی ہے سر نشو و نما موج شراب

ایک عالم پہ ہین طوفانی کیفیت فصل / موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موج شراب

شرح ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسم گل / رہبر قطرہ بدریا ہے خوشا موج شراب

ہوش اڑتے ہین مرے جلوۂ گل دیکھ اسد

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

ردیف "ت"

افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے
جن لوگون کی تھی درخور عقد گہر انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

لکھتا ہون اسد سوزش دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشق خونابہ مشرب
لکھے ہے خداوند نعمت سلامت

علی الرغم دشمن شہید وفا ہون
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہین گر سر و برگ ادراک معنے
تماشائے نیرنگ صورت سلامت

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب
یار لائے مرے بالین پہ اُسے پر کس وقت

آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست
دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست

اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر
کون لا سکتا ہے تاب جلوۂ دیدار دوست

خانہ ویران سازی حیرت تماشا کیجئے
صورت نقش قدم ہون رفتۂ رفتار دوست

عشق مین بیداد رشک غیر نے مارا مجھے
کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمار دوست

چشم ما روشن کہ اس بیدرد کا دل شاد ہے
دیدۂ پرخون ہمارا ساغر سرشار دوست

غیر یون کرتا ہے میری پرسش اسکے ہجر مین
بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست

تا کہ مین جانون کہ ہے اسکی رسائی وان تلک
مجھکو دیتا ہے پیام وعدۂ دیدار دوست

جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعف دماغ
سر کرے ہے وہ حدیث زلف عنبربار دوست

چپکے چپکے مجھکو روتے دیکھ پاتا ہے اگر
ہنس کے کرتا ہے بیان شوخی گفتار دوست

مہرابہائے دشمن کی شکایت کیجیے یا بیان کیجیے سپاس لذت آزار دوست
یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ
ہے ردیف شعر میں غالب زبس تکرار دوست

ردیف "ج"

گلشن میں بندوبست برنگ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہے آج
آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ
تار نفس کمند شکار اثر ہے آج
اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل
سیلاب گریہ درپے دیوار و در ہے آج
لو ہم مریض عشق کے تیماردار ہیں
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج

ردیف "چ"

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ
کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ
برنگ خار مرے آئینے سے جوہر کھینچ
تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل
کیا ہے کس نے اشارہ کہ ناز بستر کھینچ
تری طرف ہے بحسرت نظارۂ نرگس
بکوری دل و چشم رقیب ساغر کھینچ
بنیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز
نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ
مرے قدح میں ہے صہبائے آتش پنہاں
بروئے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

ردیف "د"

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہین اہل جفا میرے بعد

منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اسمین سے دھوان اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خون ہے دل خاک مین احوال بتان پر یعنے
اُن کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

درخور عرض نہین جوہر بیداد کو جا
نگہ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنون اہل جنون کے لئے آغوش وداع
چاک ہوتا ہے گریبان سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی مین صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

ردیف "ر"

بلا سے ہین جو یہ پیش نظر در و دیوار
نگاہ شوق کو ہین بال و پر در و دیوار

وفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

نہین ہے سایہ کہ سن کر نوید مقدم یار
گئے ہین چند قدم پیشتر در و دیوار

ہوئی ہے کس قدر ارزانی مے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچے مین ہر در و دیوار

جو ہے تجھے سر سودائے انتظار تو آ
کہ ہین دکان متاع نظر در و دیوار

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے
کہ گر پڑے نہ مرے پانون پر در و دیوار

وہ آ رہا مرے ہمسایے مین تو سائے سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نظر مین کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار

نہ پوچھ بیخودی عیش مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانے مین

حریف راز محبت مگر در و دیوار

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی ہی مین کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

چھوڑون گا مین نہ اس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

غالب نہ کر حضور مین تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

کیون جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر
جلتا ہون اپنی طاقت دیدار دیکھ کر

آتش پرست کہتے ہین اہل جہان مجھے
سرگرم نالہاے شرربار دیکھ کر

کیا آبروے عشق جہان عام ہو جفا
رکتا ہون تم کو بے سبب آزار دیکھ کر

آتا ہے میرے قتل کو پرجوش رشک سے
مرتا ہون اس کے ہاتھ مین تلوار دیکھ کر

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

بک جاتے ہین ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
لیکن عیار طبع خریدار دیکھ کر

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

ان آبلون سے پاؤن کے گھبرا گیا تھا مین
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر

کیا بدگمان ہے مجھ سے کہ آئینے مین مرے
طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا

یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشان پر
مین ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیابان پر

نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یان بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زندان پر

فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہون اُس زمانے سے
کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستان پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے
بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر

نہین اقلیمِ الفت مین کوئی طومارِ ناز ایسا
کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہووے مہر عنوان پر

مجھے اب دیکھکر ابرِ شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہوگا
قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شہیدان پر

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اُس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یا رب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھکو زبان اور

ابرو سے ہے کیا اُس نگہِ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کمان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھین گے
لے آئین گے بازار سے جا کر دل و جان اور

ہر چند سبک دست ہوے بت شکنی مین
ہم ہین تو ابھی راہ مین ہین سنگِ گران اور

ہے خونِ جگر جوش مین دل کھولکے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

لوگون کو ہے خورشیدِ جہان تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغِ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمھین دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے
رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے روان اور

ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

صفائے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ زنگ آخر
تغیر آبِ برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی
ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر

جنون کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی
گریبان چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

برنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہین قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاع مہر سے تہمت نگہ کی چشم روزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیون اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوے کہتے ہو قیامت کو ملین گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہ شب چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن ور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھسے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوان مرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

ردیف "ز"

فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح مہر
ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

ہے ناز مفلسان زر از دست رفتہ پر — ہون گلفروش شوخی داغ کہن ہنوز

میخانۂ جگر مین یہان خاک بھی نہین
خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

حریف مطلب مشکل نہین فسون نیاز — دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

نہو بہرزہ بیابان نورد وہم وجود — ہنوز تیرے تصور مین ہے نشیب و فراز

وصال جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہان — کہ دیجیے آئینہ انتظار کو پرواز

ہر ایک ذرۂ عاشق ہے آفتاب پرست — گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوۂ ناز

نہ پوچھ وسعت میخانۂ جنون غالب
جہان یہ کاسۂ گردون ہے ایک خاک انداز

وسعت سعی کرم دیکھ کہ سر تا سر خاک — گذرے ہے آبلہ پا ابر گہربار ہنوز

یک قلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت
نقش پا مین ہے تپ گرمی رفتار ہنوز

کیونکر اس بت سے رکھون جان عزیز — کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے
ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز — مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرائش خم کاکل — مین اور اندیشہائے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی — ہم ہین اور رازہائے سینہ گداز

ہون گرفتار الفت صیاد — ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سے — ناز کھینچون بجائے حسرت ناز

نہین دل مین مرے وہ قطرۂ خون — جس سے مژگان ہوئی نہو گلباز

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز — اے ترا ظلم سر بسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو — ریزش سجدۂ جبین نیاز

مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا — مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

ردیف "س"

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے — دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا — جوئے خون ہمنے بہائی بن ہر خار کے پاس

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے — خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

مین بھی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے — دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

دہن شیر مین جا بیٹھئے لیکن اے دل — نہ کھڑے ہوجئے خوبان دلآزار کے پاس

دیکھ کر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے — خود بخود پہونچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے
بیٹھنا اس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

ردیف "ش"

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے — لگادے خانۂ آئینہ مین روئے نگار آتش

فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق
نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

ردیف "ع"

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع — چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

رخ نگاہ سے ہے سوز جاودانی شمع
ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع

زبان اہل زبان مین ہے مرگ خاموشی
یہ بات بزم مین روشن ہوئی زبانی شمع

کرے ہے صرف بایماے شعلہ قصہ تمام
بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع

غم اس کو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ
ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے
بجلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھکو
نہ کیون ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

ردیف "ف"

بیم رقیب سے نہین کرتے وداع ہوش
مجبوریان تلک ہوے اے اختیار حیف

جلتا ہے دل کہ کیون نہ ہم اکبار جل گئے
اے ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

ردیف "گ"

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک
کیا مزہ ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک

گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل
ورنہ ہوتا ہے جہان مین کسقدر پیدا نمک

مجھکو ارزانی رہے تجھکو مبارک ہوجیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

شور جولان تھا کنار بحر پر کس کا کہ آج
گرد ساحل ہے بزخم موجۂ دریا نمک

داد دیتا ہے مرے زخم جگر کی واہ واہ
یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے وہ جسجا نمک

چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگین ہین اعضا نمک

غیر کی منت نہ کھینچوں گا پئے توفیر درد　　زخم مثل خندۂ قاتل ہے سرتاپا نمک

یاد ہیں غالب تجھے وہ دن کہ وجد ذوق میں
زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک　　کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ　　دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب　　دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن　　خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک
پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم　　میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل　　گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

ردیف "گ"

گر تجھ کو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ　　یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

ردیف "ل"

ہے کسقدر ہلاک فریب وفائے گل　　بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف　　ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دام ہوائے گل
جو تھا سو موج رنگ کے دھوکے میں مر گیا　　اے وائے نالۂ لب خونیں نوائے گل

خوش حال اُس حریف سیہ مست کا کہ جو ۔۔۔ رکھتا ہو مثل سایۂ گل سر بپائے گل

ایجاد کرتی ہے اُسے تیرے لئے بہار ۔۔۔ میرا رقیب ہے نفس عطر سائے گل

شرمندہ رکھتے ہیں مجھے باد بہار سے ۔۔۔ مینائے بے شراب و دل بے ہوائے گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسن غیور کی ۔۔۔ خون ہے مری نگاہ میں رنگ ادائے گل

تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک ۔۔۔ بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل

غالبؔ مجھے ہے اُس سے ہم آغوشی آرزو

جسکا خیال ہے گل جیب قبائے گل

ردیف "م"

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس ۔۔۔ برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

محفلیں برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال ۔۔۔ ہیں ورق گردانیٔ نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجود یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں ۔۔۔ ہیں چراغان شبستان دل پروانہ ہم

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو ۔۔۔ ہیں وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسدؔ

جانتے ہیں سینۂ پرخوں کو زندان خانہ ہم

مجھکو دیار غیر میں مارا وطن سے دور ۔۔۔ رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں اے خدا

رکھ لیجو میرے دعوے وارستگی کی شرم

ردیف "ن"

لوں وام بخت خفتہ سے یک خواب خوش ولے ✓ غالب یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

وہ فراق اور وہ وصال کہان — وہ شب و روز و ماہ و سال کہان
فرصت کاروبار شوق کسے — ذوق نظارۂ جمال کہان
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا — شور سودائے خط و خال کہان
تھی وہ اک شخص کے تصور سے — اب وہ رعنائی خیال کہان
ایسا آسان نہین لہو رونا — دل مین طاقت جگر مین حال کہان
ہمسے چھوٹا قمار خانۂ عشق — وان جو جاوین گرہ مین مال کہان
فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون — مین کہان اور یہ وبال کہان
مضمحل ہوگئے قویٰ غالب
وہ عناصر مین اعتدال کہان

کی وفا ہمسے تو غیر اس کو جفا کہتے ہین — ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین
آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھئے کیا کہتے ہین
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انہین کچھ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین
دلمین آجائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے — اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہین
ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود — قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین
پاے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے — خار رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین
اک شرر دلمین ہے اس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہین
دیکھئے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ — اسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید
مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن مین نہین — ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہین
ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہین — رنگ ہو کر اُڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین
ہوگئے ہین جمع اجزائے نگاہ آفتاب — ذرے اسکے گھر کی دیوارون کے روزن مین نہین
کیا کہون تاریکی زندان غم اندھیر ہے — پنبہ نور صبح سے کم جسکے روزن مین نہین

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن مین نہین

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن مین نہین

بسکہ ہین ہم اک بہار ناز کے مارے ہوے
جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن مین نہین

قطرہ قطرہ اک ہیولی ہے نئے ناسور کا
خون بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن مین نہین

لیگئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری
موج مے کی آج رگ مینائی گردن مین نہین

ہو فشار ضعف مین کیا ناتوانی کی نمود
قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن مین نہین

تھی وطن مین شان کیا غالب کہ ہو غربت مین قدر
بے تکلف ہون وہ مشت خس کہ گلخن مین نہین

عہدے سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا
گر اک ادا ہو تو اُسے اپنی قضا کہون

حلقے ہین چشمہاے کشادہ بسوے دل
ہر تار زلف کو نگہ سرمہ سا کہون

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون

ظالم مرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہے ہے خدا نکردہ تجھے بیوفا کہون

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آبھی نسکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہین ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون

زہر ملتا ہی نہین مجھکو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی سکون

مجھسے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑین گے رکھکر عذر مستی ایکدن

غرۂ اوج بناے عالم امکان نہ ہو
اس بلندی کے نصیبون مین ہے پستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لاویگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

نغمہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائیگا یہ ساز ہستی ایک دن

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

کس منہ سے شکر کیجئے اس لطف خاص کا — پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز — نامہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں

بوسہ نہیں نہ دیجئے دشنام ہی سہی — آخر زباں تو رکھتے ہو تم گر دہاں نہیں

ہر چند جاں گدازیٔ قہر و عتاب ہے — ہر چند پشت گرمیٔ تاب و تواں نہیں

جاں مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے — لب پردہ سنج زمزمۂ الاماں نہیں

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم — دل میں چھری چبھو مژہ گر خونچکاں نہیں

ہے ننگ سینہ دل اگر آتشکدہ نہ ہو — ہے عار دل نفس اگر آذر فشاں نہیں

نقصاں نہیں جنوں سے بلا سے ہو گھر خراب — سو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

کہتے ہو کیا لکھا ہے تری سرنوشت میں — گویا جبیں پہ سجدۂ بت کا نشاں نہیں

پاتا ہوں اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی — روح القدس اگرچہ مرا ہمزباں نہیں

جاں ہے بہائے بوسہ ولے کیوں کہے ابھی
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں — ایک چکر ہے مرے پانوں میں زنجیر نہیں

شوق اُس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہ جہاں — جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہیں

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے — جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں

رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو — خوش ہوں گر نالہ زبونی کش تاثیر نہیں

سر کھجاتا ہے جہاں زخم سر اچھا ہو جائے — لذت سنگ باندازۂ تقریر نہیں

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے — کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہیں

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

برشگال دیدۂ عاشق ہے دیکھا چاہیے — کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوار چمن

الفت گل سے غلط ہے دعوے وارستگی
سرو ہے باوصف آزادی گرفتار چمن

عشق تاثیر سے نومید نہین ۔ جان سپاری شجر بید نہین

سلطنت دست بدست آئی ہے ۔ جام مے خاتم جمشید نہین

ہے تجلی تری سامان وجود ۔ ذرہ بے پرتو خورشید نہین

راز معشوق نہ رسوا ہو جاے ۔ ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے ۔ غم محرومی جاوید نہین

کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
ہم کو جینے کی بھی امید نہین

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین ۔ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

دل آشفتگان خال کنج دہن کے ۔ سویدا مین سیر عدم دیکھتے ہین

ترے سرو قامت سے اک قد آدم ۔ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین

تماشا کر اے محو آئینہ داری ۔ تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

سراغ تف نالہ لے داغ دل سے ۔ کہ شب رو کا نقش قدم دیکھتے ہین

بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہین

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین ۔ کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین ۔ شبہائے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

تا پھر نہ انتظار مین نیند آئے عمر بھر ۔ آنے کا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون ۔ مین جانتا ہون جو وہ لکھین گے جواب مین

مجھ تک کب ان کی بزم مین آتا تھا دور جام ۔ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

جو منکر وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے ۔ کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین

مین مضطرب ہون وصل مین خوف رقیب سے ۔ ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب مین

مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے ۔ جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے ۔ ہے اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب مین

لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین

وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ روان ہو سراب مین

غالبؔ چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

کل کیلئے کر آج نہ خست شراب مین
یہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کے باب مین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب مین

جان کیون نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب مین

رو مین ہے رخش عمر کہان دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

اتنا ہی مجھکو اپنی حقیقت سے بعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہون پیچ و تاب مین

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر
یان کیا دھرا ہے قطرۂ و موج و حباب مین

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

آرائش جمال سے فارغ نہین ہنوز
پیش نظر ہے آئینہ دایم نقاب مین

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود
ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوے دوست
مشغول حق ہون بندگی بوتراب مین

حیران ہون دلکو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین
مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون
ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ ترے رہگذر کو مین

ہے کیا جو کس کے باندھئے میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہین ہون تمہاری کمر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار | کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیدادگر کو مین
پھر بیخودی مین بھول گیا راہ کوے یار | جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین
اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا | سمجھا ہون دل پذیر متاع ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز
دیکھون علی بہادر عالی گہُر کو مین

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین | غیر کی بات بگڑ جاے تو کچھ دور نہین
وعدۂ سیر گلستان ہے خوشا طالع شوق | مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہین
شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم | لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین
قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن | ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہین
حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی | عشق پرعربدہ کی گون تن رنجور نہین
مین جو کہتا ہون کہ ہم لین گے قیامت مین تمہین | کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین
ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو | تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین
صاف دردی کش پیمانۂ جم ہین ہم لوگ | واے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہین | ہے تقاضاے جفا شکوۂ بیداد نہین
عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو کیا خوب | ہم کو تسلیم نکونامی فرہاد نہین
کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم | دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب | لطمۂ موج کم از سیلی استاد نہین
واے محرومی تسلیم و بدا حال وفا | جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہین
رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے | گر چراغان سر رہگذر باد نہین
سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین | مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین
نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا | دی ہے جاے دہن اس کو دم ایجاد نہین

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت	یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہین

دونون جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا	یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے	تیرا پتہ نہ پائین تو ناچار کیا کرین
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہل بزم	ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین

ہو گئی ہے غیر کی شیرین بیانی کارگر	عشق کا اس کو گمان ہم بے زبانون پر نہین

قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس مین آنا	تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہے زمانے مین
دل نازک پہ اسکے رحم آتا ہے مجھے غالب	نکر سرگرم اس کافر کو الفت آزمانے مین

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا	بارے اپنی بیکسی کی ہم نے پائی دادیان
ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام	مہر گردون ہے چراغ رہگذار بادیان

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین	کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
نظر لگے نہ کہین اسکے دست و بازو کو	یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین
ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھین	ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین	شب فراق سے روز جزا زیاد نہین
کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہے	بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین
جو آؤن سامنے انکے تو مرحبا نہ کہین	جو جاؤن وان سے کہین کو تو خیر باد نہین
کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین	کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین
علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب	گدائے کوچۂ مے خانہ نامراد نہین
جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام	دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیون کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہین — ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہین
آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے — ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہین
تیری فرصت کے مقابل اے عمر — برق کو پا بہ حنا باندھتے ہین
قید ہستی سے رہائی معلوم — اشک کو بے سر و پا باندھتے ہین
نشۂ رنگ سے ہے واشد گل — مست کب بند قبا باندھتے ہین
غلطیہاے مضامین مت پوچھ — لوگ نالے کو رسا باندھتے ہین
اہل تدبیر کی واماندگیان — آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین

سادہ پرکار ہین خوبان غالب
ہم سے پیمان وفا باندھتے ہین

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد — وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین — خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین
کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جاے دل — انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین
یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہے کس لئے — لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین
حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے — آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین
کس واسطے عزیز نہین جانتے مجھے — لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین
رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ — رتبے مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین
کرتے ہو مجھکو منع قدمبوس کس لئے — کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین

غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین — خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین
یاد تھین ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیان — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین
تھین بنات النعش گردون دن کو پردے مین نہان — شب کو ان کے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین
قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر — لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں

نیند اُسکی ہے دماغ اُسکا ہے راتیں اسکی ہیں تیری زلفیں جسکے بازو پر پریشاں ہو گئیں

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگاں ہو گئیں

بسکہ روکا میں نے اور سینے میں ابھریں پے بہ پے میری آہیں بخیۂ چاکِ گریباں ہو گئیں

واں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب یاد تھیں جتنی دعائیں صرفِ درباں ہو گئیں

جاں فزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آ گیا سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگِ جاں ہو گئیں

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں

دل کو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں طاقت بقدرِ لذتِ آزار بھی نہیں

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبالِ دوش صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں

ڈر نالہائے زار سے میرے خدا کو مان آخر نوائے مرغِ گرفتار بھی نہیں

دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں سے روکشی حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا

دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بھی نہین

نہین ہے زخم کوئی بخیہ کے درخور مرے تن مین
ہوا ہے تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن مین

ہوئی ہے مانع ذوق تماشا خانہ ویرانی
کف سیلاب باقی ہے برنگ پنبہ روزن مین

ودیعت خانہ بیداد کاوشہاے مژگان ہون
نگین نام شاہد ہے مرے ہر قطرہ خون تن مین

بیان کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستان کی
شب مہ ہو جو رکھدین پنبہ دیوارون کے روزن مین

نکوہش مانع بے ربطی شور جنون آئی
ہوا ہے خندہ احباب بخیہ جیب و دامن مین

ہوے اُس مہروش کے جلوہ تمثال کے آگے
پرافشان جوہر آئینے مین مثل ذرہ روزن مین

نہ جانون نیک ہون یا بد ہون پر صحبت مخالف ہے
جو گل ہون تو ہون گلخن مین جو خس ہون تو ہون گلشن مین

ہزارون دل دے جوش جنون عشق نے مجھکو
سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خون تن مین

اسد زندانی تاثیر الفت ہاے خوبان ہون
خم دست نوازش ہو گیا ہے طوق گردن مین

مزے جہان کے اپنی نظر مین خاک نہین
سوائے خون جگر سو جگر مین خاک نہین

مگر غبار ہوے پر ہوا اڑا لے جاے
وگرنہ تاب و توان بال و پر مین خاک نہین

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے
کہ غیر جلوہ گل رہگذر مین خاک نہین

بھلا اُسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا
اثر مرے نفس بے اثر مین خاک نہین

خیال جلوہ گل سے خراب ہین میکش
شراب خانے کے دیوار و در مین خاک نہین

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آے کیون
روئین گے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستاے کیون

دیر نہین حرم نہین در نہین آستان نہین
بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم غیر ہمین اُٹھاے کیون

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپاے کیون

دشنہ غمزہ جانستان ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آے کیون

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

وان وہ غرور عز و ناز یان یہ حجاب پاس وضع
راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون

ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی مین جائے کیون

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین
روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیون

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون
بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون

پرسش طرز دلبری کیجئے کیا کہ بن کہے
اسکے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یون

رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یان خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یون

غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یون

بزم مین اسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھیے
اس کی تو خامشی مین بھی ہے یہی مدعا کہ یون

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یون

مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کس طرح
دیکھ کے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

کب مجھے کوئے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئنہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یون

گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہے دست و پا کہ یون

جو یہ کہے کہ ریختہ کیون کہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھ کے اسے سنا کہ یون

ردیف "و"

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی
بھرون یک گوشۂ دامن گر آب ہفت دریا ہو

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آ جاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کعبے مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حقِ صحبتِ اہلِ کنشت کو

طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسمِ ثواب سے
ٹیڑھا لگا ہے قط قلمِ سرنوشت کو

غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہین مجھے
خرمن جلے اگر نہ ملخ کھائے کشت کو

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیون نہو

چھوڑا نہ مجھ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار نقشِ محبت ہی کیون نہو

ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا
ہرچند بر سبیلِ شکایت ہی کیون نہو

پیدا ہوئی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا
یون ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیون نہو

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین
اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی
عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیون نہو

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہین اسد
اس مین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہو۔

قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو
مرا ہونا برا کیا ہے نوا سنجانِ گلشن کو

نہین گر ہمدمی آسان نہو یہ رشک کیا کم ہے
نہ دی ہوتی خدایا آرزوے دوست دشمن کو

نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر
کیا سینے مین جس نے خونچکان مژگانِ سوزن کو

خدا شرمائے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین
کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین
نہین دیکھا شناور جوے خون مین تیرے توسن کو

ہوا چرچا جو میرے پانو کی زنجیر بننے کا
کیا بیتاب کان مین جنبشِ جوہر نے آہن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرمن کو

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بتخانہ مین تو کعبے مین گاڑو برہمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویا ہون جواہر کے
جگر کیا ہم نہین رکھتے کہ کھودین جاکے معدن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیم تن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پانو
ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

بھاگے تھے ہم بہت سو اُسی کی سزا ہے یہ
ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اِس خستہ تن کے پانو

اللہ رے ذوق دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

ہے جوش گل بہار مین یان تک کہ ہر طرف
اڑتے ہوے الجھتے ہین مرغ چمن کے پانو

شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین
دکھتے ہین آج اُس بت نازک بدن کے پانو

غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو
پیتا ہون دھو کے خسرو شیرین سخن کے پانو

وان اُسکو ہول دل ہے تو یان مین ہون شرمسار
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو

اپنے کو دیکھتا نہین ذوق ستم تو دیکھ
آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہو

وان پہنچکر جو غش آتا پے ہم ہے ہم کو
صد رہ آہنگ زمین بوس قدم ہے ہم کو

دل کو مین اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو

ضعف سے نقش پے مور ہے طوق گردن
تیرے کوچے سے کہان طاقت رم ہے ہم کو

رشک ہم طرحی و درد اثر بانگ حزین
نالۂ مرغ سحر تیغ دو دم ہے ہم کو

جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

سر اڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا
ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو

دل کے خون کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاس بے رونقیٔ دیدہ اہم ہے ہم کو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا یعنی
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو

لئے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناشناس ہین
مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

ابھرا ہوا نقاب مین ہے اُن کی ایک تار
مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یا رب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے
حیا ہے اور یہی گو مگو تو کیونکر ہو

تمھین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

ہمین پھر اُن سے امید اور انھین ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو

غلط نہ تھا ہمین خط پر گمان تسلی کا
نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

بتاؤ اس مژہ کو دیکھکر کہ مجھ کو قرار
یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

کسی کو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہو جب دل ہی سینے مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑین گے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل مین تمہین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسمان کیون ہو

یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہین
عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو

کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہربان کیون ہو

ردیف ہاے ہوز

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ
جس کی بہار یہ ہو پھر اسکی خزان نہ پوچھ

ناچار بیکسی کی بھی حسرت اٹھائیے
دشواری رہ و ستم ہمرہان نہ پوچھ

ردیف یاے تحتانی

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے
طاقت کہان کہ دید کا احسان اٹھائیے

ہے سنگ پر برات معاش جنونِ عشق
یعنی ہنوز منتِ طفلاں اٹھائیے

دیوار بارِ منتِ مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے
یا پردۂ تبسمِ پنہاں اٹھائیے

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے
بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

سیکھے ہیں مہ رخوں کیلئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

سر پائے خم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے

یعنی بحسبِ گردشِ پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیے

نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

خیالِ مرگ کب تسکیں دلِ آزردہ کو بخشے
مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی

نہ کرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی

نہ اتنا برشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی

مئے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے
لئے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

ہے بزمِ بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
یک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

بیداد وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالب ترا احوال سنا دیں گے ہم ان کو
وہ سن کے بلا لیں یہ اجارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوز غم چھپانے کی

انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

کہوں کیا خوبی اوضاع ابنائے زماں غالب
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوش گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے
میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغ ناتمامی

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے
جس میں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرہ میں جان ہے

حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ
غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے

کی اس نے گرم سینۂ اہل ہوس میں جا
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں
فرمانروائے کشور ہندوستان ہے

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے

ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر
غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

درد سے میرے ہے تجھ کو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

تیرے دل مین گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ
تونے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

کیون مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

عمر بھر کا تونے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے

زہر لگتی ہے مجھے آب وہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اُسے ناسازگاری ہائے ہائے

گل فشانیہائے نازِ جلوہ کو کیا ہوگیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک مین
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی
اُٹھ گئی دنیا سے راہ ورسم یاری ہائے ہائے

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخم کاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تار برشگال
ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش محروم پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تسپر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ
رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوق خواری ہائے ہائے

سرگشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہے
تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہین مرے دل آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجئے بیان سرور تب غم کہان تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

ہے وہ غرور حسن سے بیگانۂ وفا
ہر چند اسکے پاس دل حق شناس ہے

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد
مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

کس کو سناؤن حسرت اظہار کا گلہ
دل فرد جمع وخرچ زبانہائے لال ہے

کس پردے مین ہے آئینہ پرداز اے خدا
رحمت [illegible]

مشکیں لباسِ کعبہ علی کے قدم سے جان — نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی — اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا — دریا زمین کو عرقِ انفعال ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو — حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر — نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا — ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں — ہم نہیں جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا — ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے

ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ — جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی — زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے کہ تا — تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے

پینس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے — کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

مری ہستی فضائے حسرت آبادِ تمنا ہے — جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے

خزاں کیا فصلِ گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو — وہی ہم ہیں قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم — اثر فریادِ دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نومیدی — کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے — نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں — ورنہ یاں بے رونقی سودِ چراغِ کشتہ ہے

چشمِ خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے — سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلہ آواز ہے

پیکرِ عشاق سازِ طالعِ ناساز ہے — نالہ گویا گردشِ سیارہ کی آواز ہے

دستگاہِ دیدۂ خونبارِ مجنوں دیکھنا — یک بیاباں جلوۂ گل فرشِ پا انداز ہے

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دلکے خون کرنیکی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جاے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

ہے آرمیدگی مین نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہے خندۂ دندان نما مجھے

ڈھونڈھے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

مستانہ طے کرون ہون رہِ وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ مین تو بے حجابیان
آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیون مرے دل کا معاملہ
شعرون کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاست دربان سے ڈر گیا
مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

بے صرفہ ہی گذرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہینگے کہ ہم کیا کیا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تونے وہ گنجہاے گران مایہ کیا کیے

کس روز تہمتین نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین — بھولے سے اُس نے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمہین کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے — اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے — بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے
زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا — نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے
جاداد بادہ نوشی رندان ہے شش جہت — غافل گمان کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
نظارہ کیا حریف ہو اس برق حسن کا — جوش بہار جلوے کو جسکے نقاب ہے
مین نامراد دل کی تسلی کو کیا کرون — مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گذرا اسد مسرت پیغام یار سے
قاصد پہ مجھ کو رشک سوال و جواب ہے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے — مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہے — آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے
غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے — گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے
شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے — دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے
دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ — نغمہ ہو جاتا ہے وان گر نالہ میرا جائے ہے
گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق — پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جائے ہے
اس کی بزم آرائیان سنکر دل رنجور یان — مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے
ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا — رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے
نقش کو اُسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین — کھینچتا ہے جسقدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھیرا جائے ہے

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے
تب اماں ہجر مین دی برد لیالی نے مجھے

نسیہ نقد دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم
کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

غنچہ تا شگفتنہا برگ عافیت معلوم
باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

ہم سے رنج بیتابی کس طرح اٹھایا جاے
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

اگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

سادگی پر اُسکے مرجانے کی حسرت دل مین ہے
بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با این ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل مین ہے

بس ہجوم ناامیدی خاک مین مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

رنج رہ کیون کھینچیے واماندگی کو عشق ہے
اٹھ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہے

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنہ شور قیامت کسکی آب و گل مین ہے

ہے دل شوریدہ غالب طلسم پیچ و تاب
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراق
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادہ شبانہ کی سرمستیان کہان
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوے یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوہ اہل نظر گئی

نظارے نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پہ بکھر گئی

فردا و دی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

مارا زمانے نے اسد اللہ خان تمہین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے
حوران خلد مین تری صورت مگر ملے

اپنی گلی مین مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

ساقی گری کی شرم کرو ورنہ آج ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

تجھ سے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تم کو بھی ہم دکھائین کہ مجنون نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین
جانا کہ اک بزرگ ہمین ہم سفر ملے

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تم کو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی مین ہم نے ٹھانی اور ہے

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان
سوز غمہای نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین ان کی رنجشین
پر کچھ اب کے سر گرانی اور ہے

دیکے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم
وہ بلائے آسمانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین ۔ میری آواز گر نہین آتی
داغ دل گر نظر نہین آتا ۔ بو بھی اے چارہ گر نہین آتی
ہم وہان ہین جہان سے ہم کو بھی ۔ کچھ ہماری خبر نہین آتی
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی ۔ موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہین آتی

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے ۔ آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار ۔ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے
مین بھی منہ مین زبان رکھتا ہون ۔ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جب کہ تجھ بن نہین کوئی موجود ۔ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین ۔ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلف عنبرین کیون ہے ۔ نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے
سبزہ و گل کہان سے آئے ہین ۔ ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید ۔ جو نہین جانتے وفا کیا ہے
ہان بھلا کر ترا بھلا ہو گا ۔ اور درویش کی صدا کیا ہے
جان تم پر نثار کرتا ہون ۔ مین نہین جانتا دعا کیا ہے
مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے ۔ یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وو آئے
ہون کشمکش نزع مین ہان جذب محبت ۔ کچھ کہہ نہ سکون پر وہ مرے پوچھنے کو آئے
ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم ۔ آنا ہی سمجھ مین مری آتا نہین گو آئے
ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگین گے نکیرین ۔ ہان منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے
جلاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سے جھگڑتے ۔ ہم سمجھے ہوئے ہین اسے جس بھیس مین جو آئے

وان اہل طلب کون سے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھو آئے

اپنا نہین وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھین
اس در پہ نہین بار تو کعبے ہی کو ہو آئے

کی ہم نفسون نے اثر گریہ مین تقریر
اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھکو ڈبو آئے

اس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب
ہم بھی گئے وان اور تری تقدیر کو رو آئے

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے
سینہ جویائے زخم کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمد فصل لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصد نگاہ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلال جنس رسوائی
دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشک باری ہے

دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشرستان بیقراری ہے

جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے
روز بازار جان سپاری ہے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہین
پھر وہی زندگی ہماری ہے

پھر کھلا ہے در عدالت ناز
گرم بازار فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان مین اندھیر
زلف کی پھر سررشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب
اشکباری کا حکم جاری ہے

دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے

بیخودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جنون تہمت کش تسکین نہ ہو گر شادمانی کی
نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی
ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

پس از مردن بھی دیوانہ زیارت گاہ طفلان ہے
شرار سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

نکوہش ہے سزا فریادیِ بیدادِ دلبر کی — مبادا خندۂ دندان نما ہو صبح محشر کی
رگ لیلیٰ کو خاک دشت مجنون ریشگی بخشے — اگر بووے بجاے دانہ دہقان نوک نشتر کی
پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا — ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی
کرون بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت — کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہپر کی
کہان تک رووُن اسکے خیمے کے پیچھے قیامت ہے — مری قسمت مین یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

بے اعتدالیون سے سبک سب مین ہم ہوئے — جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے
پنہان تھا دام سخت قریب آشیان کے — اڑنے نہ پاے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے — یان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے
سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر — وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے
تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر مین — تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے
لکھتے رہے جنون کی حکایات خون چکان — ہر چند اسمین ہاتھ ہمارے قلم ہوئے
اللہ ری تیری تندیِ خو جس کے بیم سے — اجزاے نالہ دل مین مرے رزق ہم ہوئے
اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق — جو پانون اٹھ گئے وہی اُن کے علم ہوئے
نالے عدم مین چند ہمارے سپرد تھے — جو وان نہ کھنچ سکے سو وہ یان آکے دم ہوئے

چھوڑی اسدؔ نہ ہم نے گدائی مین دل لگی
سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے

جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی — تو فسردگی نہان ہے بہ کمین بیزبانی
مجھے اُس سے کیا توقع بزمانہ جوانی — کبھی کودکی مین جسنے نہ سنی مری کہانی
یونہی دکھ کسی کو دینا نہین خوب ورنہ کہتا — کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

ظلمت کدے مین میرے شب غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے
نے مژدہ وصال نہ نظارہ جمال — مدت ہوئی کہ آشتی چشم وگوش ہے
مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب — اے شوق یان اجازت تسلیم ہوش ہے
گوہر کو عقد گردن خوبان مین دیکھنا — کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے

دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست — بزم خیال میکدۂ بے خروش ہے

قطعہ

اے تازہ واردان بساطِ ہوائے دل — زنہار اگر تمھین ہوس نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے
ساقی بہ جلوہ دشمن ایمان و آگہی — مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامان باغبان کف گل فروش ہے
لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ — یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے
یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور و سور نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے — طاقت بیداد انتظار نہین ہے
دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے — نشہ باندازۂ خمار نہین ہے
گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھکو — ہاے کہ رونے پر اختیار نہین ہے
ہم سے عبث ہے گمان رنجش خاطر — خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے
دل سے اٹھا لطف جلوہ ہائے معانی — غیر گل آئینہ بہار نہین ہے
قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے — وائے اگر عہد استوار نہین ہے

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

ہجوم غم سے یان تک سرنگونی مجھکو حاصل ہے — کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہے
رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی — سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے
وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب — چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے

پابدامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد
خار پا ہیں جوہر آئینۂ زانو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
جاں کالبد صورت دیوار میں آوے

سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر
تو اس قد دلکش سے جو گلزار میں آوے

تب ناز گراں مایگی اشک بجا ہے
جب لخت جگر دیدۂ خونبار میں آوے

دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار میں آوے

اس چشم فسوں گر کا اگر پائے اشارا
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب
اک آبلہ پا وادی پر خار میں آوے

مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تن نازک
آغوش خم حلقۂ زنار میں آوے

غارتگر ناموس نہ ہو گر ہوس زر
کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آوے

تب چاک گریباں کا مزا ہے دل نالاں
جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار میں آوے

آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہاں سے
اے وائے اگر معرض اظہار میں آوے

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے
اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوے سوال اچھا ہے

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھیے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے

قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

خضر سلطاں کو رکھے خالق اکبر سرسبز   شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی   امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خار خار الم حسرت دیدار تو ہے   شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی

مے پرستاں خم مے منہ سے لگائے ہی بنے   ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا   گر نہیں شمع سیہ خانہ لیلیٰ نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق   نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا   گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

عشرت صحبت خوباں ہی غنیمت سمجھو
نہ ہوئی غالبؔ اگر عمر طبیعی نہ سہی

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے   کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے

قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت   فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

غم زمانہ نے جھاڑی نشاط عشق کی مستی   وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذت الم آگے

خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا   کہ اسکے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے   تمہارے آئیو اے طرہ ہائے خم بخم آگے

دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہ خوں ہے   ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اسکو دم آگے

قسم جنازے پہ آنے کی میری کھاتے ہیں غالبؔ
ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے   یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے

پر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا   اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

گو سمجھتا نہیں پر حسن تلافی دیکھو   شکوۂ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے

عشق کی راہ میں ہے چرخ مکوکب کی وہ چال   سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم
آپ اٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

قطعہ

خامہ میرا کہ وہ ہے باربدِ بزمِ سخن
شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مہرِ علم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

ہر مہینے مین جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال
آستان پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

مین جو گستاخ ہون آئینِ غزل خوانی مین
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھین کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تندخو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے
وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہمارے جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ مشکبو کیا ہے

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں
چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاشکے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آہی جاتا وہ راہ پر غالبؔ
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

غیر لیں محفل میں بوسے جام کے
ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے

خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ
ہتھکنڈے ہیں چرخ نیلی فام کے

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

دل کو آنکھوں نے ستایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے

شاہ کے ہے غسل صحت کی خبر
دیکھیے کب دن پھریں حمام کے

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک
اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کہ زمیں ہو گئی ہے سر تا سر
روکش سطح چرخ مینائی

سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
بن گیا روئے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
چشم نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے باد پیمائی

کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالبؔ
شاہ دیندار نے شفا پائی

تغافل دوست ہوں میرا دماغ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلش غمزۂ خوں ریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری

کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار — مگر آشفتہ بیانی میری

ہوں ز خود رفتۂ بیدائے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری

متقابل ہے مقابل میرا — رک گیا دیکھ روانی میری

قدر سنگ سر رہ رکھتا ہوں — سخت ارزاں ہے گرانی میری

گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں — صرصر شوق ہے بانی میری

دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا — کھل گئی ہیچمدانی میری

کر دیا ضعف نے عاجز غالب

ننگ پیری ہے جوانی میری

نقش نازِ بتِ طناز بآغوشِ رقیب — پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے — غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع — شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے — ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

واں کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر — یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے — جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی — لکھ دیجیو یا رب اسے قسمت میں عدو کی

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور — دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے — یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

دشنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو — خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب

حسرت میں رہے ایک بت عربدہ جو کی

سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم — حیراں کیے ہوئے ہیں دل بے قرار کے

نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسدؔ
ہے چراغان خس و خاشاکِ گلستان مجھ سے

نکتہ چین ہے غمِ دل اُسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

مین بلاتا تو ہون اس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا
ہاتھ آوین تو انھین ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے
پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ رہے
تم کو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے
صبح کے مانند زخمِ دل گریبانی کرے

جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال
دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

ہے شکستن سے بھی دل نومید یا رب کب تلک
آبگینہ کوہ پر عرضِ گران جانی کرے

میکدہ گر چشمِ مستِ ناز سے پاوے شکست
موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِ عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے
ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہم کو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہین جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پانون پھول گئے
کہا جو اُس نے ذرا میرے پانون داب تو دے

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے — مرا سر رنجِ بالیں ہے مرا تن بارِ بستر ہے
سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نور العین دامن ہے — دلِ بے دست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے
خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آئے ہو — فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے
بطوفاں گاہ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی — شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے
ابھی آتی ہے بو بالش سے اُسکی زلفِ مشکیں کی — ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

کہوں کیا دل کی حالت کیا ہے ہجرِ یار میں غالب
کہ بے تابی سے ہر اک تارِ بستر خارِ بستر ہے

خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے — غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے
سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشو و نما غالب — اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے — نالہ پابندِ نے نہیں ہے
کیوں بوتے ہیں باغباں تونبے — گر باغ گدائے مے نہیں ہے
ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے — پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی — ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے
شادی سے گذر کہ غم نہ ہووے — اردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے
کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد — مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب
آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا — کہ اس میں ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے
بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی — وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے — مرتے ہیں ولے ان کی تمنا نہیں کرتے
در پردہ انہیں غیر سے ہے ربطِ نہانی — ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردا نہیں کرتے
یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے — غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ — خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملے — کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالین ہے
بجا ہے گر نہ سنے نالہاے بلبل زار — کہ گوش گل نم شبنم سے پنبہ آگین ہے

اسدؔ ہے نزع مین چل بے وفا براے خدا
مقام ترک حجاب و داع تمکین ہے

کیون نہ ہو چشم بتان محو تغافل کیون نہ ہو — یعنی اس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے
مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائیگی — وائے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے

عارض گل دیکھ روے یار یاد آیا اسدؔ
جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

دیا ہے دل اگر اس کو بشر ہے کیا کہیے — ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے
یہ ضد کہ آج نہ آوے اور آے بن نہ رہے — قضا سے شکوہ ہمین کس قدر ہے کیا کہیے
رہے ہے یون گہ و بے گہ کہ کوے دوست کو اب — اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے
زہے کرشمہ کہ یون دے رکھا ہے ہم کو فریب — کہ بن کہے ہی انھین سب خبر ہے کیا کہیے
سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال — کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے
تمھین نہین ہے سر رشتہ وفا کا خیال — ہمارے ہاتھ مین کچھ ہے مگر ہے کیا کہیے
انھین سوال پہ زعم جنون ہے کیون لڑیے — ہمین جواب سے قطع نظر ہے کیا کہیے
حسد سزاے کمال سخن ہے کیا کیجے — ستم بہاے متاع ہنر ہے کیا کہیے

کہا ہے کس نے کہ غالبؔ برا نہین لیکن
سواے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

دیکھ کر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے — کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے
بن گیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان — مرحبا مین کیا مبارک ہے گران جانی مجھے
کیون نہ ہو بے التفاتی اس کی خاطر جمع ہے — جانتا ہے محو پرسشہاے پنہانی مجھے
میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی — لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے
بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کاشکے — اس قدر ذوق نواے مرغ بستانی مجھے

وائے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا — لیگیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

ہان نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ واہ — پھر ہوا ہے تازہ سودائے غزل خوانی مجھے

دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی
میرزا یوسف ہے غالب یوسفِ ثانی مجھے

یاد ہے شادی میں بھی ہنگامۂ یارب مجھے — سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرِ لب مجھے

ہے کشادِ خاطرِ وابستہ در رہنِ سخن — تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیئے — رشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

طبع ہے مشتاقِ لذتہائے حسرت کیا کرون — آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے — چمن میں خوشنوایانِ چمن کی آزمائش ہے

قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے — جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحان آخر — ہنوز اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

نسیمِ مصر کو کیا پیرِ کنعان کی ہواخواہی — اسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے

وہ آیا بزم میں دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے — شکیب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمائش ہے

رہے دل ہی میں تیر اچھا جگر کے پار ہو بہتر — غرض شستِ بتِ ناوک فگن کی آزمائش ہے

نہیں کچھ سبحہ و زنار کے پھندے میں گیرائی — وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

پڑا رہ اے دلِ وابستہ بیتابی سے کیا حاصل — مگر پھر تابِ زلفِ پرشکن کی آزمائش ہے

رگ و پے میں جب اترے زہرِ غم تب دیکھیے کیا ہو — ابھی تو تلخیِ کام و دہن کی آزمائش ہے

وہ آوینگے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب
نئے فتنوں میں اب چرخِ کہن کی آزمائش ہے

کبھی نیکی بھی اسکے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے — جفائیں کر کے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی
عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

اُدھر وہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے

ہوئے ہین پانون ہی پہلے نبردِ عشق مین زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھسے نہ ٹھیرا جائے ہے مجھ سے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

زبسکہ عشقِ تماشا جنون علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلیِ ندامت ہے

نہ جانون کیون کہ مٹے داغِ طعنِ بدعہدی
تجھے کہ آئینہ بھی ورطۂ ملامت ہے

بہ پیچ و تابِ ہوس سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سرِ رشتۂ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنونِ ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دے مجھے
میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اس کو دیکھ کر آ جائے رحم
وان تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے

منھ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر بہ اندازِ عتاب
کھول کر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دے مجھے

یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ مین
زلف گر بنجاؤن تو شانے مین الجھا دے مجھے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک
اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

جز نام نہین صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے

چھپتا ہے نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہون نہ کیون ہون
بیٹھا ہے بتِ آئینہ سیما مرے آگے

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

نفرت کا گمان گذرے ہے مین رشک سے گذرا
کیونکر کہون لو نام نہ اُن کا مرے آگے

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

عاشق ہون پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنون کو بُرا کہتی ہے لیلی مرے آگے

خوش ہوتے ہین پر وصل مین یون مر نہین جاتے
آئی شب ہجران تمنا مرے آگے

ہے موجزن اک قلزم خون کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالب کو بُرا کیون کہو اچھا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

وہ نیشتر سہی پر دل مین جب اتر جاوے
نگاہ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہیے

نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دل کشا کہیے

جو مدعی بنے اُس کے نہ مدعی بنیے
جو نا سزا کہے اُس کو نہ نا سزا کہیے

کہین حقیقت جانکاہی مرض لکھیے
کہین مصیبت ناسازی دوا کہیے

کبھی شکایت رنج گران نشین کیجیے
کبھی حکایت صبر گریز پا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

نہین نگار کو الفت نہو نگار تو ہے
روانی روش و مستی ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے
طراوت چمن و خوبی ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہائے مے ہوئے آلات میکشی
تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم
بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر — پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہلِ شوق کا — آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسدؔ کی نعش
دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب — شیشۂ مے سروِ سبزِ جوئبارِ نغمہ ہے
ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ دوست — واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

عرضِ نازِ شوخئ دنداں برائے خندہ ہے — دعوئ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہے
ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل — یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے
کلفتِ افسردگی کو عیشِ بیتابی حرام — ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے
شورشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں — دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

حسن بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے — آئینہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے
تاکجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن — چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی
عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سر بسر — کب تک خیالِ طرۂ لیلا کرے کوئی
افسردگی نہیں طرب انشائے التفات — ہاں درد بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی
چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی — کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی
لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل — تا چند باغبانئ صحرا کرے کوئی
ناکامئ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز — تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست — نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی
سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر — فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی
ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز — یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

بیکاری جنون کو ہے سر پیٹنے کا شغل　　جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

ابن مریم ہوا کرے کوئی　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی　　ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر　　دل مین ایسے کے جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے　　وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

نہ سنو گر برا کہے کوئی　　نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی　　بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے　　اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلہ کرے کوئی

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے　　غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

تمہاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے　　رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

سخن مین خامہ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے　　سایہ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

جوہر تیغ بہ سر چشمہ دیگر معلوم　　ہون مین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

مدعا محو تماشائے شکست دل ہے　　آئینہ خانہ مین کوئی لئے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کف خاک　　آسمان بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی مین تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے　　دیکھون اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

رونق ہوئی ہے کوکبہ شہریار کی … اترائے کیون نہ خاک سر رہگذار کی
جب اسکے دیکھنے کے لئے آئین بادشاہ … لوگون مین کیون نمونہ ہو لالہ زار کی
بھوکے نہین ہین سیر گلستان کے ہم ولے … کیونکر نہ کہائیے کہ ہوا ہے بہار کی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے … بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
ڈرے کیون میرا قاتل کیا رہیگا اسکی گردن پر … وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر یون دمبدم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن … بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے
بھرم کھل جاے ظالم تیری قامت کی درازی کا … اگر اس طرۂ پرپیچ وخم کا پیچ وخم نکلے
مگر لکھوائے کوئی اسکو خط توہم سے لکھوائے … ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھکر قلم نکلے
ہوئی اس دور مین منسوب مجھ سے بادہ آشامی … پھر آیا وہ زمانہ جو جہان مین جام جم نکلے
ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی … وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے
محبت مین نہین ہے فرق جینے اور مرنے کا … اسی کو دیکھ کر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانے کا دروازہ غالب اور کہان واعظ
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

کوہ کے ہون بار خاطر گر صدا ہو جائیے … بے تکلف اے شرار جستہ کیا ہو جائیے
بیضہ آسا ننگ بال و پر ہے یہ کنج قفس … از سر نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے … موج شراب یک مژۂ خوابناک ہے
جز زخم تیغ ناز نہین دل مین آرزو … جیب خیال بھی ترے ہاتھون سے چاک ہے

جوش جنون سے کچھ نظر آتا نہین اسد
صحرا ہماری آنکھ مین یک مشت خاک ہے

لب عیسی کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی … قیامت کشتۂ لعل بتان کا خواب سنگین ہے

آمد سیلاب طوفان صدائے آب ہے … نقش پا جو کان مین رکھتا ہے انگلی جادہ ہے
بزم مے وحشت کدہ ہے کس کی چشم مست کا … شیشے مین نبض پری پنہان ہے موج بادہ سے

ہون مین بھی تماشائی نیرنگ تمنا … مطلب نہین کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آوے

سیاہی جیسے گر جاوے دم تحریر کاغذ پر
مری قسمت مین یون تصویر ہے شبہاے ہجران کی

ہجوم نالہ حیرت عاجز عرض یک افغان ہے
خموشی ریشۂ صد نیستان سے خس بدندان ہے

تکلف برطرف ہی جانستان تر لطف بدخویان
نگاہ بے حجاب ناز تیغ تیز عریان ہے

ہوئی یہ کثرت غم سے تلف کیفیت شادی
کہ صبح عید مجھکو بدتر از چاک گریبان ہے

دل و دین نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے
کہ اس بازار مین ساغر متاع دستگردان ہے

غم آغوش بلا مین پرورش دیتا ہے عاشق کو
چراغ روشن اپنا قلزم صرصر کا مرجان ہے

خموشیون مین تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے

فشار تنگی خلوت سے بنتی ہے شبنم
صبا جو غنچے کے پردے مین جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آب تیغ نگاہ
کہ زخم روزن در سے ہوا نکلتی ہے

جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہے
نافہ دماغ آہوے دشت تتار ہے

کس کا سراغ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرش شش جہت انتظار ہے

ہی ذرہ ذرہ تنگی جا سے غبار شوق
گر دام یہ ہے وسعت صحرا شکار ہے

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارے کا مقدمہ پھر روبکار ہے

چھڑکے ہے شبنم آئینۂ برگ گل پر آب
اے عندلیب وقت وداع بہار ہے

پچ آپڑی ہے وعدہ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے پہ یان انتظار ہے

بے پردہ سوے وادی مجنون گذر نہ کر
ہر ذرے کے نقاب مین دل بیقرار ہے

اے عندلیب یک کف خس بہر آشیان
طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط
اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے

آئینہ کیون نہ دون کہ تماشا کہین جسے
ایسا کہان سے لاؤن کہ تجھ سا کہین جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال مین
گلدستۂ نگاہ سویدا کہین جسے

پھونکا ہے کس نے گوش محبت مین اے خدا
افسون انتظار تمنا کہین جسے

سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے — وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں — شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے

درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو — صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے — داغِ دلِ بے درد نظر گاہِ حیا ہے

دل خوں شدۂ کشمکشِ حسرتِ دیدار — آئینہ بدستِ بت بدستِ حنا ہے

شعلے سے نہ ہوتی ہوسِ شعلہ نے جو کی — جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق — آئینہ باندازِ گل آغوش کشا ہے

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ — اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

خو نے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو — معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

مجبوری و دعوائے گرفتاریِ الفت — دستِ تہِ سنگ آمدہ پیمانِ وفا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گذشتہ — تیغِ ستم آئینۂ تصویر نما ہے

اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تاب ادھر بھی — سائے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد — یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

بیگانگیِ خلق سے بیدل نہ ہو غالب — کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی — قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں — پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا — گویا ابھی سنی نہیں آواز صور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج — اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں — کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب — آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اس قدر کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین

حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

غم کھانے مین بودا دلِ ناکام بہت ہے یہ رنج کہ کم ہے مےِ گلفام بہت ہے

کہتے ہوے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ ہے یون کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین گوشے مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے

ہین اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازان پابستگیِ رسم و رہِ عام بہت ہے

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے

ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ اُن کو انکار نہین اور مجھے ابرام بہت ہے

خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے

شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوے جوشِ قدح سے بزم چراغان کیے ہوے

کرتا ہون جمع پھر جگرِ لخت لخت کو عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگان کیے ہوے

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم برسون ہوے ہین چاک گریبان کیے ہوے

پھر گرمِ نالہ ہاے شرربار ہے نفس مدت ہوئی ہے سیرِ چراغان کیے ہوے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوے

پھر بھر رہا ہون خامۂ مژگان بخونِ دل سازِ چمن طرازیِ دامان کیے ہوے

باہم دگر ہوے ہین دل و دیدہ پھر رقیب نظارہ و خیال کا سامان کیے ہوے

دل پھر طوافِ کوے ملامت کو جاے ہے پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب عرضِ متاعِ عقل و دل و جان کیے ہوے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوے

پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا — جان نذر دلفریبی عنوان کیے ہوے
مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس — زلف سیاہ رُخ پہ پریشان کیے ہوے
چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو — سُرمے سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوے
اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ — چہرہ فروغ مے سے گلستان کیے ہوے
پھر جی مین ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہین — سر زیر بار منت دربان کیے ہوے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفان کیے ہوے

نوید امن ہے بیداد دوست جان کیلیے — رہی نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہے — رکھون کچھ اپنی بھی مژگان خون فشان کے لیے
وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر — نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لیے
رہا بلا مین بھی مین مبتلاے آفت رشک — بلاے جان ہے ادا تیری اک جہان کے لیے
فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ مین ہی نہین — دراز دستی قاتل کے امتحان کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر — کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آے — اٹھا اور اٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے
بقدر شوق نہین ظرف تنگناے غزل — کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیان کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے — بنا ہے عیش تجمل حسین خان کے لیے
زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے
نصیر دولت دین اور معین ملت و ملک — بنا ہے چرخ بریں جس کے آستان کے لیے
زمانہ عہد مین اُس کے ہے محو آرائش — بنین گے اور ستارے اب آسمان کے لیے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے — سفینہ چاہیے اس بحر بیکران کے لیے

اداے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلاے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے

آغاز قصائد

قصیدہ اول

"در منقبت"

ساز یک ذرہ نہین فیض چمن سے بیکار — سایۂ لالۂ بے داغ سویدائے بہار
مستی باد صبا سے ہے بعرض سبزہ — ریزۂ شیشۂ مے جوہر تیغ کہسار
سبز ہے جام زمرد کی طرح داغ پلنگ — تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روئے شرار
مستی ابر سے گلچین طرب ہے حسرت — کہ اس آغوش مین ممکن ہے دو عالم کا فشار
کوہ و صحرا ہمہ معموری شوق بلبل — راہ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار
سونپے ہے فیض ہوا صورت مژگان یتیم — سر نوشت دو جہان ابر بیک سطر غبار
کاٹ کر پھینکیے ناخن تو باندازِ ہلال — قوت نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار
کف ہر خاک بہ گردون شدہ قمری پرواز — دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار
میکدے مین ہو اگر آرزوئے گل چینی — بھول جا یک قدح بادہ بہ طاق گلزار
موج گل ڈھونڈھ بخلوت کدۂ غنچۂ باغ — گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار
کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر — سبزہ مثل خط نوخیز ہو خط پرکار
لعل سے کی ہے پئے زمزمۂ مدحت شاہ — طوطی سبزۂ کہسار نے پیدا منقار
وہ شہنشاہ کہ جس کی پئے تعمیر سرا — چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار
فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور — رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار
سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام — رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار
وان کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ — وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار
خاک صحرائے نجف جوہر سیر عرفا — چشم نقش قدم آئینۂ بخت بیدار

ذرہ اس گرد کا خورشید کو آئینہ ناز
گرد اس دشت کی امید کو احرام بہار

آفرینش کو ہے واں سے طلب مستی ناز
عرض خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمع شبستان بہار
دل پروانہ چراغاں پر بلبل گلزار

شکل طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز
ذوق میں جلوے کے تیرے بہوائے دیدار

تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردون
سلک اختر میں مہ نو مژہ گوہر بار

ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استظہار

مدح میں تیری نہاں زمزمۂ نعت نبی
جام سے تیرے عیاں بادۂ جوش اسرار

جوہر دست دعا آئینہ یعنی تاثیر
یک طرف نازش مژگان و دگر سو غم خار

مردمک سے ہو عزاخانۂ اقبال نگاہ
خاک در کی تری جو چشم نہو آئینہ دار

دشمن آل نبی کو بطرب خانۂ دہر
عرض خمیازۂ سیلاب ہو طاق دیوار

دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک پرتو شوق
فیض معنی سے خط ساغر راقم سرشار

قصیدہ

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہوتا خودبیں

بیدلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بم ہستی و عدم
لغو ہے آئینۂ فرق جنون و تمکیں

نقش معنی ہمہ خمیازۂ عرض صورت
سخن حق ہمہ پیمانۂ ذوق تحسیں

لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم
درد یک ساغر غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں

مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم
صورت نقش قدم خاک بفرق تمکیں

عشق بے ربطی شیرازۂ اجزائے حواس
وصل زنگار رخ آئینۂ حسن یقیں

کوہکن گرسنہ مزدور طرب گاہ رقیب — بے ستون آئینۂ خواب گران شیرین
کس نے دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز — کس نے پایا اثر نالۂ دلہاے حزین
سامع زمزمۂ اہل جہان ہون لیکن — نہ سر و برگ ستایش نہ دماغ نفرین
کسقدر ہرزہ سرا ہون کو عیاذاً باللہ — یک قلم خارج آداب وقار و تمکین
نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیان تحریر — یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قرین
مظہر فیض خدا جان و دل ختم رسل — قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقین
ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرم خرام — ہر کف خاک ہو وان گردۂ تصویر زمین
جلوہ پرداز ہو نقش قدم اس کا جس جا — وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امین
نسبت نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے — ابداً پشت فلک خم شدۂ ناز زمین
فیض خلق اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا — بوے گل سے نفس باد صبا عطر آگین
برش تیغ کا اس کی ہے جہان مین چرچا — قطع ہو جاے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین
کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے — رنگ عاشق کی طرح رونق بتخانۂ چین
جان پناہا دل و جان فیض رسانا شاہا — وصی ختم رسل تو ہے بفتواے یقین
جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر — نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین
کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب — شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین
آستان پر ہے ترے جوہر آئینۂ سنگ — رقم بندگی حضرت جبریل امین
تیرے در کے لیے اسباب نثار آمادہ — خاکیون کو جو خدا نے دیے جان و دل و دین
تیری مدحت کے لیے ہین دل و جان کام و زبان — تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم دست و جبین
کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا — کس سے ہو سکتی ہے آرایش فردوس برین
جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد — کہ سوا تیرے کوئی اسکا خریدار نہین
شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب — ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقین
دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول — کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین
غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز — کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

طبع کو الفت دلدل میں یہ سرگرمی شوق | کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبیں
دل الفت نسب و سینہ توحید فضا | نگہ جلوہ پرست و نفس صدق گزیں

صرف اعدا اثر شعلہ و دود دوزخ
وقف احباب گل و سنبل فردوس بریں

قصیدہ

ہاں مہ نو سنیں ہم اس کا نام | جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دم صبح | یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہاں رہا غائب | بندہ عاجز ہے گردش ایام
اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا | آسمان نے بچھا رکھا تھا دام
مرحبا اے سرور خاص خواص | حبذا اے نشاط عام عوام
عذر میں تین دن نہ آنے کے | لے کے آیا ہے عید کا پیغام
اس کو بھولا نہ چاہیئے کہنا | صبح جو جائے اور آئے شام
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا | تیرا آغاز اور ترا انجام
راز دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے | مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نمام
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں | ایک ہی ہے امید گاہ انام
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش | غالب اس کا مگر نہیں ہے غلام
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو | تب کہا ہے بطرز استفہام
مہر تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ | قرب ہر روزہ بر سبیل دوام
تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا (ق) | جز بہ تقریب عید ماہ صیام
جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو | پھر بنا چاہتا ہے ماہ تمام
ماہ بن ماہتاب بن میں کون | مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے | اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص　　گر تجھے ہے امید رحمت عام

جو کہ بخشے گا تجھکو فر فروغ　　کیا نہ دے گا مجھے مے گل فام

جبکہ چودہ منازل فلکی　　کر چکے قطع تیری تیزیِ گام

تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر　　کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز　　اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا　　توسن طبع چاہتا تھا لگام

غزل

زہر غم کر چکا تھا میرا کام　　تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن　　غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے　　کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

کعبے مین جا بجائین گے ناقوس　　اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

اس قدح کا ہے دور مجھکو نقد　　چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام

بوسہ دینے مین ان کو ہے انکار　　دل کے لینے مین جن کو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ ان کو غصہ آئے
کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

کہہ چکا مین تو سب کچھ اب تو کہہ　　اے پری چہرہ پیک تیز خرام

کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا　　ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

تو نہین جانتا تو مجھ سے سن　　نام شاہنشہ بلند مقام

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ　　مظہر ذوالجلال والاکرام

شہسوار طریقۂ انصاف　　نوبہار حدیقہ اسلام

جس کا ہر فعل صورت اعجاز　　جس کا ہر قول معنی الہام

بزم مین میزبان قیصر و جم　　رزم مین اوستاد رستم و سام

اے ترا لطف زندگی افزا　　اے ترا عہد فرخی فرجام

چشم بد دور خسروانہ شکوہ　　لوحش اللہ عارفانہ کلام

جان نثارون مین تیرے قیصرِ روم — جرعہ خوارون مین تیرے مرشدِ جام
وارثِ ملک جانتے ہین تجھے — ایرج و تور و خسرو و بہرام
زورِ بازو مین مانتے ہین تجھے — گیو و گودرز و بیژن و رہام
مرحبا موشگافیِ ناوک — ق — آفرین آبداریِ صمصام
تیر کو تیرے تیرِ غیر ہدف — تیغ کو تیری تیغِ خصم نیام
رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند — برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے فیلِ گران جسد کی صدا — تیرے رخشِ سبک عنان کا خرام
فنِ صورت گری مین تیرا گرز — ق — گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام
اس کے مضروب کے سر و تن سے — کیون نمایان ہو صورتِ ادغام
جب ازل مین رقم پذیر ہوے — صفحہ ہاے لیالی و ایام
اور ان اوراق مین بہ کلکِ قضا — مجملاً مندرج ہوے احکام
لکھ دیا شاہدون کو عاشق کش — لکھ دیا عاشقون کو دشمن کام
آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبدِ تیز گردِ نیلی فام
حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام
آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام
مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز — ماہِ تابان کا نام شحنۂ شام
تیری توقیعِ سلطنت کو بھی — دی بدستور صورتِ ارقام
کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم — اس رقم کو دیا طرازِ دوام
ہے ازل سے روائیِ آغاز — ہو ابد تک رسائیِ انجام

قصیدہ

صبح دم دروازۂ خاور کھلا — مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف مین — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا

سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو
موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا

صبح آیا جانبِ مشرق نظر
اک نگارِ آتشیں رخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب ردِ سحر
بادۂ گل رنگ کا ساغر کھلا

لا کے ساقی نے صبوحی کے لیے
رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا

بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

تاجِ زریں مہرِ تاباں سے سوا
خسروِ آفاق کے منہ پر کھلا

شاہِ روشن دل بہادر شہ کہ ہے
رازِ ہستی اس پہ سر تا سر کھلا

وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں
مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے
عقدۂ احکامِ پیغمبر کھلا

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام
اس کے سرہنگوں کا جب دفتر کھلا

روشناسوں کی جہاں فہرست ہے
واں لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

ق

توسنِ شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب
تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا

نقشِ پا کی صورتیں وہ دلفریب
تو کہے بت خانۂ آزر کھلا

مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
منصبِ مہر و مہ و محور کھلا

تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید
کس نے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا

لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک
میری حدِ وسع سے باہر کھلا

باغِ معنی کی دکھاؤں گا بہار
مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا

ہو جہاں گرمِ غزل خوانی نفس
لوگ جانیں طبلۂ عنبر کھلا

غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا
کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا

ہم پکاریں اور کھلے یوں کون جائے — یار کا دروازہ پاویں گر کھُلا

ہم کو ہے اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہے راز دشمن پر کھُلا

واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھُلا

ہاتھ سے رکھدی کب ابرو نے کمان — کب کمر سے غمزے کی خنجر کھُلا

مفت کا کس کو بُرا ہے بدرقہ — رہ روی میں پردۂ رہبر کھُلا

سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک — آگ بھڑکی مینہ اگر دم بھر کھُلا

نامے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ — رہ گیا خط میری چھاتی پر کھُلا

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھُلا

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال — پھر مہ و خورشید کا دفتر کھُلا

خامے نے پائی طبیعت سے مدد — بادبان کے اٹھتے ہی لنگر کھُلا

مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ — یان عرض سے رتبۂ جوہر کھُلا

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایتِ لشکر کھُلا

بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوے پایۂ منبر کھُلا

سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیارِ آبروے زر کھُلا

شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآلِ سعیِ اسکندر کھُلا

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریبِ طغرل و سنجر کھُلا

ہو سکے کیا مدح ہاں اک نام ہے — دفترِ مدحِ جہان داور کھُلا

فکر اچھی پر ستایش ناتمام — عجزِ اعجازِ ستایش گر کھُلا

جانتا ہوں ہے خطِ لوحِ ازل — تم پہ اے خاقانِ نام آور کھُلا

تم کرو صاحبقرانی جب تلک — ہے طلسمِ روز و شب کا در کھُلا

در صفتِ انبہ

ہان دل دردمند زمزمہ ساز — کیون نہ کھولے درِ خزینہ راز

خامے کا صفحے پر روان ہونا — شاخ گل کا ہے گل فشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے — نکتہ ہاے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جاے — خامہ نخل رطب فشان ہو جاے

آم کا کون مرد میدان ہے — ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان — آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمہین خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اسمین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئے تب ہو اسکی بہار

اور دوڑایئے قیاس کہان — جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجود غمگینی

جان دینے مین اس کو یکتا جان — پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان

نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر — کہ دواخانۂ ازل مین مگر

آتش گل پہ قند کا ہے قوام — شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام

یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے — باغبانون نے باغ جنت سے

انگبین کے بحکم رب الناس — بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات — مدتون تک دیا ہے آب حیات

تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پہ کہان بو باس

آم کو دیکھتا اگر اک بار — پھینک دیتا طلاے دست افشار

رونق کارگاہ برگ و نوا — نازش دودمان آب و ہوا

رہ رو راہ خلد کا توشہ — طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم — ناز پروردۂ بہار ہے آم

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو — نو برِ نخل باغ سلطان ہو

وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اسکے ہے حمایت عہد

فخر دین عز شان و جاہِ جلال — زینت طینت و جمال کمال

کار فرمائے دین و دولت و بخت — چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

سایہ اس کا ہما کا سایہ ہے — خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے

اے مفیض وجود سایہ و نور — جب تلک ہے نمود سایہ و نور

اس خداوند بندہ پرور کو — وارث گنج و تخت و افسر کو

شاد و دل شاد و شادمان رکھیو
اور غالب پہ مہربان رکھیو

قطعات

اے شہنشاہِ فلک منظر بے مثل و نظیر — اے جہان دار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل

پانون سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ — فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

تیرا اندازِ سخن شانۂ زلف الہام — تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

تجھ سے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم — تجھ سے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

بہ سخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ — بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توفیر — تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل

ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر — زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین — تیری بخشش مری انجاح مقاصد کی کفیل

تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی نوید — تیرا اندازِ تغافل مرے مرنے کی دلیل

بخت ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھکو امان — چرخ کج باز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

پیچھے ڈالی ہے سر رشتۂ اوقات مین گانٹھ | پہلے ٹھونکی ہے بن ناخن تدبیر مین کیل
تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم | کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل
در معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی | غم گیتی سے مرا سینہ امر کی زنبیل
فکر میری گہر اندوز اشارات کثیر | کلک میری رقم آموز عبارات قلیل
میرے اوہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح | میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل
نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف | جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

قبلۂ کون و مکان خستہ نوازی مین یہ دیر
کعبۂ امن و امان عقدہ کشائی مین یہ ڈھیل

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیرون کی وفاداری | کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مل جاؤ | قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہین کیون ہم نہ کہتے تھے

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین | اک تیر میرے سینے مین مارا کہ ہائے ہائے
وہ سبزہ زار ہائے مطرا کہ ہے غضب | وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہائے ہائے
صبر آزما وہ ان کی نگاہین کہ حف نظر | طاقت ربا وہ ان کا اشارا کہ ہائے ہائے
وہ میوہ ہائے تازہ و شیرین کہ واہ واہ | وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی | زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بہ دندان کہ اسے کیا لکھیے | ناطقہ سر بہ گریبان کہ اسے کیا کہیے
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے | حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیے
مسی آلود سر انگشت حسینان لکھیے | داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے
خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے | سر پستان پری زاد سے مانا کہیے
اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجیے | خال مشکین رخ دلکش لیلا کہیے
حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض | نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے
وضع مین اس کو اگر سمجھیے قاف تریاق | رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز | میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے — کیون اسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے

کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجیے — کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے

کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلا لکھیے — کیون اسے نقش پے ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجیے فرض — اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

قطعہ

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور والا نے — مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر — جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گذارش احوال واقعی — اپنا بیان حسن طبیعت نہین مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر — سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ ہان اس سے مدعا — جز انبساط خاطر حضرت نہین مجھے

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر — دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات — مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے

روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین — ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا — باندھ شہزادے جوان بخت کے سر پر سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے — ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ — مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہون گے موتی
ورنہ کیون لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کیے ہون گے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

رخ پہ دولھا کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا
ہے رگِ ابرِ گہربار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی مین اترائین نہ موتی کہ ہمین ہین اک چیز
چاہیے پھولون کا بھی ایک مقرر سہرا

جب کہ اپنے مین سماوین نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولون کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطان کی چمک
کیون نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا

تارِ ریشم کا نہین ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گرانباریِ گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین
دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

نصرت الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے
تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
رونقِ بزمِ مہ و مہر تری ذات سے ہے

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

خستگی کا ہو بھلا جس کے سبب سے سردست
نسبت اک گونہ مرے دل کو ترے ہات سے ہے

ہاتھ مین تیرے رہے توسنِ دولت کی عنان
یہ دعا شام و سحر قاضیِ حاجات سے ہے

تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا
گو شرف خضر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہے

اس پہ گذرے نہ گمان ریو و ریا کا زنہار
غالبِ خاک نشین اہلِ خرابات سے ہے

متفرقات

ہے چار شنبہ آخرِ ماہِ صفر چلو
رکھ دین چمن مین بھر کے مئے مشک بو کی ناند

جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست
سبزے کو روندتا پھرے پھولون کو جائے پھاند

غالب یہ کیا بیان ہے بجز مدحِ بادشاہ
بھاتی نہین ہے اب مجھے کوئی نوشت و خواند

بٹتے ہیں سونے روپے کے چھلے حضور میں / ہے جن کے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند
یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے / لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

در مدح شاہ

اے شاہ جہانگیر جہاں بخش جہاں دار / ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو / تو وا کرے اس عقدے کو سو بھی باشارت
ممکن ہے کرے خضر سکندر سے ترا ذکر / گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوان سے طہارت
آصف کو سلیماں کی وزارت سے شرف تھا / ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
ہے نقش مریدی ترا فرمان الٰہی / ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت
تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان / تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈے نہ ملے موجۂ دریا میں روانی / باقی نہ رہے آتش سوزاں میں حرارت
ہے گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں توغل / ہے گرچہ مجھے سحر طرازی میں مہارت
کیونکر نہ کروں مدح کو میں ختم دعا پر / قاصر ہے ستائش سے تری میری عبارت
نو روز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہیں / نظارگی صنعت حق اہل بصارت

تجھ کو شرف مہر جہاں تاب مبارک
غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

قطعہ

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو / اس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو / روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہ آسمان اورنگ / اے جہاندار آفتاب آثار

تھا مین اک بے نوائے گوشہ نشین — تھا مین اک دردمند سینہ فگار

تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی — ہوئی وہ میری گرمی بازار

کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچیز — روشناس ثوابت و سیار

گرچہ از روئے ننگ بے ہنری — ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی — جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون — بادشہ کا غلام کارگذار

خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر — نسبتین ہو گئین مشخص چار

نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون — مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین — ذوق آرایش سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر — تا نہ دے باد زمہریر آزار

کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہین ہے اب کی سال — کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ — بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی ۔ وقنا ربنا عذاب النار ٭

آگ تاپے کہان تلک انسان — دھوپ کھاوے کہان تلک جاندار

میری تنخواہ جو مقرر ہے — اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہون بقید حیات — اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

بسکہ لیتا ہون ہر مہینے قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہین زمانے مین — شاعر نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سنیے — ہے زبان میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجیے — ہے قلم میری ابر گوہر بار

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد
قہر ہے گر کرو نہ مجھ کو پیار

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا
آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار

میری تنخواہ کیجئے ماہ بماہ
تا نہ ہو مجھ کو زندگی دشوار

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام
شاعری سے نہیں مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

قطعات

سیہ گلیم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے
جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے

ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آپڑی
مجھ پہ کیا گذرے گی اتنے روز حاضر بن ہوئے

تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد
تین مسہل تین تبریدیں یہ سب کتنے دن ہوئے

خجستہ انجمن طوے میرزا جعفر
کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ

ہوئی ہے ایسی ہی فرخندہ سال میں غالب
۱۸۵۴ نہ کیوں ہو مادۂ سال عیسوی محظوظ

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
ہوا بزم طرب میں رقص ناہید

کہا غالب سے تاریخ اس کی کیا ہے
تو بولا انشراح جشن جمشید

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں
دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں

کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام
اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

رباعی

بعد از اتمام بزم عید اطفال
ایام جوانی رہے ساغر کش حال

آپہنچے ہیں تا سواد اقلیم عدم
اے عمر گذشتہ یک قدم استقبال

شب زلف و رخ عرق فشاں کا غم تھا
کیا شرح کروں کہ طرفہ تر عالم تھا

رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشک دیدۂ پرنم تھا

آتش بازی ہے جیسے شغل اطفال
ہے سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال

تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی
لڑکوں کے لئے گیا ہے کیا کھیل نکال

دل تھا کہ جو جانِ دردِ تمہید سہی
بے تابیِ رشک و حسرتِ دید سہی
ہم اور فسردن اے تجلی افسوس
تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

ہے خلق حسد قماش لڑنے کیلیے
وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی ہر بار صورتِ کاغذِ باد
ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

دل سخت نژند ہو گیا ہے گویا
اس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں
غالب منہ بند ہو گیا ہے گویا

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب
دل رک رک کر بند ہو گیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں
سونا سوگند ہو گیا ہے غالب

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سن سن کے اسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

بھیجی ہے جو مجھکو شاہِ جم جاہ نے دال
ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال
ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم
آثارِ جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی باہم
ہے اب کی شبِ قدر و دوالی باہم

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے
تا شاہ شیوعِ دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتۂ عمر میں گانٹھ
ہے صفر کہ افزائشِ اعداد کرے

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا
اتنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا
ہر سیکڑے کو ایک گرہ فرض کریں
ایسی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا

کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں
عشاق کی پرسش سے اسے عار نہیں
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہوگا
کیونکر مانوں کہ اس میں تلوار نہیں

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے
کرتے ہیں درنگ کام کرنے والے
کہتے ہیں کہیں خدا سے اللہ اللہ
وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے

سامان خور و خواب کہاں سے لاؤں — آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ مرا ایمان ہے غالبؔ لیکن — خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں
ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے — بھیجے ہیں جو ارمغاں شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائیں سو بار — فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

ضمیمہ

(غزل)

لطف نظارۂ قاتل دم بسمل آئے — جان جائے تو بلا سے پہ کہیں دل آئے
ان کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گذری — دوست جو ساتھ مرے تا لب ساحل آئے
وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو اے شیخ — ساتھ حجاج کے اکثر کئی منزل آئے
آئیں جس بزم میں وہ لوگ پکار اٹھتے ہیں — لو وہ برہم زن ہنگامۂ محفل آئے
دیدہ خونبار ہے مدت سے و لے آج ندیم — دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے
سامنا حور و پری نے نہ کیا ہے نہ کریں — عکس تیرا ہی مگر تیرے مقابل آئے

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب
آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

غزل دیگر

میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی — تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
تم ہو بت پھر تمہیں پندار خدائی کیوں ہے — تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی
خلد میں ہے تو دوزخ بھی ملا دیں یارب — سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
ہم سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی — ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

جاتا ہوں جدھر اٹھتی ہے سب کی ادھر انگشت — یکدست جہاں مجھ سے پھرا ہے مگر انگشت

کس قدر خاک ہوا ہے دل مجنوں یارب — نقش ہر ذرہ سویدائے بیاباں نکلا

برہنہ شرم ہے باوصف شوخی اہتمام اس کا — نگیں میں جوں شرار سنگ ناپیدا ہے نام اس کا
مسی آلودہ ہے مہر نوازش نامہ ظاہر ہے — کہ داغ آرزوئے بوسہ دیتا ہے پیام اس کا
بامید نگاہ خاص ہوں محمل کش حسرت — مبادا ہو عناں گیر تغافل لطف عام اس کا

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا
شوخیٔ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا

واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

دود کو آج اس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی
وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا

شکوۂ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا
غالب ایسے گنج کو شایاں یہی ویرانہ تھا

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے
رنگ اڑتا ہے گلستاں کے ہواداروں کا

مغروریٔ تپش ہوئی افراطِ انتظار
چشمِ کشودہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج

میرے شعر کا احوال کہوں کیا غالب
جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

مے کشی کو نہ سمجھ بے حاصل
بادہ غالب عرقِ بید نہیں

ہے نزاکت بسکہ فصلِ گل میں معمارِ چمن
قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن

ظاہر ہے میری شکل سے افسوس کے نشاں
خارِ الم سے پشت بہ دنداں گزیدہ ہوں

ہوں گرمیٔ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
میں عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ ہوں

ابر روتا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو
برق ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو

ہندوستان سایۂ گلِ پائے تخت تھا
جاہ و جلالِ عہدِ وصالِ بتاں نہ پوچھ

ہر داغِ تازہ یک دلِ داغ انتظار ہے
عرضِ فضائے سینۂ درد امتحاں نہ پوچھ

کہتا تھا کل وہ محرمِ راز اپنے سے کہ آہ
دردِ جدائیٔ اسداللہ خاں نہ پوچھ

ہجومِ ریزشِ خوں کے سبب رنگ اڑ نہیں سکتا
حنائے پنجۂ صیاد مرغِ رشتہ برپا ہے

غالب ازبسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک
آنسو کی بوند گوہرِ نایاب ہو گئی

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر
کہ چشمِ تر میں ہر اک پارۂ دل پائے درگل ہے

کمالِ حسن اگر موقوفِ اندازِ تغافل ہو
تکلف برطرف تجھ سے تری تصویر بہتر ہے

حیراں ہوں شوخیٔ رگِ یاقوت دیکھ کر
یاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برابر ہے

قاضی القضاۃ کلکتہ مولوی سراج الدین علیخان مرحوم ہوگلی کی فرمائش پر مرزا نے اپنے دیوان اردو و فارسی کا خود انتخاب کیا اس کا نام "گل رعنا" رکھا تھا، راقم کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے چنانچہ یہ اشعار بھی اسی سے نقل کئے گئے ہیں۔ حسرت

انتخاب دیوان مجروح

یان کیون نہ سائبان ہو نور الہ کا
روضہ ہے یہ جناب رسالت پناہ کا

محشر مین دیکھ جوش شفاعت حضور کا
طاعت بھی ڈھونڈتی ہے وسیلہ گناہ کا

شق قمر بھی انسے کیا رد شمس بھی
مالک شہ رسل ہے سپید و سیاہ کا

رحمت بہانہ جو ہے گنہگار کے لئے
بخشش ہے وان جواب لب عذر خواہ کا

مجروح سر کو قیصر و دارا سے کیون جھکائے
یہ بھی تو ہے غلام شہ دین پناہ کا

وہ جاتے ہین دامن بچائے ہوئے
تجھے جرأت شوق کیا ہو گیا

نہ وہ نالونکی شورش ہے نہ غل ہے آہ و زاری کا
وہ اب پہلا سا ہنگامہ نہین ہے بیقراری کا

طلب کیسی بلانا کیا وہان خود جا پہنچتے ہین
اگر عالم یہی چندے رہا بے اختیاری کا

سر اک شے کا ہے اندازہ مگر پایان نہین ہرگز
تری غفلت شعاری کا مری امیدواری کا

ہے کس لئے یہ تاک جھانک کہ خالی نہین ہے یہ
سوراخ در سے آپ کا ہر بار وہ جھانکنا

بے محل وعدہ قتل کا نہ ہوا
ظلم بھی حسب مدعا نہ ہوا

روکنا اوسکا سہل تھا لیکن
شوق ہی جرأت آزما نہ ہوا

نہ ہوی دل، جگر کے پار ہوا
تیر تو آپ کا خطا نہ ہوا

ہم بھی پابند وضع تھے کتنے
مر گئے اور لبپہ گلا نہ ہوا

اوسکے تمکین ناز سے مجروح
لطف کچھ چھیڑ چھاڑ کا نہ ہوا

غیرونکو بھلا سمجھے اور مجھکو برا جانا
سمجھے بھی تو کیا سمجھے جانا بھی تو کیا جانا

اک عمر کے دکھیا ہے سوتے ہین فراغت سے
اے غلغلۂ محشر ہم کو نہ جگا جانا

کچھ عرض تمنا مین شکوا نہ ستم کا تھا
مینے تو کہا کیا تھا اور آپنے کیا جانا

اک شب نہ اوسکو لائے کچھ رنگ نہ دکھلائے
اک شور قیامت ہی نالون نے اوٹھا جانا

چلمن کا اولٹ جانا ظاہر کا بہانہ ہے
اونکو تو بہر صورت اک جلوہ دکھا جانا

ہر دم لطف نہ اوسکے چاہی سو ستم کرے — اوسنے دل عاشق کو مجبور وفا جانا
مجروح ہم ہوے مائل کس آفت دوراں پر — اے حضرت من تم نے دل ہی نہ لگا جانا

ہجر میں طرفہ ماجرا دیکھا — زیست میں موت کا مزا دیکھا
ہجر سے رنج وصل کی راحت — لطف ہر ایک کا جدا دیکھا
ہر نفس اک مردہ ہے زندہ — کس کا یہ روے جانفزا دیکھا
عشق بیگانہ وار کے صدقے — دلکو جس میں نہ آشنا دیکھا
جان ہی مفت میں گئی مجروح — دل لگانیکا کچھ مزا دیکھا

گو سراک حال تجو دان سے چھپایا جاتا — رنگ محفل کا برا اچھا نہیں پایا جاتا
غم کے کھانے سے فراغت ہی نہیں ہے ورنہ — ہمسے کیا زہر بھی فرقت میں نہ کھایا جاتا
حامل بار امانت فقط انسان ٹھہرا — سچ ہے یہ بار کسی سے نہ اٹھایا جاتا
بھولے بھولے سے جو رہتے ہو کہو خیر تو ہے — یہ تو کچھ عشق کا انداز ہے پایا جاتا
لینہ بیچو ار سے ہے مجروح یہ کیون کر مانون — وضع سے اوسکی تو ایسا نہیں پایا جاتا

عدو پر ہے یہ لطف دمبدم کیا — ہوے ہو آپکے قول و قسم کیا
وہ میری لاش پر بولے یہ سنکر — بھلا صاحب نہیں رہتے ہو دم کیا
معطر ہیں غضب جھونکے ہوا کے — کھلی ہے اونکی زلف خم بخم کیا
نہ ملنے کی قسم کھائی تو بولے — ایسے تو کیا ہے اور تیری قسم کیا
کہا سچ حضرت ناظم نے مجروح — ہماری زندگی کیا اور ہم کیا

کل نشہ میں تھا وہ بت مسجد میں گرا جاتا — ایمان سے کہو یارو پھر کس سے رہا جاتا
ہم دوڑ کے جو جا بیٹھے گرنے کو اوٹھا لیتے — اک دم کو جو یاں آتے تو آپکا کیا جاتا
بیٹھے گئے کہ ہم بیمار ان اوسکو آتا ہی نہیں ورنہ — محشر سے تو سو فتنے وہ دم میں اٹھا جاتا
ابتدا میں یہ پایا ہیں اپنا مقدر سا اگر ہوتا — میں رسم تعشق کو دنیا سے اوٹھا جاتا
اچھا ہوا محفل میں مجروح نہ کچھ بولا — وہ حال اگر کہتا تو کس سے سنا جاتا

اوس سے ملنے کے کچھ نہیں اسباب — وہ تغافل شعار وہ میں بیتاب

ابر کی تیرگی مین ہمکو تو | سوجھتا کچھ نہین سوائے شراب
بوسہ مانگا تو یہ جواب ملا | سیکھیے پہلے عشق کے آداب
اوسکو پھرتا ہے ڈھونڈھتا ہر سو | کیونکر آنکھون مین اوڑ نہ جائے خواب
سامنے اوسکے جو ٹہر جائین | نہین بنیا ہیون مین اتنی تاب
عشق کے ساتھ ہی گئے دل و دین | آگئی سیل بہ گیا اسباب
غالب آئے ہین لاؤ اے مجروح | بادہ ناب مین ملا کے گلاب

حرف خجلت لب شیرین پہ نہ لانا صاحب | بیٹھے بیٹھے کہین فتنہ نہ اوٹھانا صاحب
بعد مردن بھی یہان دست تمنا ہین بلند | پھیر لوین مرے مرقد پہ نہ آنا صاحب
کچھ قیامت تو نہین جسکا ضرور آنا ہے | چشم بد دور یہہ ہے آپکا آنا صاحب
کچھ شب وعدہ ہی مہندی کا لگانا تھا ضرور | خوب ہاتھ آپکے آیا یہ بہانا صاحب
مہر انگیز نگاہون سے ٹپکتے تھے کرم | ہائے وہ اگلی محبت کا زمانا صاحب
ہم تڑپتے رہین اور آپ نظر بھی نہ کرین | اسا کہانی کو ذرا ہون نہ جانا صاحب
رند گستاخ ہے کچھ دست درازی نہ کرے | پاس مجروح کو ہرگز نہ بٹھانا صاحب

دل بے صبر مین ہے غم کا گذار | گر تھی اس مکان کی دیوار
کیا درِ تفقد دلکو تاکا ہے | کچھ ادھر دیکھتے ہین وہ ہر بار
اوسکے اوٹھنے کے ساتھ ہی اوٹھا | فتنہ کتنا ہے تابع رفتار
تاڑتا ہے نگاہ مہمان کو | غمزہ کس قہر کا ہے چوکیدار
تو تو کچھ اور ہو گیا مجروح | وا تیرا کیا نہین کہین اے یار

ایک سے ربط ایک سے ہے بگاڑ | روز ہے وان یہی اکھاڑ پچھاڑ
کار عاشق جو ہو نکمہ نین درست | کہیے کیا آپکا ہے اسمین بگاڑ
کہتے ہو غیر جائے تو آؤن | خوب واہی ہے آپکے یہہ آڑ

حرف تم اپنی نزاکت پہ نہ لانا ہرگز | ہاتھ بیداد و ستم سے نہ اٹھانا ہرگز
تم بھی چوری کو یقین ہے نہ کہوگے اچھا | اب ہمین دیکھ کے آنکھین نہ چرانا ہرگز

یہی اندازہ تو ہین دل کے اوڑا لینے کے ۔ ادنگی تم نیچی نگاہون پہ نہ جانا ہرگز

جنس نایاب کے ہوتے ہین ہزارون گاہک ۔ تم پتہ اپنا کسی کو نہ بتانا ہرگز

جو چلا تیر ستم دل سے وہ گذرا اے چرخ ۔ تیر خالی نہ گیا کوئی نشانا ہرگز

ذکر بربادیٔ دھلی کا سنا کر ہمدم ۔ نشتر زخم کہین پہ نہ لگانا ہرگز

وہ تو باقی ہی نہین جن سے کہ دہلی تھی مراد ۔ دہو کا اب نام پہ دہلی کے نہ کھانا ہرگز

گیتی افروز اگر حضرت نیر رکھتے ۔ اتنا تاریک تو ہوتا نہ زمانا ہرگز

اللہ اللہ وہ نواب علائی کے کلام ۔ جلسے رنگین ہین بلبل کا ترانا ہرگز

تو تو ہے انور دلکش کی جدائی کا نشان ۔ دل پر درد سے اے داغ نہ جانا ہرگز

مین ہون اک مجمع احباب کا بچھڑا گلچین ۔ مجکو گلدستہ رنگین نہ دکھانا ہرگز

جمع ہے مجمع احباب فضا ہین تیرے ۔ اے تصور یہ مرقع نہ ہٹانا ہرگز

ساقی بزم تری طرز تغافل کے نثار ۔ دور دو ملے کا بھی ادھر جام نہ لانا ہرگز

فقر حالی کے حوالی مین ذرا تم مجروح ۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد نہ بنانا ہرگز

کون پردہ مین ہے یہ زمزمہ ساز ۔ سخت دلکش ہے ساز کی آواز

قہر ہے چشم ست کا انداز ۔ سحر سمجھو اگر نہین اعجاز

آس توڑی شکستہ بالی نے ۔ خون ہو کیون نہ حسرت پرواز

دل مین کر دے دلون کو زیر و زبر ۔ قہر ہے وہ نگاہ سحر طراز

فتنہ کسکو چشم شوق کرے ۔ ایک سے ایک ہے نیا انداز

دل کہ تھا منبع فیوض ازل ۔ لٹ گیا غم سے وہ خزینہ راز

آتی ہے ساز و بانگ و مطرب سے ۔ اوسی نیرنگ ساز کی آواز

اسکا انجام کس نے دیکھا ہے ۔ جان جاتا ہے عشق کا آغاز

دلکو برباد کر نہ اے بدخو ۔ ہے یہ مجروح کا بڑا دمساز

یون ہی گذرا بہار کا یہ برس ۔ ہم اوسی طرح ہین اسیر قفس

اسمین طول امل ہزار ہزار ۔ زندگی کا مدار ایک نفس

قید مین بھی ہے ایک طرح کی ہوا
شاخ گل تک اٹک رہا ہے قفس

جلد بس ماندگان اٹھاؤ قدم
دور سے آ رہی ہے صوت جرس

مین اور اوسکی رکھائیان دیکھون
کیا کرون دل نے کر دیا بے بس

ہے یہ مجروح کی دعا غالب
تم سلامت رہو ہزار برس

کسکی بو تھی نسیم کی ہمدوش
ہم بہت دیر تک رہے بیہوش

میکدہ مین ہے ایک شاہ و گدا
یان کسیکو نہین کسی کا ہوش

اوس نگہ دیدانہ برق خرمن صبر
اوسکا جلوہ وداع طاقت و ہوش

تھا دوان سوے میکدہ مجروح
ہنسے اوس سے کہا کہ اے مدہوش

مفت مین مے جو تجکو دیدیگا ق
ایسا بیہوش کیا ہے بادہ فروش

شیخ تم جانتے ہو کیا ہے عشق
عشقبازون کا پیشوا ہے عشق

کوہ کو کام کاہ کرتی ہے
قدرت اپنی دکھا رہا ہے عشق

دل لگانے کے ہین اسی سے لطف
جان سے بھی ہمین سوا ہے عشق

جان انسان کی لینے والو مین
ایک ہے موت دوسرا ہے عشق

اوس پہ بیدرد کو دل نہ دینا
دیکھ مجروح بد بلا ہے عشق

اثر آہ کا گر دکھائین گے ہم
ابھی کھینچ کر تم کو لائین گے ہم

دز طرہ تو اے دشت آوارگی
ترا خوب خاکا اڑائین گے ہم

فسانہ ترے زلف شبرنگ کا
بڑھیگا جہانتک بڑھائین گے ہم

وہ گمراہ غیرون کے ہمراہ ہے
اوسے راہ پر کیونکر لائین گے ہم

طلسم محبت ہے عاشق کا حال
اونہین بھی یہ قصہ سنائین گے ہم

وہ نخوت سے ہین آسمان سے پرے
کہان سے اونہین ڈھونڈھ لائینگے ہم

مگر آہ یہ شورش اختر ایان
تجھے بھی کبھی آزمائین گے ہم

نہ ٹوٹیگا سر رشتہ اختلاط
وہ کھینچین گے جتنا بڑھائین گے ہم

ہمین زہر ہو جبر کی ہے کیون تلاش
شب غم مین کیا مر نہ جائین گے ہم

کہاں گھر میں مخلس کے فرش و فروش
وہ آئے تو آنکھیں بچھائیں گے ہم
عبث ہے یہ مجروح طول امل
بکھیڑے یہ سب چھوڑ جائیں گے ہم

نہ وہ برق میں ہے نہ سیماب میں
تڑپ ہے جو دل کی تب و تاب میں
مگر طعنہ دینگے کہ ہجر اور نیند
وہ بیوجہ آئے نہیں خواب میں
بیاباں کی بھی ہے سیر کرنی ضرور
سفینہ کو جانے دو گرداب میں
مداوائے زخم جگر خوب ہو
نمک بھی جو ملجائے تیزاب میں
خبر کیا کسی مرگ مجروح کی
اوداسی ہے کچھ بزم احباب میں

نہ جمشید شکل مگر دیدہ ور کہاں
نرگس میں وہ نگاہ محبت اثر کہاں
کہہ دن بھری لو دو باتوں کی پرسش دو گھڑی
تمتو کہو کہ رہتے ہو دو دو پہر کہاں
کچھ کچھ چلن ہے حشر میں رفتار یار کا
ہے وہ بھی فتنہ خیز مگر اسقدر کہاں
احسان ہے سر پہ پائے منازل نورد کا
ورنہ گذار تھا در مقصود پر کہاں
کہتا ہے مجکو دیکھ سکے کون ہیچ تو ہے
جسجا وہ ہے نگاہ کا اوس جا گذر کہاں
تھا اوسکا دیکھنا ہی سراسر خلاف عقل
کمبخت جا پڑی ہے ہماری نظر کہاں
مجروح آپ شوق سے مجھکو بتائیے
یہ پوچھے گر کوئی ہے ترے بستر کہاں

یہ بے چینیاں سر اوٹھائے ہوئے ہیں
کہ بستر پہ کانٹے بچھائے ہوئے ہیں
سر آنکھوں پہ شرمندگی ہے ہماری
یہ اعدا تو میرے بلائے ہوئے ہیں
گنہگار سمجھو بد اطوار جانو
مگر ہم اوسی کے بنائے ہوئے ہیں
تہی کرتی قالب نہ کیوں کر صراحی
وہ ساغر لبوں سے لگائے ہوئے ہیں
وہ گو آگ میں ہے برائے منت رہے
ابھی تک تو ہم دل بچائے ہوئے ہیں

ہر رنگ میں بخشش ہی کی پاتا ہوں ادا میں
اوس راحم و غفار کی رحمت پہ فدا میں
خجلت سے گناہونکی یہ دنیا میں ہے عالم
اک دوزخ جاوید میں رہتا ہوں پنہا میں
خلاق کی صنعت کا نمونہ مجھے سمجھو
ہوں اصل میں اک ذرہ خورشید نما میں
یہ تیری عنایت ہے کہ مفتاح خرد سے
اسرار نہانی کا ہوں گنجینہ کشا میں

ملجائے تو ہے شکر نہ ملجائے تو ہے صبر ۔ جون راہ رو مسلک تسلیم و رضا ہین
بویا ہی نہین کچھ تو درو خاک کرون تخم ۔ مجروح اسی سوچ مین بیٹھا ہون سدا مین

خانمان سوز ماسوا ہون مین ۔ اپنے سایہ سے بھی جدا ہون مین
دل ہر شوق گناہ سے لبریز ۔ دیکھنے ہی کو پارسا ہون مین
شارح حال دل سمجھیے مجھکو ۔ درد ہی درد ہو گیا ہون مین
آنکھ تک ڈالتا نہین گاہک ۔ کچھ عجب جنس ناروا ہون مین
کل جو مینے کہا کہ او بے مہر ۔ درد فرقت سے مر رہا ہون مین
ہنس کے بولے یہ سب بناوٹ ہے ۔ (ق) آپکو خوب جانتا ہون مین
دیکھیے کیا زخم دل لگے مجروح ۔ ہائے ہائے جو کر رہا ہون مین

جوش وحشت مین مزا کچھ سر و سامان مین نہین ۔ اوس گریبان کی کیا قدر جو دامان مین نہین
بحر مواج مین قطرہ کا سنبھلنا معلوم ۔ کچھ نہین اپنی خبر جلوۂ جانان مین نہین
دلکو شاید ترے مژگان کا تصور نہ رہا ۔ اب وہ پہلی سی کھٹک کاوش مژگان مین نہین
رہبر راہ فنا ہون مجھے کیا دیکھتے ہو ۔ قطرۂ اشک ہون اک جنبش مژگان مین نہین
در و دیوار کو توڑا ہے تیرے وحشی نے ۔ اپنے گھر مین وہ مزا ہے جو بیابان مین نہین
ہاتھ جاتا ہے گریبان کیطرف کیون مجروح ۔ غیر کا ہاتھ اگر یار کے دامان مین نہین

مری بدخوئی کے بہانے ہین ۔ رنگ کچھ اور اونکو لانے ہین
رحم اے اضطراب رحم کہ آج ۔ انکو زخم جگر دکھانے ہین
ترک ایفائے عہد کا مذکور ۔ اپنے احسان اونھین جتانے ہین
کیا ہماری نماز کیا روزہ ۔ بخشدینے کے سو بہانے ہین
قافیہ کو بدل کے اے مجروح ۔ اور اشعار کچھ سنانے ہین

کب وہ شوخی سے باز آتے ہین ۔ بات کی جا تجھے بتاتے ہین
وہ ان انکھیلیون سے آتے ہین ۔ فتنۂ خفتہ جاگ جاتے ہین
میرے مرنیکا سنکے وہ بولے ۔ کب ہم ایسے دھوکون مین آتے ہین

ہاتھ دہو بیٹھے ہیں غذا سے / ہان غم تازہ ہو تو کہاتے ہین
دل چرایا نہین تو کیون ... / چپکے چپکے وہ مسکراتے ہین
جب سے یہ سنا ہے اے مجروح / مجکو صلواتین وہ سناتے ہین

بسکہ اک جنبش رائیگان ہون مین / جتنا از ران بکون گران ہون مین
مدد اے نغمہ سنجی بلبل / کب سے گم کردہ آشیان ہون مین
تا کجا تیز گامیان بس کر / توسن شوق ہمعنان ہون مین
گرد تیتی ہے کاروان کا پتا / یادگار گذشتگان ہون مین
نہ ملا تو سکے در سے اے مجروح / دوسرا سنگ آستان ہون مین

دل کی بے چینیان گئین نہ کہین / ایک کھٹک سی رہی کہین نہ کہین
مہر کیا چیز ہے وفا کیسی / یہ تو باتین ہی اب رہین نہ کہین
خالی جائے یہ وہ بنا تو نہین / آج جائینگے وہ کہین نہ کہین
اسکا ملنا تو ہے بہت دشوار / گم ہون اس راہ مین ہمین نہ کہین
بزم سے کب ہین چھوڑنے والے / ہونگے مجروح یان کہین نہ کہین

اسکے لینے مین اضطراب نہین / آپ حیوان ہے یہ شراب نہین
دل کی گھر اپنی معاذ اللہ / وہ بھی آئے تو اسکو تاب نہین
شوخی آنکھون سے ٹپکی پڑتی ہے / گو وہ ظاہر مین بے حجاب نہین
کیا ترے لطف سے تلافی ہو / میری حسرت کا کچھ حساب نہین
کیونکہ مجروح چین آئیگا / اب تو بے تابیون کی تاب نہین

دل مین قوت جگر مین تاب کہان / اب وہ پہلا سا اضطراب کہان
وہ سمائے ہوئے ہین نظرون مین / اپنی آنکھون مین جائے خواب کہان
آنکھ نرگس کی خوب ہے لیکن / ہائے وہ چشم نیم خواب کہان
اُس تغافل شعار کو ہمدم / خط تو لکھون مگر جواب کہان
وہ نگاہین بھری ہین شوخی سے / اب نہین گنجائش حجاب کہان

کج ادائی یہ سب ہمین تک تھی — اب [illegible] وہ اسلوب کہان
در میخانہ یہ رہا مجروح — آپ جاتے ہین [illegible] جناب کہان

جانانہ بس خرد سے تھا اوس جلوہ گاہ مین — ہم دیر و کعبہ چھوڑ گئے دونون راہ مین
اوسنے ملائی آنکھ نہ گھر مین نہ راہ مین — کیونکر [illegible] ہوا ہون عدو کی نگاہ مین
بکھرے ہین پھول ادھر تو دھرے ہین ادھر کو جام — [illegible] خواب گاہ مین
جب بوسہ لیلیا تو ہنین گاہون کار کج — تو [illegible] ہو گئی ذرہ گناہ مین
توقیر بھی اگر ہے تو بیگانگی کے ساتھ — آنکھوں [illegible] پردہ رکھتے ہین مجکو نگاہ مین
وان جان کر گدا کوئی پرسان نہین مرا — کیا لطف ہے [illegible] اشتباہ مین
مجروح کہئے مین نہ ہنسون لبون تابہ کے — تم [illegible] ہو گئے ابھی آہ آہ مین

یہ جو چپکے سے آئے بیٹھے ہین — لاکھ فتنے اٹھائے بیٹھے ہین
یہ بھی کچھ جی مین آگئی ہوگی — کیا وہ میرے بھلائے بیٹھے ہین
شرم سے ہین وہ لاکھ پردے مین — گو مرے پاس آئے بیٹھے ہین

شب معراج شاہ انس و جان ہے — بہت اپنے پہ نازان آسمان ہے
جلو داری مین خود ناموس اکبر — ندا آئی کہ تو سے تر زبان ہے
وہ خوشبوئے سمن زار رسالت — معطر ساز نکہت جنان ہے
ترنم ریز ہیئے مرغان جنت — ندائے خیر مقدم کا نشان ہے
مگر ہو پائے اقدس سے سرافراز — اسی حسرت مین فرق فرقدان ہے
ندائے قرب ہی نزدیک آؤ — ہمین قوسین کی دوری گران ہے
گنہگاری سے کیون ڈرتا ہے مجروح — ترا مولا شفیع انس و جان ہے

کیا حال دل اوس شوخ ستمگر سے کہا جائے — جو جنبش لب دیکھتے ہی بات کو پا جائے
مین جادہ ستر و کے مانند پڑا ہون — شاید وہ ادھر ہو کے [illegible] آجائے تو آجائے
اس دل ہی نے سب کام بگاڑے ہین وگرنہ — وہ نالہ پہ آجائے اگر صبر کیا جائے
اس پیر ستم دیدہ کی آنکھیں سوئے در ہین — کنعان کی طرف دیکھئے کب باد صبا جائے

افسردہ یہ ہون گرمی محفل دے سمجھون
وہ شمع صفت آکے اگر مجھکو جلا جائے

مین جو کہا چھیڑ سے گھر چلئے ہمارے
کس ناز سے کہتے ہین کہ وان تیری بلا جائے

مجروح مین خوش ہوتا ہون یون آپ مین جو گم
اک کھوئی ہوئی چیز کو جیسے کوئی پا جائے

مزہ ہمکو ملتا ہے تکرار سے
وہ خوگر زیادہ ہون انکار سے

مین ظاہر مین ہون جنس کاسد ولے
مجھے پوچھ میرے خریدار سے

یہ ناز و تکبر خدا کی پناہ
اومجھتے ہین چلتے ہین رفتار سے

چلے او کہ جلدی سے دیکھیگا کون
مرا دن ہے بدتر شب تار سے

وہ اے کاش ہوتے مری عقل کی
صلاحین جو ہوتی ہین اغیار سے

کبھی ملگئین ایک دو گالیان
دھوون اور کچھ بھی ہے سرکار سے

کبھی انکا تھا آسمان پر دماغ
یہ مجروح پھرتے جو ہین خوار سے

پھول جھڑتے ہین زبس گفتار سے
محفل اوسکی کم نہین گلزار سے

نکیون تیر نظر گذرے جگر سے
کہین یہ وار رکتے ہین سپر سے

کسی سے عشق اپنا کیا چھپائین
محبت ٹپکی پڑتی ہے نظر سے

کہان کی پیروی جب قصد یہ ہو
کہ آگے بڑھکے چلئے راہ بر سے

پھنسا سکتا نہ ہمکو دانہ و دام
مگر وہ خود نکل آئے کمین سے

کہا مجھسے ہنس کر کہ پھر آئے تم
وہی رونی صورت بنائے ہوئے

کچھ ان بن ہو چلی ہے باغبان سے
بس اب نکلا ہی سمجھو گلستان سے

وہ چشم شرمگین دیکھو تو جانو
کہ سب آشوب اوٹھتے ہین یہان سے

وہ دلبر ہے بلا ہے اوسکی خواہش
مگر مین روز دل لاؤن کہان سے

مری ٹوٹی ہوئی توبہ کے ٹکڑے
کوئی لادے در پیر مغان سے

ق

کہ اوسکو جوڑ کر مین توڑ ڈالون
پھر اک جام شراب ارغوان سے

نپٹ اس بے بانگی سے خوش ہون مجروح
کہ فارغ ہوگیا سود و زیان سے

آگے سبزہ اس ستم آرا کے گذر جائے
جسکو یہ تمنا ہو کہ بے موت کے مرجائے

چھڑی ہے یہ شہوے شبِ ہجراں میں بیٹھے — کام اپنا ہی نہ آہ فلک سوز نہ کر جائے
اتنی بھی تو بیگانہ مزاجی نہ رہے — پر عشق ہے کیا دخل جو تاثیر نہ کر جائے
تشبیہ مرے حالِ پریشاں سے ہو نا — کیا ہو وہ ہنر دہ شبِ رنگ بکھر جائے
خطا ہے کیا اس کی نگہ دست سے وگرنہ — کیوں غیر کی جانب تری دزدیدہ نظر جائے
ادنٰی تو ہر اک آن و ادا تیغ ہے دل کو — بیچارہ یہ دل ایک ہو جائے تو کدھر جائے
اک کام ہمارا ہے کہ بنجائے یہ بگڑے — اک غیر کا مطلب ہے کہ بگڑے تو سنور جائے
میں جانتا ہوں کیسے گذاری ہے شبِ ہجر — یہ دل کی تسلی ہے جو کہتا ہوں گذر جائے
جو تیری گلی میں کہیں رہ نہیں سکتی — گھر سے مرے جائے شبِ ہجراں تو کدھر جائے
اچھا ہے جو ہجر روح کو رد کرے کوئی او نہکر — یہ جینے سے بیزار ہے کیا جانے کدھر جائے

منہ چھپانے لگے حیا کر کے — ہوئے بیگانہ آشنا کر کے
رہ کے مسجد میں کیا ہی گھبرایا — رات کاٹی خدا خدا کر کے
دل ہی نے دوستی خوب نگاڑی ہے — ہر گھڑی عرض مدعا کر کے
وہ تو غصہ میں آگ تھے پہلے — اور بھڑکا دیا گلا کر کے
لکھ دیا ہاتھ سے ادھر نہیں جو تیغ — یوں ہی ہر روز انتہا کر کے

ابھی ہے صدمۂ ہجراں کی گفتگو باقی — خدا کرے نہ رہے یہ بھی آرزو باقی
ہنوز شب میں آثار لطف ہیں موجود — گلِ شگفتہ میں کچھ کچھ ہے رنگ و بو باقی

جنسِ ناقص ہوں نہ لاؤ سرِ بازار مجھے — دیکھنے کا بھی نہیں آ کے خریدار مجھے
نہ تو کہنے کی اجازت ہے نہ ہے ضبط کی تاب — کیوں کیا خازنِ گنجینۂ اسرار مجھے
سب ہی کرتے ہیں محبت پہ یہ شورش کیا ہے — رحم اے عشق نہ کر جینے سے بیزار مجھے
واہ تمام ازل خوب ہی تقسیم ہوئے — حسنِ جانسوز اسے آہ شرربار مجھے
اٹھو کچھ اپنی جفا آنکھوں سے گر جاتے ہیں — خوار اتنا نہ کیا ہے آرزوئے یار مجھے
دل میں کچھ تو ہے کہ درد سوا ہے شاید — آج تو اس نے پکارا ہے کئی بار مجھے

جو کہ غیروں کو آشنا جانے — وہ بھلا غم میری کیا جانے

راز الفت چھپا ہے دلمین | لطف کیا ہے جو دوسرا جانے
فرش گل پہ جو خواب ناز مین ہو | دل کی بیچینیان وہ کیا جانے
دل تو اک چیز ہے مرا لیکن | مفت پوچھے وہ قدر کیا جانے
اونسے مجبور کا جو پوچھا حال | ہنسکے بولے مری بلا جانے

سر کو تن سے مرے جدا کیجے | یہ بھی جھگڑا ہے فیصلا کیجے
مجھ پہ تہمت صنم پرستی کی | شیخ صاحب خدا خدا کیجے
لعل کو اسکے لب سے کیا نسبت | یہ بھی ایک بات ہے سنا کیجے

تو محبت اسدانے کیا اور اثر بھی | وعدہ کیطرح پھرنے لگی اونکی نظر بھی
عاشق نہ سمجھتے تو وہ منھ کو نہ چھپاتے | کھویا دل بیتاب نے وہ لطف نظر بھی
ویرکیا کہ ہمین مرتے ہین ہان لطف تو جب ہے | تاثیر محبت جو ادھر ہو تو ادھر بھی

دلمین کیا ڈھونڈھتا ہے او بدظن
یان ترے درد کے سوا کیا ہے

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب غزلیات قدیم وجدید حالی

بسکہ بہت سی ردیفین قدیم غزلیات مین اور بہت سی جدید غزلیات مین نہین تھین۔ اسلئے ہر ایک ردیف مین دونون قسم کی غزلین ملا کر لکھدی گئی ہین۔ اور تمیز کے لئے ہر قدیم غزل کے شروع مین لفظ قدیم لکھدیا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین اندازہ کر سکین کہ قدیم وجدید غزل مین کیا فرق ہے۔

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا — اک بندہ نافرمان ہے حمد سرا تیرا

سمجھا ہی پرے تجھکو اور اک کی سجدے سے — جس قوم نے رکھا ہے انکار روا تیرا

طاعت مین ادب تیرا عصیان سے ہے گو بڑھکر — عصیان مین ہے طاعت سے اقرار سوا تیرا

آفاق مین پھیلیگی کب تک نہ مہک تیری — گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گذرتا ہے — کچھ رنگ بیان حالی ہے سب سے جدا تیرا

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا — باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

اچھوتے ہوئے ہین گو جی پر دل بندھے ہوئے ہین — ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا

بیگانگی مین حالی یہ رنگ آشنائی — سن سن کے سر دھنینگے قال اہل حال تیرا

پردہ ہو لاکھ کینۂ شمشیر و تیر بد کا — چھپتا نہین جلال تمہارے شہید کا

قفل در مراد سب اکبار کھل گئے — چھوڑا جب آرزو نے بھروسا کلید کا

دیکھا ہے جسنے عالم رحمت کو غور سے — ہے شش جہت مین محط دل ناامید کا

شرم کرم کی ہین یہی گر پردہ داریان — انجام ایک ہوگا شقی و سعید کا

تسکین نہین مشاہدہ گاہ گاہ سے — یارب یہ روزہ دار ہے مشتاق عید کا

دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر — لا تقنطوا جواب ہے ھل من مزید کا

حالی کی ہین اگر یہی شیوا بیانیان — لیگا نہ کوئی نام ظہیر و رشید کا

باکلی الصفات یا البشری القوائے — نیک دیئی علی انک خیر الوراے

دعوے روشن ترا ثابت بے بیّنہ
صورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گو؛

اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت
جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اٹھے گھٹا

خاک تھی جس ملک کی مزرع شر و فساد
تو نے اسکو دیا ارض مقدس بنا

تو نے تحمل کیا قوم کا غلبہ تھا جب
جب ہوئی مغلوب قوم تو نے ترحم کیا

تو نے کیا سر حق عارف و عامی پہ فاش
ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

حجت حق کر دکھا دین ترا جب تمام
پھر نہ کسی دین کا رنگ جہان مین جما

سلسلۂ انبیا ختم نہ ہوتا۔ اگر
حق کی حقیقت سے تو پردہ نہ دیتا اٹھا

بس نہ رہا اشتباہ اب حق و باطل مین کچھ
بھیج چکا تیرے ہاتھ ملت بیضا خدا

تجھ پہ صلوٰۃ و سلام رب سموٰت سے
روز و شب و صبح و شام قدر رطل و حصے

اے عشق تو نے اکثر قومون کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا

ابرار تجھسے ترسان احرار تجھسے لرزان
جو زد پہ تیری آیا اسکو گرا کے چھوڑا

لاگ اور لگاؤ دونون دلگداز تیرے
پتھر کے دل تھے جن کے انکو رلا کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگین روداد تیری دلکش
شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

دیکھ اے امید کیجو ہمسے نہ تو کنارا
تیرا ہی رہ گیا ہے لے دیکے اک سہارا

یون بے سبب زمانہ پھرتا نہین کسی سے
اے آسمان کچھ اسمین تیرا بھی ہے اشارا

دنیا کے خرخشون سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چین ہوئے چپ
سب کچھ کہا انھون نے پر ہمنے دم نہ مارا

حالی ہی کام ہے یہان غفلونسے انکی کیا کام
اچھا ہے یا برا ہے پھر یاد ہے ہمارا

رونا نہو گا حالی شاید یہ کم تمہارا
جب دیکھو آنسوؤن سے دامن ہے نم تمہارا

لعلی ہون یا تتاری ہمکو سنائینگے کیا
دیکھا ہے ہمنے برسون لطف و کرم تمہارا

رستے مین گر نہ بھٹکے تو تم بھی جا ملوگے
گذرا ابھی ہے یہان سے خیل و حشم تمہارا

پھرتے ادھر ادھر ہو کسکی تلاش مین تم
گم ہے کہین مین یا وہ باغ ارم تمہارا

جادو رقم تو مانیں ہم ویسے تکو حالی
کچھ کر کبھی دکھاؤ گر ہے قلم تمہارا

وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا
پہنچا ہی بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانہ

خود مہر وطن سے ہے وداع اب کے سفر میں
جانا ہے وہاں پھر کے جہاں سے نہیں آنا

دلی سے نکلتے ہی ہوا جینے سے دل سیر
گویا نہ رہا اب کہیں دنیا میں ٹھکانا

یارب طلب دل ہو یا ہو طرب وصل
جس دن کہ یہ دونوں نہوں وہ دن نہ دکھانا

افسوس کہ غفلت میں کٹا عہد جوانی
تھا آب بقا گھر میں مگر ہم نے نہ جانا

یاروں کو ہمیں دیکھکے عبرت نہیں ہوتی
اب واقعہ سب اپنا پڑا ہم کو سنانا

دنیا میں اگر ہے کبھی فراغت کا کوئی دن
وہ دن ہے کہ جس دن ہو اسے چھوڑ کے جانا

لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانہ

ڈھارس سی کچھ اے ہمنفسو تم سے بندھی ہے
حالی کو کہیں راہ میں تم چھوڑ نہ جانا

پیر مغاں کے ہو کر تب سرخرو بنینگے
فضل و ہنر کا ہوگا جب چاک مخبر اپنا

بیگانہ وش ہیں گر وہ تو ہیں ہمارے ڈھب کا
ایسوں ہی سے بنا ہے یارانہ اکثر اپنا

نفس دعویٰ بے گناہی کا سدا کرتا رہا
گرچہ آزردے جی سے دل اکثر ابا کرتا رہا

طاعتوں کی زد سے بچ بچ کر چلا راہ خطا
وار اُن کا اسلئے اکثر خطا کرتا رہا

منہ نہ دکھیں دوست پھر پھیرا اگر جانیں کہ میں
اُنسے کیا کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا

شہرت اتقا جسقدر بڑھتی گئی آفاق میں
کبر نفس اتنا ہی یہاں نشو و نما کرتا رہا

ایک عالم سے وفا کی تو نے اے حالی مگر
نفس پر اپنے سدا ظلم و جفا کرتا رہا

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا
یہ دفتر کسیدن ڈبونا پڑے گا

عزیزو کہاں تک یہ آتش مزاجی
تمہیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا

ہوئے تم نہ سیدھے جوانی میں حالی
مگر اب مری جان ہونا پڑے گا

کبتک اے ابر کرم ترسائیگا
مینہ کبھی رحمت کا کبھی برسائیگا

ذوق سب جاتے رہے جز ذوق درد
اک یہ لپکا دیکھئے کب جائیگا

دل کہے تو ہی کہے دیتے تھے صاف
رنگ یہ دیوانہ اک دن لائیگا

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا
اک چراغ اور سرِ راہ جلایا جاتا

چپ چپاتے ابھی دے آئے دل اک بات پہ ہم
مال مہنگا نظر آتا تو چکایا جاتا

بارہا دیکھ چکے تیرے فریب اے دنیا
ہمسے اب جانکے دھوکا نہیں کھایا جاتا

کرتے کیا پیتے اگر مے نہ عشا سے تا صبح
وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا

اب تو ٹھیکے سے واعظ نہیں ہٹتا حالی
کہتے پہلے سے تو دے لیکے ہٹایا جاتا

قدیم

ہمکو بہار میں بھی میسر گلستاں نہ تھا
یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شادماں نہ تھا

ملتے ہی انکے بھول گئیں کلفتیں تمام
گویا ہمارے سر پہ کبھی آسماں نہ تھا

کیا جانتے تھے جائیگا جی ایک نگاہ میں
تھی دل کی احتیاط مگر بیم جاں نہ تھا

کچھ میری بیخودی سے تمہارا زیاں نہیں
تم جانتا کہ بزم میں اک خستہ جاں نہ تھا

رہتے انکو بات بات پہ سو سو دیے جواب
مجھکو خود اپنی ذات سے ایسا گماں نہ تھا

تھا کچھ نہ کچھ کہ پھانس سی اک دل میں چبھ گئی
مانا کہ اسکے ہاتھ میں تیر و سناں نہ تھا

بزم سخن میں جی نہ لگا اپنا زینہار
شب انجمن میں حالی جادو بیاں نہ تھا

قدیم

ہیچ اور رنج بھی تنہائی کا
وقت پہنچا مری رسوائی کا

دریباں اب سے نظر ہے جبتک
ہمکو دعویٰ نہیں بینائی کا

تجھکو تو ہے قدر تماشائی کی
ہے جو یہ شوق خود آرائی کا

بزم دشمن میں نہ جی سے اترا
پوچھنا کیا تری زیبائی کا

مدد اے جذبہ توفیق کہ یاں
ہو چکا کام توانائی کا

محتسب عذر بہت ہیں لیکن
اذن ہم کو نہیں گویائی کا

ہونگے حالی سے بہت آوارہ
گھر ابھی دور ہے رسوائی کا

قدیم

اعراض چلتے وقت مروت سے دور تھا
رو رو کے ہمکو اور رلانا ضرور تھا

درد اک سبب پہ پر دل آیا نہ تھا ہنوز
چرچا ہمارے عشق کا نزدیک و دور تھا

اب باریاب انجمن عام بھی نہیں
وہ دل کہ خاص محرم بزم حضور تھا

روز وداع بھی شب ہجراں سے کم نہ تھا
کچھ صبح ہی سے شام بلا کا ظہور تھا

حالی کو ہجر میں بھی جو دیکھا تو شادمان / تھا حوصلہ اسیکا کہ اتنا صبور تھا

دل سے خیال دوست بھلایا نہ جائیگا / سینے میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائیگا — قدیم

تمکو ہزار شرم سہی مجھکو لاکھ ضبط / الفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا

اے دل رضائے غیر ہے شرط رضائے دوست / زنہار بار عشق اٹھایا نہ جائیگا

مے تند و ظرف حوصلہ اہل بزم تنگ / ساقی سے جام بھر کے پلایا نہ جائیگا

مقصود اپنا کچھ نہ کھلا لیکن اسقدر / یعنی وہ ڈھونڈھتے ہیں جو پایا نہ جائیگا

جھگڑوں میں اہل دین کے نہ حالی پڑیں بس آپ / قصہ حضور سے یہ چکایا نہ جائیگا

قلق اور دل میں سوا ہو گیا / دلاسا تمہارا بلا ہو گیا — قدیم

دکھانا پڑیگا مجھے زخم دل / اگر تیر اس کا خطا ہو گیا

سبب ہو نہو لب پہ آنا فرود / مرا شکوہ اس کا گلا ہو گیا

ہمیں بھولنا اسکی رخصت کا وقت / وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا

ٹپکتا ہے اشعار حالی سے حال / کہیں سادہ دل مبتلا ہو گیا

سنگ گران ہے راہ میں تمکین یار کا / اب دیکھنا ہے زور دل بے قرار کا — قدیم

اک خموشی ہو گئی ہے تحمل کی ورنہ اب / وہ حوصلہ رہا ہیں صبر و قرار کا

اٹھا بھی نہ خلش آرزوئے قتل / کیا اعتبار زندگی مستعار کا

گر صبح تک وفا نہوا وعدہ وصال / سن لینگے وہ مآل شب انتظار کا

ابکو بوئے گل پہ ہوا کب دل حزین / ہمکو چمن سے یاد ہے جانا بہار کا

غربت کے مشغلوں نے وطن کو بھلا دیا / خانہ خراب خاطر الفت شعار کا

حالی بس اب یقین ہے کہ دلی کے ہو رہے / ہر ذرہ ہے مہر فزا اس دیار کا

درد دل کو دوا سے کیا مطلب / کیمیا کو طلا سے کیا مطلب

چشمۂ زندگی ہے ذکر جمیل / خضر و آب بقا سے کیا مطلب

جنکے معبود حور و غلمان ہیں / انکو زاہد خدا سے کیا مطلب

نکہت مے پہ غش ہیں جو حالی / انکو درد و صفا سے کیا مطلب

مجھ میں وہ تاب ضبطِ شکایت کہاں ہے اب
چھیڑو نہ تم کہ میرے بھی منہ میں زباں ہے اب

وہ دن گئے کہ حوصلۂ ضبطِ راز تھا
چہرے سے اپنے شورشِ پنہاں عیاں ہے اب

آنے لگا جب اُس کی تمنا میں کچھ مزا
کہتے ہیں لوگ جان کا اس میں زیاں ہے اب

لغزش نہ ہو۔ بلا ہے حسینوں کا التفات
اے دل سنبھل وہ دشمنِ دیں مہرباں ہے اب

اک جرعۂ شراب نے سب کچھ بھلا دیا
ہم ہیں اور آستانۂ پیرِ مغاں ہے اب

حالی تم اور ملازمتِ پیرِ مے فروش
وہ علم و دیں کدھر ہے وہ تقوی کہاں ہے اب

گو جوانی میں تھی کج رائی بہت
پر جوانی ہمکو یاد آئی بہت

زیرِ برقع تو نے کیا دکھلا دیا
جمع ہیں ہر سو تماشائی بہت

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

جان نثاری پر وہ بول اٹھے مری
ہیں فدائی کم تماشائی بہت

ہمنے ہر ادنے کو اعلے کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

کر دیا چپ واقعاتِ دہر نے
تھی کبھی ہم میں بھی گویائی بہت

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو
راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

اٹھکے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

کس سے پیمانِ وفا باندھ رہی ہے بلبل
کل نہ پہچان سکے گی گلِ تر کی صورت

ہے غمِ روزِ جدائی نہ نشاطِ شبِ وصل
ہو گئی اور ہی کچھ شام و سحر کی صورت

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

شوق میں اُسکے مزا درد میں اُسکے لذت
ناصحو اُس سے نہیں کوئی مفر کی صورت

انکو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہماں
دیکھنا آپکی اور آپکے گھر کی صورت

بناتے ہیں وہ مہربانی کی صورت
پہ چھپتی نہیں سرگرانی کی صورت

غمِ دل نے رسوا کیا ہمکو آخر
بنائی بہت شادمانی کی صورت

سمجھکر کرو قتل حالی کو دیکھو
مٹاؤ نہ عشق و جوانی کی صورت

شادی کے بعد غم ہے فقیری غنا کے بعد
اب خوف کے سوا ہے دھرا کیا رجا کے بعد

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد
گر درد دل سے پائی بھی اے چارہ گر شفا آتی ہے دل کی موت نظر اس شفا کے بعد
کرتے رہے خطائیں ندامت کے بعد ہم ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد
حالی کی سن لو اور صدائیں جگر خراش دلکش صدا سنو گے نہ پھر اس صدا کے بعد

ہے یہ تکیہ تری عطاؤں پر وہی اصرار ہے خطاؤں پر
ہیں نا آشنا زمانہ سے حق ہے تیرا یہ آشناؤں پر
رہرو و باخبر رہو کہ گمان رہزنی کا ہے رہنماؤں پر
ہے وہ دیر آشنا تو عیب ہے کیا مرتے ہیں ہم انہیں اداؤں پر
شہسواروں پہ بند ہے جو راہ وقف ہے یاں برہنہ پاؤں پر
نہیں منعم کو اسکی بوند نصیب مینہ برستا ہے جو گداؤں پر
نہیں محدود بخششیں تیری زاہدوں پر نہ پارساؤں پر
حق سے درخواست عفو کی حالی کیجیے کس منہ سے ان خطاؤں پر

کرتے ہیں سو طرح سے جلوہ گر ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنر
جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر
ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احسان اگر
عیب کچھ گنتے نہیں اس عیب کو جس سے ہوں اپنے سوا سب بے خبر
بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو عیب انکا ظاہر اور اپنا ہنر
دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست ایسے یاروں سے خدر یار و خدر
عیب حالی اپنے یوں کہتا ہے کون خواہش تحسین ہے حضرت کو مگر
گھر ہے وحشت خیز اور بستی اجاڑ ہو گئی ایک اک گھڑی تجھ بن پہاڑ

پیغام دوست کا کوئی لایا نہیں ہنوز قدیم جھونکا نسیم مصر کا آیا نہیں ہنوز
آیا نہ ہوگا اسکو تغافل میں تجھ پہ مزا ذوق اِنکا دہ ہم نے جتایا نہیں ہنوز
کیا دل سے بعد مرگ بھی جاتی نہ تیری یاد بھولے نہیں کہ تجھکو بھلایا نہیں ہنوز

سرمایۂ خلافِ دو عالم ہے رازِ دل — باتوں میں ہمنے زہر ملایا نہیں ہنوز
کس نشہ میں ہے چور خدا جانے اسقدر — حالی نے جام منہ سے لگایا نہیں ہنوز

جیتے جی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز — دوستو دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز
عشق بھی تاک میں بیٹھا ہے نظر بازوں کی — دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز
تذکرہ دہلئ مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ — نہ سنا جائیگا ہم سے یہ فسانہ ہرگز
ڈھونڈھتا ہے دلِ شوریدہ بہانے مطرب — دردانگیز غزل کوئی نہ گانا ہرگز
مٹ گئے تیرے مٹانے کے نشاں بھی اب تو — اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز
ہمکو گر تونے رلایا تو رلایا اے چرخ — ہمپہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز
غالب و شیفتہ و نیر و آزردہ و ذوق — اب دکھائیگا یہ شکلیں نہ زمانہ ہرگز
مومن و علوی و صہبائی و ممنوں کے بعد — شعر کا نام نہ لیگا کوئی دانا ہرگز [1]
بزمِ ماتم تو نہیں بزمِ سخن ہے حالی — یہاں مناسب نہیں رو رو کے رلانا ہرگز

رنجش و التفات و ناز و نیاز — ہمنے دیکھے بہت نشیب و فراز

جاذبِ رحمت ہے مقناطیسِ عصیاں اپنے پاس — رکھتے ہیں عاصی کمندِ صیدِ غفراں اپنے پاس
دستبردِ اہرمن کا جس کو کچھ کھٹکا نہیں — ہے بحمد اللہ وہ مہرِ سلیماں اپنے پاس
دیکھنا حالی نہ دنیا وضعِ فطرت کو بدل — ہے دستاویز استخلافِ رحلف اپنے پاس

ایک ہمکو ہم بر سرِ ایام ہے درپیش — بنتا نظر آتا نہیں جو کام ہے درپیش
غفلت ہے کہ گھیرے ہوئے ہے چار طرف سے — اور سعی کہ گردشِ ایام ہے درپیش
وہ دن گئے جب تھا مرضِ صعب کا آغاز — اب اُس مرضِ صعب کا انجام ہے درپیش
وہ وقت گیا نشہ تھا جب دوروں پہ اپنا — اب وقت خمارِ گلفام ہے درپیش
جی اسکا کسی کام میں لگتا نہیں زنہار — ظاہر ہے کہ حالی کو کوئی کام ہے درپیش

صلح ہے۔ اک مہلت سامانِ جنگ — کرتے ہیں بھرنے کو یہاں خالی تفنگ
علم کیا۔ اخلاق کیا۔ ہتھیار کیا — سب لشکر کے ابھار رکھنے کے ہیں ڈھنگ

---

[1] بزء ۱ داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں — نہ سنیگا کوئی بلبل کا ترانا ہرگز

پاکبازون کو نہین کچھ قید وضع — جو ہین اچھے ان پہ سب کھلتے ہین رنگ
قوم کو حالی نہین راس اتفاق — پھوٹ ہی کا بس کھلیگا ہمپہ رنگ

خوبیان اپنے مین گو بے انتہا پاتے ہین ہم — پر ہر اک خوبی مین داغ اک عیب کا پاتے ہین ہم
دل مین درد عشق نے مدت سے کر رکھا ہے گھر — پر اُسے آلودۂ حرص و ہوا پاتے ہین ہم
جیتے جی جنکے بلتے ہین بزرگ و خورد سے — کبر و ناز و تباہی اپنے مین سوا پاتے ہین ہم
ہے رواے نیکنامی دوش پر اپنے مگر — داغ رسوائی سے کچھ زیر ردا پاتے ہین

قدیم

اب بھاگتے ہین سایۂ عشق بتان سے ہم — کچھ دل سے ہین ڈرے ہوے کچھ آسمان سے ہم
درد فراق و رشک عدو تک گران نہین — تنگ آگئے ہین اپنے دل ناتوان سے ہم
جنت مین تو نہین اگر اے زخم تیغ عشق — بدلینگے تجھکو زندگی جاودان سے ہم
لینے دے چین کوئی دم اے منکر و نکیر — آئے ہین آج چھوٹ کے قید گران سے ہم
ہنستے ہین اسکے گریۂ بے اختیار پہ — بھولے ہین بات کہکے کوئی رازدان سے ہم
لذت ترے کلام مین آئی کہان سے یہ — پوچھینگے جاکے حالی جادو بیان سے ہم

یارون کو تجھسے حالی اب سر گرانیان ہین — نیندین اُچاٹ دیتی تیری کہانیان ہین
کہتے ہین جسکو جنت وہ اک جھلک ہے تیری — سب واعظون کی باقی رنگین بیانیان ہین
رحمت تری غذا ہے غصہ ترا دوا ہے — شانین ہین تیری جتنی جان جہانیان ہین
کھیتون کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا — کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیان ہین
فضل و ہنر بڑون کے گر تم مین ہون تو جانین — گر یہ نہین تو بابا وہ سب کہانیان ہین
رونے مین تیرے حالی لذت ہے کچھ نرالی — یہ خون فشانیان ہین یا گل فشانیان ہین

راز دل کی سب پہ بازار خبر کرتے ہین — آج ہم شہر مین خون اپنا ہدر کرتے ہین
عقل کی بات کوئی ہمنے کہی ہے شاید — جنتی جتنے ہین سب ہمسے حذر کرتے ہین
جی رکا دھے سے جو ان کی کبھی رنگ جماتا ہی — اک رکاوٹ ہین ادھر سے وہ ادھر کرتے ہین
ایک یہان مدینے سے بیزار ہین یارب — یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہین
کہین افطار کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی — آپ اکثر رمضان ہی مین سفر کرتے ہین

پھونکا ہے نفسِ گل نے صور آکے پھر چمن مین
اک حشر سا ہے برپا مُرغانِ نغمہ زن مین

قدیم

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوبتر کہان
اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہان

یارب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر
تھا اُسکو ہم سے ربط مگر اسقدر کہان

اک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہان

کون و مکان سے ہے دلِ وحشی کنارہ گیر
اس خانمان خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہان

ہم جس پہ مر رہے ہین وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم مین تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہان

ہوتی نہین قبول دعا ترکِ عشق کی
دل چاہتا نہ ہو تو زبان مین اثر کہان

حالی نشاطِ نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب
آئے ہو وقتِ صبح رہے رات بھر کہان

اب وہ اگلا سا التفات نہین
جس پہ بھولے تھے ہم وہ بات نہین

رنج کیا کیا ہین ایکجان کے ساتھ
زندگی موت ہے حیات نہین

یونہین گذرے تو سہل ہے لیکن
فرصتِ غم کو بھی ثبات نہین

کوئی دل سوز ہو تو کیجئے بیان
سرسری دل کی واردات نہین

ذرہ ذرہ ہے مظہرِ خورشید
جاگ اے آنکھ دن ہے رات نہین

قدیم

کچھ ہنسی کھیل سنبھلنا غمِ ہجران مین نہین
چاک دل مین ہے مرے جو کہ گریبان مین نہین

محتسب صدق و صفا یان ہے انھین کے دم تک
مصلحت بین بھی صحبتِ رندان مین نہین

کس طرح اُنکی لگاوٹ کو بناوٹ سمجھون
خط مین لکھا ہے وہ القاب جو عنوان مین نہین

بیقراری تھی سب امیدِ ملاقات کے ساتھ
اب وہ اگلی سی درازی شبِ ہجران مین نہین

حالیِ زار کو کہتے ہین کہ ہے شاہد باز
یہ تو آثار کچھ اُس مرد مسلمان مین نہین

قدیم

غم فرقت ہی مین مرنا ہو تو دشوار نہین
شادیِ وصل بھی عاشق کو سزاوار نہین

کل خرابات مین اک گوشہ سے آتی تھی صدا
دل مین سب کچھ ہے مگر رخصتِ گفتار نہین

حق ہوا کس سے ادا اُس کی وفاداری کا
جسکے نزدیک جفا باعثِ آزار نہین

مدتون رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا
دل نے آخر یہ دیا حکم کہ کچھ عار نہین

بات جو دل مین چھپائے نہین بنتی حالی
سخت مشکل ہے کہ وہ قابلِ اظہار نہین

وحشت میں تھا خیالِ گل و یاسمن کہاں ۔ لائی ہے بوے اُنس نسیمِ چمن کہاں

فصلِ خزاں کمین میں ہے صیاد گھات میں ۔ مرغِ چمن کو فرصتِ سیرِ چمن کہاں

لاتا ہے دل کو وجد میں اک حرفِ آشنا ۔ لیجائے ہمکو دیکھیے ذوقِ سخن کہاں

جی ڈھونڈھتا ہے بزمِ طرب میں انھیں مگر ۔ وہ آئے انجمن میں تو پھر انجمن کہاں

دل ہو گیا ہے لذتِ غربت سے آشنا ۔ اب ہم کہاں ہواے نشاطِ وطن کہاں

کہتا ہے خیر ہم بھی سہی دشمن آپ کے ۔ شکوے کو یے گیا ہے وہ بیداد فن کہاں

روکا بہت کل آپکو حالی نے واں مگر ۔ جاتا ہے محوِ شوق کا دیوانہ پن کہاں

قدیم

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں ۔ مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

نیا ہے لیجیے جب نام اُس کا ۔ بہت وسعت ہے میری داستاں میں

بہت جی خوش ہوا حالی سے ملکر ۔ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

ہوا کچھ اور ہی عالم میں چلتی جاتی ہے ۔ ہنر کی عیب کی صورت بدلتی جاتی ہے

کہا جو میں نے وفا کرتے آئے ہیں احباب ۔ کہا زمانے کی عادت بدلتی جاتی ہے

قلق انھیں نہیں گر دوستوں سے چھٹنے کا ۔ طبیعت اپنی بھی کچھ کچھ سنبھلتی جاتی ہے

نہ خوف مرنے سے جب تھا نہ اب ہے کچھ حالی ۔ کچھ اک جھجک تھی سو وہ بھی نکلتی جاتی ہے

رہا کھٹکے زاہد کا نہ ہے ریائی ۔ بنائی بہت بات پر بن نہ آئی

بُرائی ہے رندوں میں بھی شیخ لیکن ۔ کہاں یہ بُرائی کہاں وہ بُرائی

بڑا آپ کو وہ سمجھتا ہے ہم سے ۔ سوا اسکے منعم میں ہے کیا بُرائی

جوانی میں عاشق تھے اب ہم ہیں ناصح ۔ جو واں دل لگی تھی تو یاں منہ کی کھائی

قیاس آپ پر سب کو کرتے ہو حالی ۔ نہیں اب بھی اچھوں سے خالی خدائی

پردے بہت سے وصل میں بھی درمیاں رہے ۔ شکوے وہ سب سنا کیے اور مہرباں رہے

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا ۔ ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام ۔ کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

حالی کے بعد کوئی نہ ہمدرد پھر ملا ۔ کچھ راز تھے کہ دل میں ہمارے نہاں رہے

قدیم

حق وفا کے جو ہم جتانے لگے — آپ کچھ کہہ کے مسکرانے لگے
تم کو کرنا پڑیگا عذر جفا — ہم اگر درد دل سنانے لگے
سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم — ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے
جی میں ہے لوں رضائے پیر مغاں — قافلے پھر حرم کو جانے لگے
وقت رخصت تھا سخت حالی پر — ہم بھی بیٹھے تھے جب وہ جانے لگے

قدیم

جنوں کارفرما ہوا چاہتا ہے — قدم دشت پیما ہوا چاہتا ہے
خط آنے لگے شکوہ آمیز انکے — ملاپ ان سے گویا ہوا چاہتا ہے
بہت کام لینے تھے جس دل سے ہمکو — وہ صرف تمنا ہوا چاہتا ہے

ملنے کی جو نہ کرنی تھی تدبیر کر چکے — آخر کو ہم حوالہ تقدیر کر چکے
افسوس شب وصال کے واں کارگر نہیں — نالے شب فراق کے تاثیر کر چکے
کہتے ہیں طبع دوست شکایت پسند ہے — ہم شکوہ ہائے غیر بھی تحریر کر چکے
جان لب پہ انتظار میں آتی ہے بار بار — شاید جلد تر کہیں تقریر کر چکے
حالی اب آؤ پیروی مغربی کریں — بس اقتدائے مصحفی و میر کر چکے

قدیم

نہ واں پرسش نہ یاں تاب سخن ہے — محبت ہے کہ دل میں موجزن ہے
مری خلوت میں ہے ہنگامۂ بزم — خموشی میں مری ذوق سخن ہے
بتاؤں تم کو ہوں کس باغ کا پھول — جہاں ہر گل بجائے خود چمن ہے
بتاؤں تم کو ہوں کس شہر کی بو — جہاں غربت وطن پر خندہ زن ہے
عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی — مگر یاد عزیزاں راہزن ہے
گریں نظروں سے سب باتیں پرانی — مگر الفت کہ اک رسم کہن ہے
کیا حالی نے کہتے ہیں سخن ترک — مگر ہم کو ابھی اس میں سخن ہے

قدیم

دھوم تھی اپنی پارسائی کی — کی بھی اور کس سے آشنائی کی
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت — ہم کو طاقت نہیں جدائی کی
منہ کہاں تک چھپاؤگے ہم سے — تم کو عادت ہے خودنمائی کی

نہ ملا کوئی غارت ایمان ۔ رہ گئی شرم پارسائی کی

کر دیا خوگر جفا تو نے ۔ قدیم ۔ خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے
دور پہنچی تھی اپنی آزادی ۔ پھر خدا جانے کیا کیا تو نے
کیوں نہ آ جنگے یہاں اے ہمدم ۔ بس سنا اُن نے اور کہا تو نے
صبر کا ہے بہت بُرا انجام ۔ ہمکو سمجھا ہے دل میں کیا تو نے
رہرو تشنہ لب نہ گھبرانا ۔ اب لیا چشمہ بقا تو نے
خوش ہے امید خلد پر حالی ۔ کوئی پوچھے کہ کیا کیا تو نے

دل کو درد آشنا کیا تو نے ۔ قدیم ۔ درد دل کو دوا کیا تو نے
تھا نہ جز غم بساط عاشق میں ۔ غم کو راحت فزا کیا تو نے
جان تھی اک وبال فرقت میں ۔ شوق کو جان گزا کیا تو نے
تھی محبت میں ننگ منت غیر ۔ جذب دل کو رسا کیا تو نے
جب ملی کام جان کو لذت درد ۔ درد کو بے دوا کیا تو نے
جب دیا راہرو کو ذوق طلب ۔ سعی کو نارسا کیا تو نے
پردہ چشم تھے حجاب بہت ۔ حسن کو خود نما کیا تو نے
عشق کو تاب انتظار نہ تھی ۔ غرفہ اک دل میں وا کیا تو نے
صحبت افسردہ طبع تھے احباب ۔ ہمکو جادو نوا کیا تو نے
پھر جو دیکھا تو کچھ نہ تھا یارب ۔ کون پوچھے کہ کیا کیا تو نے
حالی اٹھا ملا کے محفل کو ۔ آخر اپنا کہا کیا تو نے

نصیحت بے اثر ہے گر نہو درد ۔ یہ گر ناصح کو بتلانا پڑے گا
دل اب صحبت سے کوسوں بھاگتا ہی ۔ ہمیں یاروں سے شرمانا پڑیگا
گو مے ہے تند و تلخ پہ ساقی ہی دلربا ۔ اے شیخ بن پڑی نہ کچھ ہاں گئے بغیر

دور ہو اے دل مآل اندیش ۔ کھو دیا عمر کا مزا تو نے

چاک جگر و دل کا جب شکوہ بجا ہوتا
یوسف کا زلیخا نے دامن تو سیا ہوتا

اے کاش تم آجاتے اغیار ہی کو لیکر
کچھ عمر تو کٹ جاتی گو رنج سوا ہوتا

کچھ ہو پر اوسکو جانب اغیار دیکھنا
ایکبار شمع کیجیے تو سو بار دیکھنا

ہین وہ جہان فریب تو سب پر ہے مجکو رشک
پڑتا ہے ایک جہان کو ناچار دیکھنا

افزون ہے رنج عشق سے اندوہ ترک عشق
پرہیز کر کے ہم ہوئے بیمار دیکھنا

جاتے رہے تمہارے تو بس ایک غم مین ہوش
میرے حواس سالک میخوار دیکھنا

پہلا ستمگری کیلیے آسمان بنا
کچھ بات رہگئی تھی جو وہ دلستان بنا

پہلے تمہارے آنے سے تھا یہی رنگ گل
تمنے تو گلستان کو دیا گلستان بنا

کیا جانے آگ سینے مین کیا ہے لگی ہوئی
آیا جو رنگ کے دم وہی آتش فشان بنا

وہ حال پوچھتے ہین یہ دن پھر کہان نصیب
میری خموشیون کو الٰہی بیان بنا

پھر دولت وصال کی سالک امید ہے
نادان کوئی بھی ہے بگڑ کر یہان بنا

ملیگا اجر جسدن شیخ کو طاعت گذاری کا
تو یارب پاس رکھنا کچھ ہماری شرمساری کا

سحر ہوتے ہجوم یاس نے آنکھین میری کھولین
شب وعدہ رہا ایک جوش سا امیدواری کا

ہوئے خاک اوس گلی مین عرش تک پہنچا غبار اپنا
ملا اب خاک مین دعوی ہماری خاکساری کا

کوئی دن اور سنگ کودکان شہر کہانی ہے
سنایا نام کیون صحرا مین رہکر قیس خواری کا

جہان وہ ہین وہان سب کچھ دیا ہے اختیار اونکو
جہان مین ہون وہ عالم ہے میری بے اختیاری کا

جس راہ سے وہ سرو خرامان نکل گیا
بنکر غبار حشر کا سامان نکل گیا

مجھ سے ستم رسیدہ کا ہوگا کوئی سرشک
قطرہ کا نام مفت مین طوفان نکل گیا

یون ہون یہ حال کھوئیے رنج و ملال کا
افسانہ کہئیے اور کسی خستہ حال کا

مانا کہ لب سے مہر خموشی اوٹھائیں ہم
دیگا جواب کون ہمارے سوال کا

بنتی ہے مجھپہ دیکھیے کیا اوسکی بزم مین
کرتا ہون ذکر سالک شوریدہ حال کا

بھول کر بھی ادھر نہین آتا
وہ کبھی راہ پر نہین آتا

کسکا جلوہ نظر سے گذرا ہے
کہ مجھے کچھ نظر نہین آتا

دلکو کیا جانے کیا ہوا سالک
چین کیون رات بھر نہین آتا

حال کیا پوچھتے ہو چشم تماشائی کا
بڑھ گیا شوق بہت تمکو خود آرائی کا

وعدہ بھولے ہوئے کس چین سے وہ بیٹھے ہین
اور ہنگامہ ہے یہان انجمن آرائی کا

میرے نالون کو سمجھنا نہ شکایت اپنی
نوحہ ہے بزم ہی ماتم ہے شکیبائی کا

مین بھی خود آپ مین آتا نہین پیرون ظالم
پوچھنا کیا ہے مری گوشۂ تنہائی کا

مجھ جیسے سخت جان پہ کیا بس چلے قضا کا
یہان ڈر رہا ہے اکثر غضب خدا کا

ہے وصل مین بھی انکو رنج فراق دشمن
یون سرنگون ہین گویا انداز ہے حیا کا

ظلم مین بھی ہے یہ شیرین حرکاتی انکی
کہ نکلتا نہین لب سے کبھی شکوا انکا

دل وہ کافر ہے کہ مجھکو نہ دیا چین کبھی
ہوگا تو بھی اسے لیکے پشیمان ہوگا

کل کسقدر رہا ہون بیکس اونکی بزم مین
بیٹھا ہوا تھا اور عدو پر گران نہ تھا

دل محبت مکان ہے گویا
آرزو کا جہان ہے گویا

تیری تصویر کیون نہ بول اوٹھے
اسمین عاشق کی جان ہے گویا

تیرا چپ چپ یہ بیٹھنا سالک
ایک طرح کا بیان ہے گویا

رشک کلام باعث یاس خبر ہوا
پیدا بعید تلاش جواب نامہ بر ہوا

گمان مجھ پہ ہے اوسکو دعاے خرابی کی شکایت کا
قیامت ہوگیا حق مین مرے آنا قیامت کا

عجب کیا ہے بہادے گر خس و خاشاک عصیان کو
ہوا ہے موجزن دریا مرے اشک ندامت کا

اوتر جائے گلے پر رکھتے ہی یون خنجر قاتل
اثر ہے یہ ہمارے جذبۂ شوق شہادت کا

نیند اوڑنے سے بڑا لطف شب وصل عدو
ہائے پہنچا ہے کہان شور سلاسل میرا

یہ کیا لطف شور فغان رہگیا
زمین رہگئی آسمان رہگیا

ابھی نامہ بر کو روانہ کیا
ابھی کہہ رہا ہون کہان رہگیا

رہی آشنائی فقط نام کی
وہ نام آشنائے زبان رہگیا

بہت دور پہنچین نگاہین وسے
وہ پردے مین اب بھی نہان رہگیا

یہ کاہل ہوا سالک غم ہجر سے
وہین کا رہا مین جہان رہگیا

کہلاتے ہو کیون وعدہ فراموش جہان مین — آجاؤ کہ مین آپ مین اکثر نہین ہوتا

دیدۂ حسرت رہا بھی ہے — حلقہ حلقہ مری سلاسل کا

عمر بھر تیری گلی سے نہین باہر ہونا — خاک ہونا مگر اس خاک مین ملکر ہونا

اوسنے جانا شب ہجران کے بیان کو مضمون — ہوگیا قہر مرے حق مین سخنور ہونا

صبر سے سہل گذر جائین گے ایام فراق — سالک انسان کو لازم نہین مضطر ہونا

ہزار وعدہ کئے ہین تمنے کبھی کسی کو وفا نکرنا — چلو ادھر پر جو غیر کہدین کبھی ہمارا کہا نکرنا

اگر نہ سنتے ہون بات میری تو بہ آجاے ہی کو میرے — ستم ہے اونکا خموش رہنا غضب ہو نکر سنا نکرنا

خوشی ہے اونکو یہ جانتا ہون گا مین رکھنے کو بات اپنی — کہون یہ ان سے کہ بعد مردن تم آکے ماتم مرا نکرنا

مریض ہجر ترک معالجت بیان نہین درد و الم کے خوگر — یہی سمجھا دو اہاری کہ چارہ ساز دوا نکرنا

ہمین تو مرنا ہی آخر اکدن تمہارے سر ہو کے مر رہینگے — ستا کے جانا نہین قسم ہے کہی کا یا خطا نکرنا

سالک وہ ابلہ ہین کرینگے وفا ضرور — وعدہ کیا ہوا جو کوئی یاد رہگیا

نہ پوچھو کہ نظرون سے گذرا ہے کیا کیا — ان آنکھون نے کیا جانے دیکھا ہے کیا کیا

زبان تھک گئی جسکی شرح جفا مین — وفا کا مری اوسکو شکوا ہے کیا کیا

ایک زلزلہ ہر وقت جب اس گھر مین رہیگا — وہ کیونکہ ہمارے دل مضطر مین رہیگا

جائیگا تصور تیری مژگان کا نہ دل سے — یہ بال ہمیشہ مرے ساغر مین رہیگا

عاشق کو تو ہنگامہ ہے درکار کہین ہو — جائیگا ترے در سے تو محشر مین رہیگا

اے پیر مغان مجکو نہ بیہوش سمجھنا — قطرہ کوئی جب تک خم و ساغر مین رہیگا

یاد آئیگی سالک مری آشفتہ مزاجی — چرچا مرے مرجانیکا اکثر مین رہیگا

غیر یون اوس سے مرے بعد گلا کرتا تھا — وہ ستم سہنے مین کیا جانیے کیا کرتا تھا

مین کرون شکوہ تو غیر انکو سناے قصے — تا وہ سمجھین کہ یہ پہلے بھی ہوا کرتا تھا

مجھسے ہی پوچھتے ہین در سے اوٹھا کر یہ ہو — کس تجاہل سے کہ یہان کون رہا کرتا تھا

غیر کی جنبش لب پر نگران ہے وہ شوخ — جو مرا قصۂ غم روز سنا کرتا تھا

دیکھنے جاؤن اوسکین انجمن غیر مین کیا — وہی جلوہ ہے جو آنکھون مین رہا کرتا تھا

جوش ہے دل سے دہن تک نالۂ پرشور کا
پھر مرے سینے میں ماتم ہے دل مغفور کا

خوگر اندوہ ہجران ہوں شب عشرت مجھے
غم سے بہلانا پڑا ہے خاطر مسرور کا

کام آگیا جنون بھی عشاق خستہ تن کا
ہر زخم پر ہے پھایا اپنے ہی پیرہن کا

کیا ہو غم اسیری نظروں میں ہے گلستان
مجھ سے قفس میں پوچھو عالم چمن چمن کا

اب جا لگا ہے شق ہے سنگ مزار اپنا
آخر ہوا نہ ہم سے ضبط آہ شعلہ زن کا

جوش جنون ہے یارب یا فرط ضعف ہے یہ
جو تار رہ گیا ہے ریگ بار ہے بدن کا

یون بھی ہوتے ہیں خوار کیا کہنا
اے دل ہرزہ کار کیا کہنا

شوق ہنگر وصال میں بھی رہا
واہ اے اضطرار کیا کہنا

اے وفا خو لگاڑ دی اون کی
ستم آموزگار کیا کہنا

دم میں اوس کو سے نکلے دم میں گئے
سالک ہرزہ کار کیا کہنا

شوق ستم ہے یہ کہ مری دیکھنے میں راہ
مجھ سے زیادہ اونکو ہے رنج انتظار کا

گلوں میں مغز دوش تک سالک پڑا رہا
اچھا گذر گیا رمضان بادہ خوار کا

تھا چین ورنہ مگر مجھے ہمسر ہا نہ تھا
تجھکو تو پاس عہد کا اپنے زمانہ تھا

گویا کہ ایک خراش جبین کا بہانہ تھا
دست جنون سے کم مجھے دست دعا نہ تھا

شوق جواب میں یونہیں قاصد کو خط دیا
لکھا ہنوز ہمنے کوئی مدعا نہ تھا

اب دل کہاں کہ ہم بھی کہو تم تو قہر ہے
وہ دن گئے کہ مجکو جفا کا گلا نہ تھا

سالک جفائے یار کی ہر دم شکایتیں
بے صبر تیرے واسطے روز جزا نہ تھا

خوبان ظلم دوست کو میں نے برا کہا
تم کیوں خفا ہوئے تمہیں للہ کیا کہا

وحشت قیس ہی ہے تو سفر رسا لگے
چین لیلے کو بس پردۂ محمل آیا

خوگر جور ہوں تم سے ہوں خوش
لطف کرتے تو میں گلا کرتا

وحشت دل نے زندہ نہیں دیا ایک جا مجھے
پھر رہا ہوں چار سوئے عرصۂ محشر خراب

رتبہ اسکا ساغر گیتی نما سے کم نہ تھا
مضطرب ہوکر ہوا لیکن دل مضطر خراب

کچھ غرض مدعا کی خرابی نہ پوچھئے
کہتے ہیں دیکھیے غیر سے ہم پوچھ کر جواب

بیوفائی رنگ گل کی سب نظر آجائیگی
خاکپائے یار کا سرمہ لگائے عندلیب

صیاد آشیان کے تلے آسمان پیر ق
آفت مین گھر گیا ہے سراپائے عندلیب

کہتے ہین کس ادا سے وہ آئینہ دیکھکر
شہرت جہان مین جنکی ہے نام خدا ہین آپ

یاد ہے واعظ مجھے بھی داستان کوے دوست
کر چکا تعریف خلد اب مین میان کوے دوست

میری قسمت مین ہے وہان آوارہ ہونا چارہ گر
میری پیشانی پہ لکھا ہے نشان کوے دوست

آنسو بہائے ہجر مین اے چشم تر بہت
تونے ملائے خاک مین گنج گہر بہت

اب غیر کے خیال مین جانا سمجھ کے تم
جانے لگی ہے دور ہماری نظر بہت

چھپ چھپ کے میرے رونیکی سن لی خبر کہین
ہنستے رہے وہ آج مجھے دیکھکر بہت

کاش میری ہی خاک ہو لبس یہ
ہاتھ سے اوسکے چھوٹ جائے قدح

تیری رفتار سے کیا جانے رہے کیا ہو کر
کچھ قیامت ہنین رہجائے جو برپا ہو کر

ظلم کا شوق ہے مرنے ہنین دیتے مجھکو
ظول آزار کو دیتے ہین مسیحا ہو کر

خلق کو میرے نکلنے کی خوشی ہے کیا کیا
مین رہا کوچۂ جانان مین تمنا ہو کر

وصل کی بات جو اور ہیم سحر ہے دل مین
عیش بھی ہمکو ملا ہے غم فردا ہو کر

بیگذ کشتہ ہون وہ اور بے سبب آزار فلک
کیا کریگا کوئی اس دور مین پیدا ہو کر

کس کو دل دیتے ہو کیا کہتے ہو دیکھو سالک
ہائے ناداں نہ جانے ہو دانا ہو کر

شب عشرت وہ میرا طنز سے شکر جفا کرنا
وہ چپ چپ بیٹھنا اونکا مجھکر سرنگون ہو کر

نہ پوچھو مجھ سے پکا سیاب میری بیقراری کے
وہ بیٹھے ہین بغل مین غیر کے صبر و سکون ہو کر

مری گم کردہ راہی ہر قدم پر آشکارا ہے
مجھے ہر جادہ پیش آیا بیابان جنون ہو کر

ہم گریبان چاک کرتے رہتے ہین ہر فصل مین
کون وحشی ہین کہ جن سے ہو گئی رسوا بہار

کبتک غم فراق مین انسان اوٹھائے داغ
نعمت تو کچھ ہنین ہے کہ ہر روز کہائے داغ

کہو یا برہنگی کو میری سر سے پاؤن تک
کیا ٹھیک آ گئی ہے تن پر قبائے داغ

ہاہا کہ مین ہی مشر مین کوثر کو پی گیا
پہ کیونکہ جائیگی تپش دیر پائے داغ

بچ جائے جان آتش بے زینہار سے
یارب درون سینہ جو دوزخ بجائے داغ

سالک کھلے ہین داغ جگر پر کچھ اسقدر ... پیدا ہوئی ہے دیکھ کے دلکو ہوائے داغ

مینا عدم سے جو چلا عالم امکان کی طرف ... آنکھ پہلے ہی پڑی کوچہ جانان کی طرف

وہ میرے چاک گریبان کا ملامت گر ہے ... یہان نظر پڑتی ہے ناصح کے گریبان کی طرف

قابل دید ابھی سے ہوئی وحشت اپنی ... کہتے ہین سیر کو آئینگے وہ زندان کی طرف

ڈر گئے دیکھ کے گھر بھر مرے فتنون کا ہجوم ... صبح منھ کرکے نہ سوئے شب ہجران کی طرف

اوٹھ کے در سے تیرے کیونکر نہ ہو جانا مشکل ... ہمکو ہے اور زمانہ مین ٹھکانا مشکل

مجھ سے مخمور نشہ کو کیا لذت وصل جانان ... وہ جو آئین بھی تو ہے آپ مین آنا مشکل

کہو دیا کرتے ہین عشاق اسی طور سے جان ... تنے پہ دانے کے جلجانے کو جانا مشکل

کیونکہ ممنون نہ ہون مین اپنی گرانجانی کا ... اونکو نظرون سے ہوا میرا گرانا مشکل

مایوس وناامید مین گیا مدعا سے ہم ... کہتے ہین اور کہتے ہین کس التجا سے ہم

ہے حسرت پیام تو رشک پیام بھی ... خط دیکے پھیر لیتے ہین باد صبا سے ہم

جو چارہ گر کو لاف مداوائے درد عشق ... منہ پر تو کچھ بھی کہہ نہین سکتے حیا سے ہم

حسن کی کس شے سے پیدائی نہین ... واہین یون آنکھین کہ بینائی نہین

چارہ گر لذت شناس درد ہون ... احتیاج چارہ فرمائی نہین

تہی شکیبائی علاج اضطراب ... چارۂ رنج شکیبائی نہین

قدر کیا نیرنگ قدرت کی اوسے ... آپ جو اپنا تماشائی نہین

ایک ہوتے ہم بھی سالک دہر مین ... پر کوئی تدبیر بن آئی نہین

دل جہان سے اوٹھائے بیٹھے ہین ... سبکو دیکھے دکھائے بیٹھے ہین

چاک دامن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم ... دل کے ٹکڑے اڑائے بیٹھے ہین

وہ سر شرم حال کیا پوچھین ... میرے مطلب کو پائے بیٹھے ہین

اب اجل کیونکہ آئیگی دیکھون ... وہ عیادت کو آئے بیٹھے ہین

کہتے ہین یون دعا کہ ہم گویا ... ہاتھ اثر سے اوٹھائے بیٹھے ہین

اگر آتے ہین وہ تو آنے دو ... ہم بھی آنکھین بچھائے بیٹھے ہین

تم بھی گر جاؤ پائمال کہ ہم
نقش ہستی مٹائے بیٹھے ہین

کسکو دیکھ آئے حضرت سالک
آج کچھ مونہہ بنائے بیٹھے ہین

احباب عیادت کو میری آئے ہوئے ہین
پر حال کچھ ایسا ہے کہ گھبرائے ہوئے ہین

ہم بیٹھے ہین یون منتظر اوس راہ گذر مین
گویا کہ اوسی شوخ کے ٹہرائے ہوئے ہین

یون پوچھتے ہین حال کہ سمجھے ہنین گویا
ہم خوب سمجھتے ہین کہ سمجھائے ہوئے ہین

انکا ہم آغوشی اغیار بجا ہے
گل میرے ہی بستر پہ تو کمہلائے ہوئے ہین

مریض عشق ہون کبتک دوا کئے جاؤن
دوا اثر ہنین کرتی دعا کئے جاؤن

اودھر وہ ناز کہ پوچھین نہ بات بھی سنکر
ادھر یہ عجز کہ مین التجا کئے جاؤن

خجل ز تاب و توان تمکو دیکھکے ہین جواب
تمہین کہو کہ کہان تک خطا کئے جاؤن

جوان تیون سے خدا ابکی پھیر دے دکو
تو دل مین ہے کہ خدا ہی خدا کئے جاؤن

اگر رقیب کے کہنے سے تم نہ دو آزار
سپاس لذت جور و جفا کئے جاؤن

خدا کرے کہ سمجھ جائیں یہ کنایہ وہ
ابھی تو چند برس کا گلا کئے جاؤن

نقاب چہرہ سے الٹو کہین کہ مین کبتک
شکایت نگہ نارسا کئے جاؤن

کہین سے زہر ہی لادے تو سالک احسان ہو
مریض عشق ہون کبتک دوا کئے جاؤن

رنگ اصلی ہاتھ کا رنگ حنا پر چھپ گیا
سمجھے وہ رنگ حنا ٹہرا نہ دم بھر ہاتھ مین

ہماری ناتوانی جامع اضداد ہے گویا
گران ہین دوست دل پہ سبک ہین چشم دنیا مین

اے کائنات سیر کو تجھ سا چمن کہان
پر مجکو مہلت مژہ بر ہم زدن کہان

وہان ایک کھیل ہے ہی سوزگار ہے
وہ انجمن مین آئین تو پھر انجمن کہان

خود رفتگی مین بادیہ پیما ہوا ہون مین
مجھسے نہ پوچھئے کہ ہے بیت الحزن کہان

آوارگان بادیہ جستجوئے یار
اب اس تلاش مین ہین کہ ہے راہزن کہان

منظور رعب حسن کا ہے امتحان اوسے
یون بات پوچھتا تھا وہ بیداد فن کہان

تم جیسے اچھا کہو لازم ہے مین اچھا کہون
غیر کے حق مین یہ کیا کہتے ہو اسکو کیا کہون

دامن اونکا وہ کہ ہر دم دلیہ ور دیدہ نگاہ
گفتگو مین ہے یہ استغنا کہ بے پروا کہون

غور سے دیکھون اگر اپنے جنون عشق کو
مجکو سودا ہے کہ گہر اوکو مین صحرا کہون

وسعت آباد دل مشتاق وصل یار کو
آرزو کا ایک جہان امید کی دنیا کہون

امتحان تنگ دیکھئے بنتی ہے کیا کچھ جان پر
لطف مین جسکے ستم ہو پہر ستم کو کیا کہون

ہیچ ہون سالک مگر ہون وہ حقیقت آشنا
ذرہ کو مہر درخشان قطرہ کو دریا کہون

طالب وصل پہ کہتے ہو تکرار نہین
خوش ہون دو نفیون مین اثبات پہ انکار نہین

کیون نہ ہون زہر بھی دیجائین اگر وہ مجکو
جی سے بیزار ہون کچھ اوسنے تو بیزار نہین

یہان خاک ہو وہان ظلم یہ کیونکر مانون
مجکو جو سہل نہین کیا اوسے دشوار نہین

کچھ تغیر مرے احوال پریشان مین نہین
ایسے عالم مین ہون جو عالم امکان مین نہین

مبتذل ہوگئے گر فتنہ محشر بجائے
وہ اشارہ کہ تری نرگس فتان مین نہین

رشک ہو سب مین تبسم کہین لب پر آگر
ذکر تیرا مری گفتار پریشان مین نہین

وہم ہم خلوتی غیر غلط ہے لیکن
کیون مجھے چین ترے سایہ ایوان مین نہین

جوش نومیدی یعقوب نہ دیکھون تو کہون
آج جو مصر مین ہنگامہ ہے کنعان مین نہین

جسکا ہے لفظ نہ وہ شوخ کنایہ سمجھے
شعر ایسا کوئی سالک مرے دیوان مین نہین

بتیا بنکر ترے ہجر جیا کرتے ہین
تپش دل کے تڑپنے سے دوا کرتے ہین

شکر کیجیے اگر افسردہ سے ہو کر کیجیے
نا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

دیکھکر مجکو جو غصہ سے اوٹھے وہ سر بزم
سب نے جانا مری تعظیم سوا کرتے ہین

اوسنے ظالم کا امتحان اور ہین
یہ ستم تیرے آسمان اور ہین

آخر آہی گئی فغان لب پہ
ضبط راز غم نہان اور ہین

کچھ کہے جاؤ کچھ سنے جاؤ
تمسے دوچار بدگمان اور ہین

وہ گلی اور رات بھر پھرنا
دور باش نگاہبان اور ہین

پوچھ سالک نہ گہر میرا مجھسے
رات دن ہے در بتان اور ہین

لاغری سے نظر آتا نہین نخچیر نہین
تیر بہکے تو کماندار کی تقصیر نہین

نالہ رکنے کی جنون مین کوئی تدبیر نہین
پاؤن کی طرح زبان بستہ زنجیر نہین

اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اونکو ۔ قتل کو آتے ہیں اور ہاتھ میں شمشیر نہیں
عیش مانگوں تو کہے عیش نہ مانگے جاؤ ۔ موت مانگوں تو کہے موت کی تاخیر نہیں
اوسکے کوچے میں جو سالک نے کئے کچھ نالے ۔ سنکے بولا کہ یہیں ہوں فلک پیر نہیں

یہیں ممکن کہ نفر اتش نہ ہوتا خیر میں ۔ گرملا دوں خاک پائے یار کو اکسیر میں
قابل تعذیر ٹھیرا ہے وہاں جرم وفا ۔ بیگناہی ہوگئی ثابت میری تقصیر میں
اوس شکار افگن کی ہے برق تجلی کا اثر ۔ جسقدر ہے جوش حیرت دیدہ نخچیر میں
کس مزے سے کہاتے ہیں لذت ناشناسان خلش ۔ گرچہ ہے الماس کا پیکان تمہارے تیر میں
چھوٹنا قید جنون عشق سے سالک محال ۔ یہ صدا پنہان ہے میرے پاؤں کی زنجیر میں

صاف تعاول تو نہ تھا کچھ بھی حجاب ۔ اب وہ کرتے ہیں حیا خیر نہیں
غم ہجر اور بڑہیگا اب کی ۔ وہ محبت سے ملا خیر نہیں

جلوہ حسن تو ہے گرمی بازار کہاں ۔ آج یوسف بھی اگر ہوں تو خریدار کہاں
کب سفیمان در دوست کو آتی ہے اجل ۔ یہاں ملتا ہے فرشتوں کو بھلا بار کہاں
بیخودی اپنی قیامت کی خبر لائیگی ۔ ہمسے بیہوش ہوا کرتے ہیں ہشیار کہاں
آسمان ٹوٹ پڑا ہے کہ قفس ہے صیاد ۔ جائے اب نالہ مرغان گرفتار کہاں
مئے توحید کا ہر قطرہ ہے سالک دریا ۔ ظرف بھی ہو تو ملے ساغر سرشار کہاں

میں کیا کہ ان کو شوق میرے امتحان کے ہیں ۔ سامان مگر خرابی کون ومکان کے ہیں
بیتاب کسقدر رہے ہمارے بگاڑ میں ۔ گویا کہ ہم بنائے ہوئے آسمان کے ہیں
داغوں میں رنگ وبوئے وفا ہے سے ہی جدا ۔ دامن میں اپنے پھول یہ کس گلستان کے ہیں
ہنس ہنس کے کر رہے ہیں بیان وہ رقیب سے ۔ شکوے بھی کس طرح سے ہماری فغان کے ہیں
جس جا گیا نئی کوئی آفت بپا ہوئی ۔ قصے ہزار سالک بے خانمان کے ہیں

وصل میں بھی تو رہا شوق سے مضطر کمبخت ۔ ہجر میں خاک علاج دل غمناک کرون
سچ ہے صحرا میں نو آموز جنون کا کیا کام ۔ خاک اوڑانی بھی نہ آتی ہو تو کیا خاک کرون

یہ صورت اے شکار افگن تیرے نخچیر رکھتے ہیں ۔ سر ہر زخم چشم انتظار تیر رکھتے ہیں

ذرا اے سوز غم مشعل فروز داغ ہو جانا
عدم کو جاتے ہین درپیش ہم شبگیر رکھتے ہین

تڑپ کر جان دی ہی یون شہید ناز نے تیرے
کہ حیرت حلقہ ہائے جوہر شمشیر رکھتے ہین

جھکا ہی سر کب اونکا قتل کرنے کی ندامت سے
مگر گردن پہ خون عاشق دلگیر رکھتے ہین

شہادت پاکے ہم کیا جانے کس خواب گران مین ہون
کہ نیند آتی ہے جب گردن تہ شمشیر رکھتے ہین

کرین کیا ضبط دلمین ڈر ہی سالک درد افغان کا
ہم اس آئینہ مین اوس شوخ کی تصویر رکھتے ہین

وان نا ہمہ غیر یان ستم اونکے گران نہین
نازک نہین ہین وہ بھی جو ہین ناتوان نہین

بو آرہی ہے آمد فصل بہار کی
رنج خزان نتیجہ فصل خزان نہین

یہ پاس آبروئے غم ہجر یار تھا
دیکھا کبھی کسی نے مجھے شادمان نہین

کہلتا نہین نتیجہ سر بازی وفا
شوق ستم ہی انکو سر امتحان نہین

پاتا ہی بار کب مری بزم خیال مین
دشمن کو جانتا ہون ترا رازدان نہین

سالک سمجھ کے لاف وگزاف ستم کشی
بیداد یار کچھ ستم آسمان نہین

ابھی تو کوئی دم جو تڑپے رہو تم تیر چٹکی مین
تماشا ہی نگاہ حسرت نخچیر چٹکی مین

کشش اے ناوک افگن گر دل مشتاق کی سچ ہو
تڑپنا نہین ہی ایک دم بھر تیر چٹکی مین

غیر سے مشورہ ظلم وستم کرتے ہین
دیکھیئے آج وہ کیا ہم پہ کرم کرتے ہین

رشک نے غیر کے مرنے کی خوشی بھی کھودی
اب یہ غم مجکو ہوا ہے کہ وہ غم کرتے ہین

کہہ حال غیر مجھ سے قسم ہے اگر کہون
ظالم ہین نہین کہا دہر کی اودھر کہون

دشمن ہے اور کون جو برسائے یون بلا
کسطرح آسمان کو حد نظر کہون

کہان ہم اور کہان سالک وہ ہنگامے محبت کے
اب اک کونے مین بیٹھے ہین خدا کو یاد کرتے ہین

اگر نہ وعدہ کرو انتظار کیونکر ہو
سکون خاطر امیدوار کیونکر ہو

اگر لگائے نہ رکھو کمر سے تم خنجر
ثبوت صنعت پروردگار کیونکر ہو

کسی طرح سے نہین قربت ملک منظور
ہماری خاک سے اونچا غبار کیونکر ہو

وہ بدگمان ہین انکو کنایہ جانتے ہین
شکایت ستم روزگار کیونکر ہو

دفور ضعف سے اب بیٹھ ہی گیا سالک
تری گلی مین گذر بار بار کیونکر ہو

اوا سے شکر دہن ناوک فگن کا ہمکو آسان ہے
دہن زخمون کے سب گویا زبان شیر رکھتے ہین

لاؤں گا مہر سلیمان بھی تری تسخیر کو
گو نہ پہونچے وہ کلام غیر کی تاثیر کو

وہ فراموشکار و غفلت کیش کب کرتا ہے یاد
طاق نسیاں میں لگائے جو مری تصویر کو

لگے پھاڑنے بہت جی اجڑے اس ناوک افگن کو
سنایا خستگی نے سورت عریانی تن کو

بنینگے زخم سنگ کودکان شہر کے پھاڑے
ابھی سے چاک کر رکھوں جنوں میں جیب و دامن کو

ابھی ہمکو ملادے خاک میں اے چرخ کین پرور
ابھی اس شہسوار ناز نے چھیڑا ہے توسن کو

جنوں سے کم نہیں بخیہ سازی چارہ گر میری
رفو تا گریباں سے کیا ہے چاک دامن کو

زمیں جنبش میں ہے بیتابی دل سے پس مردن
چمن کیا خاک میں آئے سکوں ہو جب نہ مدفن کو

ابھی بھولا ہوا ہے اک زمانہ کوچہ یار کے
نہ پھر سالک کو وہ کیونکر لبھاتا ہے گلشن کو

جاؤں جنت میں کہ وہاں چین ملے حور بھی ہو
پر تری یاد مرے دل سے کبھی دور بھی ہو

میرے نزدیک تو ہے سہل عدم کا جانا
اسقدر بعد مگر یار سے منظور بھی ہو

یہ حیلۂ درستی بند قبا ہے کیوں
ذکر گذشتہ میں نگہ شرمسار کو

کھینچوں میں اگر نالہ تو کیا جانیئے کیا ہو
اے چرخ وہ تو زار ہی نے چک جدا ہو

وہ آئے بھی تو ساتھ لئے غیر کو یارب
اس ڈھنگ سے نالہ تو کیسا نہ رسا ہو

کرتے ہو جو تم صحبت اغیار کی باتیں
کچھ منہ سے ہمارے ہی نکل جائے تو کیا ہو

ہو جائے اگر صبح ہماری شب دیجور
کیا تیری سیاہی سے کم اے زلف دوتا ہو

سالک کوئی ایسے سے بھی کرتا ہے محبت
کمبخت یہ کیا تو نے کیا تیرا برا ہو

ہو چکا وعدہ وفا اس بیوفا سے رات کو
اے اجل تو ہی کہیں جا بلا سے رات کو

ناز شب بیداری زاہد کی یہ اصل ہے
جاگتے ہیں مرے نالوں کی صدا سے رات کو

وہ بھی آ جاتے جو اتنی منتیں کرتا کوئی
موت آئی ہمکو جتنی التجا سے رات کو

دل وہ شے ہے کہ جو دیکھے تو کھنچے یار کے ساتھ
یہ دکاں وہ ہے کہ چلتی ہے خریدار کے ساتھ

ایک دم بھر کیلئے ہنسنے لگا یا تھا گلے
عمر ہی کٹ گئی قاتل تری تلوار کے ساتھ

ہائے افسوس ہے سالک کی جوانمرگی کا
عشق کی بات گئی اس جگر افگار کے ساتھ

اٹھی تھی ابتدا ستم آشنا کے ساتھ
اب بعد مرگ دیکھیئے کیا ہو ادا کے ساتھ

جب سے وہ سن چکے ہین کہ گھاک ہین سے ملے
نیچی نگاہ بھی نہین کرتے حیا کے ساتھ

یون گمرہان عشق ہین رہزن کے ساتھ خوش
گویا کہ ہو لئے ہین کسی رہنما کے ساتھ

مانگون دعائے مرگ تو آہین کہین عدو
اب اونکی بد دعا ہے مرے مدعا کے ساتھ

یون کہتے ہین کہ تجھکو ستائے ہی جائینگے
گویا کہ مجکو عشق ہے اپنی وفا کے ساتھ

غیرون نے بیدلی سے مرے پائے مدعا
مین گم ہوا نہ کیون دل حسرت فزا کے ساتھ

شرمندۂ زبان نہ ہوئے لاکھ شکر
سالک خدا نے مجکو اوٹھایا دعا کے ساتھ

کہتا ہون اپنا حال بہت اختصار سے
آگاہ ہون درازی روز شمار سے

ایک تمسے دوستی ہین اور لاکھ سے عناد
ایک ہمسے دشمنی تمہین الفت ہزار سے

لو اور گرم ہو گئی محفل رقیب کی
گیا گیا [illegible]ان مین نفس شعلہ بار سے

فرط جذبۂ شوق کا ڈر ہے دل نخچیر سے
چھین [illegible] نہ اوس ناوک فگن کے تیر سے

اور برہم ہو گئے وہ شور بے تاثیر سے
دن پھرے آئے ہمارے نالۂ شبگیر سے

سخت جانی نے بڑھائے اور بھی اسباب ظلم
ٹوٹکر چھریان بہت نکلین تری شمشیر سے

اے تغافل کیش بس ہے نیستہ کچھ دے چک جواب
گھس گئین یان انگلیان بھی کثرت تحریر سے

دیکھے دل جانا ر افسوس ہنسنا بولنا
سالک اب تو آپ بیٹھے رہتے ہین دلگیر سے

رو دئے جنت مین بھی ہم کرکے بیان دہلی
اس سے ظاہر ہے نہین خلد لبسان دہلی

محشر عذر سے بھی مٹ نہ سکا اوسکا وجود
ہے الگ عالم فانی سے جہان دہلی

ہے خطا ذخان کا عالم وہی اب تک گویا
ہے اوسی وقت کی نکلی ہوئی جان دہلی

حسرتون کا ہے مکینون کی عجب ہنگامہ
رہے آباد اجڑکر بھی مکان دہلی

ہوتے ہین دور کے بس ڈھول سہانے واعظ
خلد مین کیا ہے نہین ہے جو میان دہلی

اسقدر خلخ و نوشاد کی تعریف نہ کر
ہمنشین آ تجھے دکھلا دون تبان دہلی

مینے دیکھا ہے ملاتک کو خریدار اسکا
ہین چلتی ہوئی دیکھی ہے [illegible] دکان دہلی

بہر غالب و منیر و ثاقب سے بنا ہے گویا
بلیمارون کا محلہ ہے صفہان دہلی

سنکے ہر شعر پہ آنکھین نہ ہون کیونکر نمناک
سالک غمزدہ ہے مرثیہ خوان دہلی

مجھ پہ ایسی جفا کی کثرت کی | کہ اوسے غیر نے ملامت کی
وعدۂ وصل صبح اُس سے کرو | کٹ سکے جس سے رات فرقت کی
ترک عشق اور مین غلط سالک | کون روکے زبان خلقت کی

انتہا صبر آزمائی کی | ہے درازی شب جدائی کی
نقش ہے سنگ آستان پہ ترے | داستان اپنی جبہ سائی کی
راز کہلتے گئے مرے سب پر | جسقدر اوسنے خود نمائی کی
کتنے عاجز ہین ہم کہ پاتے ہین | بندے بندے مین بو خدائی کی
رہگئین دلمین حسرتین سالک | آگئی عمر پارسائی کی

اُو ٹھیئے آج اون سے فیصلہ کر کے | یا خفا ہو کے یا خفا کر کے
اوسکی رفتار سے غنیمت ہے | کہ رہے حشر ہی بپا کر کے
غیر تک اپنی بات پہنچائی | اوس سے اظہار مدعا کر کے
کر تو یون ترک عشق ہم ناصح | پر گذارینگے عمر کیا کر کے
مفت ذلت اُوٹھائی سالک نے | ذکر اُس بزم مین مرا کر کے

ہے عبث چارہ گرو فکر دوا دینے کی | میری حالت ہی شب ہجر دعا دینے کی
یہ مزا سنہ کا لگا غم جانان تو نے | اب کوئی چیز نہین ہمکو مزا دینے کی
چشمکین آپ کی اغیار سے دیکھین سو بار | پر کرون کیا نہین خو مجکو جتا دینے کی
بیٹھتا بزم مین یون غیر کے پہلو مین ترا | سہل تدبیر ہے یہ میرے اٹھا دینے کی
گرچہ ہے آمد جانان کی خبر بازاری | ہے مگر سالک مضطر کے سنا دینے کی

گریہ کے میرے بعد بھی آثار رہ گئے | ٹوٹے جگہہ جگہہ در و دیوار رہ گئے
خود بزم سے وہ ہمکو اوٹھائے خدا کی شان | ہم شکل اونکی دیکھ کے ناچار رہگئے
باتین وہان رقیب کی تاثیر کر گئین | نالے مرے اثر کے طلبگار رہگئے
گویا کہ مجھسے حال مرا سن رہے ہین جھوٹ | یون دیکھکر وہ جانب اغیار رہگئے
سالک بچا ہوا ہے بہت بادۂ سخن | گنتی ہی کے مگر ہین قدح خوار رہگئے

کیوں جاتے جاتے جانب اغیار رہ گئے
کیا خود وہ محو شوخیٔ رفتار رہ گئے

عاشق مزاج حشر میں کیا داد خواہ ہوں
خاموش محو لذت دیدار رہ گئے

اتنی پلا شراب کہ گر کر نہ کہہ سکیں
پیر مغان کچھ اور کہ ہشیار رہ گئے

یوں تیز اونکو سوئے عدو لیگیا ہے شوق
فتنے جگہہ جگہہ دم رفتار رہ گئے

سالک سرائے دہر میں کیا رنج رفتگان
دو چار آگے بڑھ گئے دو چار رہ گئے

آئی صبا کے ساتھ جو بو زلف یار کی
کیا کیا نہ بن پڑی دل امیدوار کی

تم گو ہنسی سے کرتے ہو ذکر عدو مگر
جاتی رہے نہ جان کسی بیقرار کی

تماشا ہو گیا حوروں کو داغ حسرت دوری
ارم میں لائے ہیں ہم یہ نشانی کوئے دلبر کی

مائل کیا ہے کس پہ دل بیقرار نے
دشمن سے جو نہ ہو وہ کیا دوستدار نے

رونا تھا تیری بزم میں افشائے راز کا
آخر ڈبو دیا مژہ اشکبار نے

ملوائے ہائے سالک غمخوار خاک میں
یہ کیا ستم کیا فلک بد شعار نے

دیر و کعبہ کو رہگذر سمجھے
دل کو جو کوئی تیرا گھر سمجھے

نامہ دیکر نظارہ ہے منظور
ہم تقاضائے نامہ بر سمجھے

وہ ستم کرنے آئے ہیں ایجاد
اور ہم آہ کا اثر سمجھے

اوس سے کیا مدعا کہوں سالک
صلح کی بات کو جو شر سمجھے

مضطرب ہوں اب یہ جی کی بات ہے
عفو کیجیے بیخودی کی بات ہے

مدتیں گذریں وصال یار کو
میری نظروں میں ابھی کی بات ہے

کہتے ہیں انجام اس کا موت ہے
جسقدر غم ہو خوشی کی بات ہے

اضطراب شوق میں کہنی پڑی
جی بری آزردگی کی بات ہے

مر گئے لیکن خیال روئے جانان ساتھ ہے
قبر میں بھی مشعل مہر درخشان ساتھ ہے

کب ترے کوچے میں آتا ہوں اکیلا چھپ کے میں
آج بھی آیا ہوں تو خوف نگہبان ساتھ ہے

چھا رہی ہے بسکہ ویرانی نظر میں ہجر کی
جسطرف جاتے ہیں ہم گویا بیابان ساتھ ہے

ہاتھ کب جوش جنون میں کھل سکیں بہر دعا
ایک نہ ایک اولجھا ہوا تار گریبان ساتھ ہے

وادی پر خار مین سالک یہ اوٹھا پھرتا ہون مین — ناتوانی ہے کہ ایک تخت سلیمان ساتھ ہے

کرتے ہین وہ مجھپر ستم احسان سمجھکر — گویا کہ مجھے عشق ہے اندوہ والم سے

آگئے یاد ستم ہائے گذشتہ اونکو — ہائے کرنا ہی نہ تھا شکوہ بیداد مجھے

مجبوریان نہ پوچھ ہماری کہ کب سے ترک — اندیشہ درستی تدبیر کر چکے

ہے رشک کہ نالہ میرا اور غیر کے گھر جائے — ورنہ تمہین آرام سے یون رات گذر جائے

اس وسعت تقریر کو وہ طنز نہ سمجھین — یہ شکر جفا کام شکایت کا نہ کر جائے

طالع ہین میرے پست فلک بر سر کین ہے — اب سیل بلا دیکھئے دنیا مین کدھر جائے

دیکھو لگا ترے فتنہ رفتار کا عالم — ہر چند قیامت ہی مرے سر پہ گذر جائے

اس ضعف مین اوٹھکر ترے کوچے کو چلا ہون — شاید مرے مرنیکی بھی وان تک نہ خبر جائے

ہان سچ ہے کہ تم کیونکہ اوسے قتل کروگے — دشمن کا سر احسان نہین ہے کہ اوتر جائے

سالک سے کہو کوچہ جانان نہین کچھ وہ — جانا ہے جو محشر مین بھی بیخوف وخطر جائے

کچھ مجکو فکر ضعف ونقاہت نہین رہی — خوش ہون کہ اضطراب کی طاقت نہین رہی

ہلتے نہین ہین لب ہی یہان فرط جوش سے — کیجئے ستم کہ تاب شکایت نہین رہی

محشر مین تیرے آتے ہی ہنگامہ بڑھ گیا — سمجھے تھے جسکو ہم وہ قیامت نہین رہی

وہ ایک عمر سے پابند زلف یار مین ہے — یہان یہ بھولے ہوئے ہین کہ دل کنار مین ہے

دریہ تھا قاصد نوید وصل یار آنیکو تھی — آج ہی کیا موت لے پروردگار آنیکو تھی

رنج وحسرت کے سوا حاصل دنیا کیا ہے — غافل اس کارگہ ہیچ مین رکھا کیا ہے

بیٹھکر گوشہ مین منظور ہے کونین کی سیر — دل ہے بیدار تو پھر دیدہ بینا کیا ہے

جانتے ہو کہ برا کون کہیگا ڈر ہے — تمکو اغیار سے ملنے مین محابا کیا ہے

وہ ہنگامہ ہوئی مرگ میری جسکے لئے — اوسنے اتنا بھی نہ پوچھا کہ تماشا کیا ہے

اوس سے کیون غیر کی تعظیم مین اوٹھے سالک — تم ہی چھوٹے سہی جانے دو یہ جھگڑا کیا ہے

وہ زیب شبستان ہوا چاہتا ہے — یہ جمع پریشان ہوا چاہتا ہے

کچھ ایسا ہوا ہے زبون حال میرا — کہ وہ بھی پشیمان ہوا چاہتا ہے

چلے آتے ہیں سیر کرتے ہوئے وہ — گلستان گلستان ہوا جاتا ہے
نہ دیکھا کرو تم کہ اب آئینہ بھی — میری چشم حیران ہوا جاتا ہے
نکالا ہے یہ رنگ حالی نے سالک — کہ ہر شعر دیوان ہوا جاتا ہے

گرے سر پہ تو خوش ہوں آسمان سے — کہ سر اور اٹھے نہ تیرے آستان سے
وہیں لائی ہے پھر بیتابی شوق — قیامت لیگیا تھا میں جہان سے
چلے تھے ساتھ ہی فتنے وہ جس دن — یہ پہونچے تیز آئے مرگ ناگہان سے
منانے کون اب آئیگا سالک — عبث تم روٹھ کر آئے وہان سے
فلک یہ بھی ہے تیری مہربانی — ملایا اور کس نامہربان سے

اس علو شان کی کیا انتہا — وہ کبھی اور سے نہ میری یاد سہی

زبان کٹ جائے گر بیسے تمہارا کچھ گلا نکلے — مگر یہ تو کہوں گا تمکو کیا سمجھا تھا کیا نکلے
کبھی نیچی ہوئیں آنکھیں کبھی منہ پھیر کر بیٹھے — نگاہ لطف میں سو طرح کے عذر حیا نکلے

اب لاف ضبط الفت پنہاں کے ہو چکے — چرچے جہاں میں شورش افغان کے ہو چکے
اب باز پرس حشر سے کیا کام ہے کہ ہم — محو خیال لذت عصیان کے ہو چکے
اپنی زبان نہ بند ہو تا صبح ہزار حیف — ٹکڑے ہزار میرے گریبان کے ہو چکے
دیکھیں قیامت آکے اور اڑتی ہے خاک کیا — ہم خوگر ان کی جنبش دامان کے ہو چکے
صبح شب وصال نے کیا کیا خموش — گویا کہ سب گلے شب ہجران کے ہو چکے
آجاؤ اب بھی لب پہ نہ آجائے اور کچھ — شکوے تمام گردش دوران کے ہو چکے
ہمت سے دور کچھ نہیں بیت الحرم دے — مدت سے ہم تو کوچہ جانان کے ہو چکے
سالک ہے نظر خدا پر رکھو اور چلے چلو — رہبر نصیب اپنے بیابان کے ہو چکے

سہل سمجھی میری شفا تو نے — کی بس اے چارہ گر دوا تو نے
اٹھو اور بیٹھیں گے حشر اٹھا کے ہم — کیوں نظر سے گرا دیا تو نے
ہائے کس بزم سے نکالا ہے — اے دل رشک آشنا تو نے
حال کہئے تو کہتے ہیں خاموش — بس سنا ہم نے اور کہا تو نے

کئی دن ادھر اونسے کھنچا تھا
لکھوا دیئے کام الحب تو نے
اسکے آنسو ٹپک پڑے سالک
حال اس درد سے کہا تو نے

تمسے کبھی کرینگے نہ خواہش وصال کی
کھوئینگے آبرو نہ لب بے سوال کی
ہیں غایت کمال پہ اپنی تنا بیان
خوش ہوں کہ ہجر یہ ایک نشانی زوال کی
مہجور کو نہ کیونکہ شب مرگ ہو خوشی
یہ بھی تو ایک رات ہے گویا وصال کی
سالک سے خدا کیواسطے چھیڑو کچھ اور ذکر
پوچھو خبر نہ کچھ دل حسرت مآل کی

جو پاس ہیں مرے وہ خدا جانے کہاں ہیں
تم دور ہو پر بیٹھے ہو گویا مرے آگے

بے پردہ چلے آئے وہ تنہا مرے آگے
تقدیر سے حیرت ہوئی پردا مرے آگے
جب اپنی حقیقت کو ذرا غور سے دیکھا
آئینہ ہوئی ہستی اشیا مرے آگے
وہ تیز رو بادیۂ عشق ہوں سالک
ہر ایک یہ کہتا ہے ابھی تھا مرے آگے

اچھی طرح گذر نہ سکیگی شب فراق
مجھ پہ بری بنیگی دل ناصبور سے

کب ہے منظور کہ یوں جنس دل زار بکے
پر یہ وہ شئے ہے نہ بیچو بھی تو سو بار بکے
ہوں خلش دوست دعا ہے کہ دوا کے بدلے
یارب اس عہد میں درد دل بیمار بکے
جب وہ غارت گر ایمان ہے تو حیرت کیا ہے
دیر میں جبہ بکے کعبہ میں زنار بکے
کہتے ہیں زلف میں رکھنے کو ہیں کچھ دل درکار
طالب اس جنس کے ہیں جو پس دیوار بکے
خوف ہے یہ دل بیتاب نہ بزم میں آجائے
ہم نہ لیں مول جو وہ طرۂ طرار بکے
بار عصیاں کو اٹھائے ہوئے پھرنا کب تک
مفت ہی ٹالدوں سالک جو یہ انبار بکے

ہاتھ کانوں سے فرشتوں کے نہیں ہوتے جدا
اور ہم سمجھے ہوئے ہیں نارسا فریاد ہے

رکھتا ہے ہمیں مورد آفات کو اسیر
سو آفتیں ہیں خانہ صیاد کے لئے
میں اف دل سے دشمن جاں کو یہ کیوں عزیز
پہلو میں رکھ لیا ہے تیری یاد کے لئے

موت آتی ہے الفت میں شفا ہوتے ہی ہوتے
بڑھتا ہے یہ آزار دوا ہوتے ہی ہوتے
ہمپر تو قیامت ہی گذر جائیگی ظالم
اوس وعدۂ فردا کے وفا ہوتے ہی ہوتے
غم صبح شب وصل کا بڑھتا ہے تو بڑھ جائے
مرجائینگے ہم تمسے جدا ہوتے ہی ہوتے

تیری نگہ ناز خدا جانے کرے کیا
ہنگامہ محشر کے بپا ہوتے ہی ہوتے

بدنام پہ مرتے ہیں تم ایکدن بھی گر آتے
قربان علی بیگ فدا ہوتے ہی ہوتے

دیکھے خط کیا کیا تصور سے ہوئے ہیں تم مرے
(۲) ہم ترے کوچہ میں ہیں اور نامہ بر منزل میں ہے

کہاں سے ہر زخم پر سوز غم یاں یہ دل میں ہے
(۷) وہاں نزاکت تیغ کے بدلے کف قاتل میں ہے

حسن حیرت خیز نے بیہوش سب کو کر دیا
آج خلوت میں ہے گر یا جو تری محفل میں ہے

جان اٹھیا ہے تصور میں بھی ایک اندوہ رشک
غیر اوسکے دل میں ہے اور وہ ہمارے دل میں ہے

آپ سالک وصل جاناں سے ہوں کیونکر کامیاب
جو نوشتہ میں نہیں اوسکی تمنا دل میں ہے

صیاد اور بند قفس سے کرے رہا
چھوٹی خبر کسی کی اوڑائی ہوئی سی ہے

کن حسرتوں سے سالک بیکس نے جان دی
ایک بیکسی مزار پہ چھائی ہوئی سی ہے

شب بلا ہے تو روز آفت ہے
زندگی ہجر میں قیامت ہے

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی ہزار نعمت ہے

یاد رکھو اعتبار چارہ گر جانے کو ہے
مجھسے کہتا ہے کہ اب داغ جگر جانیکو ہے

چرخ ہی برہیں گے کچھ انگارے بھی فتنوں کے ساتھ
لامکاں تک آج آہ بے اثر جانیکو ہے

وہ دہنکے ہیں سر بام آگئے ہیں بے نقاب
پنجۂ خورتا گریبان سحر جانیکو ہے

اے اجل آچک شب فرقت کہا تنگ انتظار
ورنہ تیری آرزو بھی آج مر جانیکو ہے

ہمسے بھی ملکر گیا روتا ہوا سالک ابھی
کیا ارادہ ہے خدا جانے کدھر جانیکو ہے

ازل سے ہم دل شاہد پرست کیا لائے
کہ جس طرف کو گئے ایک بلا لگا لائے

بتوں کے عشق نے یکساں کیا زمانے کو
نہ کوئی خاص جہاں میں نہ کوئی عام رہا

پیامبر کو مرے دیکھینگے سب کا ایک جواب
وہ پوچھتے ہیں کوئی ادھر بھی پیام رہا

شراب خانے میں یہ کون تشنہ کام رہا
کہ قطرہ جام میں باقی نہ خم میں جام رہا

اگر ہوئی بھی قیامت تو کون دیکھے گا
اسی طرح جو نظر میں ترا خرام رہا

ہزار حصہ بڑھی لذت ستم اون کی
رہا گلہ بھی تو کالملح فی الطعام رہا

نہ حشر میں دل رشک آشنا کو چین ملا
یہاں بھی دیکھنے والوں کا اژدہام رہا

مجھی سے پوچھتے ہیں آپ کون ہیں سالک
تصور دار تو در پہ پڑا مدام رہا - تمام شد

انتخاب دیوان زکی

روشن چراغ تجھسے ہوا لالہ زار کا ‌ ‌ ‌ تو ہی فروغ ہے چمن روزگار کا

تو وہ کریم ہے کہ تیری بارگاہ مین ‌ ‌ ‌ پایہ بلند ہے نگہ شرمسار کا

تیری نظر اگر ہو دل آسا تو کیون نہو ‌ ‌ ‌ رنگ قبول غازہ رخ اضطرار کا

اے چشم بے نیاز ذرا دیکھ تو سہی ‌ ‌ ‌ کیا حال ہوگیا ترے امیدوار کا

آسودگان ذوق تصور کو کیا خبر ‌ ‌ ‌ کیا ورد امید جلوہ مین ہے انتظار کا

خورشید سرفراز سعادت نہین سہی ‌ ‌ ‌ ذرون مین کیون شمار نہین خاکسار کا

بندے ہو تم زکی رہو راضی رضا کیساتھ ‌ ‌ ‌ دل سے مٹا دو نام و نشان اختیار کا

یہان مد نظر اظہار ہے ہر دم عشق کامل کا ‌ ‌ ‌ وہان طرز تغافل سے نہ سنتا جز ادل کا

نمود مہر جان ہے خاک کرنا جسم بیدل کا ‌ ‌ ‌ معانی کی درستی ہے مٹانا حرف باطل کا

شب غم مرتے ہی آخر ہوئی یعنی برابر ہے ‌ ‌ ‌ نکلنا جان کا آسان ہونا ایک مشکل کا

کہلا زندانی ہستی کا اندازہ جنون آخر ‌ ‌ ‌ نہان پیرایہ ہو انفاس پیہم مین سلاسل کا

اٹھا حسرت سے لیکن نیکے نقش مدعا بیٹھا ‌ ‌ ‌ ہوا ہے غازہ رخ روئے تمنا رنگ سائل کا

دماغ بیکسی اللہ اکبر کیا عالی ہے ‌ ‌ ‌ کہ ملکر خاک و خون مین قصد ہے دامان قاتل کا

زکی کس زندگی پر پھولے پھرتے ہو حباب آسا ‌ ‌ ‌ اڑائے پھرتے ہین جھونکے ہوا کے کالبد گل کا

نالہ زار نہ کرتا نہ مین رسوا ہوتا ‌ ‌ ‌ غم مرا کاش غم حوصلہ فرسا ہوتا

لفظ جو وصف لب یار مین انشا ہوتا ‌ ‌ ‌ کچھ نہ ہوتا تو وہ اعجاز مسیحا ہوتا

عشق کو باعث ہنگامہ کثرت پایا ‌ ‌ ‌ بیخودی ساتھ نہوتی تو مین یکتا ہوتا

شوخی جلوہ ہے بے قید مکان صورت برق ‌ ‌ ‌ دل بیتاب کہان محو تماشا ہوتا

دیکھنا تھا یہ تماشا کہ ہو رسوا منصور ‌ ‌ ‌ ورنہ ارباب ادب سے کہین ایسا ہوتا

آج ہی کشمکش نزع مین اوسکا بیمار ‌ ‌ ‌ دیکھ لیتے وہ اگر اسکو تو اچھا ہوتا

وضع بالیدگی شوق جو رسیر ہوتی — اے زکی قطرہ ناچیز بھی دریا ہوتا

فتنہ یون اٹھنے سے اوسکی انجمن مین رہگیا — دل ہی جلکر نالہ آتش فگن مین رہگیا
اشک غم مین کچھ بہا کچھ رنگ رو ہو کر اوڑا — خون کے بدلے جگر کا داغ تن مین رہگیا
شمع سان ناگفتہ سوز دل دہن مین رہ گیا — کہنے کو افسانہ باقی انجمن مین رہ گیا
فائز منزل ہوئے آوارگان رہ شناس — زاہد نادان طلسم ما و من مین رہ گیا
قصۂ ہجران مین ہم کہتے نہ پائے شوق وصل — مدعائے مختصر طول سخن مین رہ گیا
خونچکان ہونا خراش نو کا ہے اسکو پسند — ورنہ اب ناوک کہان زخم کہن مین رہ گیا
بے مقدر اے زکی کیا دفع ہو آزار کا — خار جو بستر سے نکلا پیرہن مین رہ گیا

یون ہی تھا باعث آرائش کون و مکان ہونا — تمہارا جلوہ گر ہونا عیان راز نہان ہونا

دل کیا حریف ہو تری رنجش کے بیم کا — طوفان ہے چراغ کو جھونکا نسیم کا
وہ سادگی سے پرسش احوال اب کہان — کہلنا ستم ہوا مرے حال سقیم کا
منصور کو ملا تھا انا الحق سے اوج دار — برتر ہوا کلام سے رتبہ کلیم کا
وحشت نہ تھی بہار تو کیون ہے یہ اضطراب — پیوند جیب گل مین ہے دامن نسیم کا
تمکین و وضع و طرز تبسم مین دیکھئے — انداز اسکی شوخی طبع سلیم کا
ایمان ہے ترے رخ روشن کو دیکھنا — پیش نظر ہے معجزہ ماہ دو نیم کا
آداب کی جگہ ہے زکی بزم اتحاد — نازک ہے شغل شیشۂ مئے دل ندیم کا

چھپ سکے یار سے کیا حال پریشان اپنا — درد کا آئینہ ہے دیدۂ حیران اپنا
ہم بگولے کی طرح جوش جنون کے ہین اسیر — دوش پر اپنے لئے پھرتے ہین زندان اپنا
گریہ سے پھر نظر آنے لگی سبزے کی نمود — بارے آباد ہوا کلبۂ ویران اپنا
خار صحرا سے ہو وحشت مین سراپا پر خون — بنگیا پیرہن گل تن عریان اپنا
کسقدر عشق مین ناعاقبت اندیش ہین ہم — چاہئے سوچ لے انجام ہی انسان اپنا
خوف دنیا کا نہ عقبےٰ کا خطر ہے ہم کو — اے زکی غوث دو عالم ہے نگہبان اپنا

اے عندلیب تجکو ہے راحت چمن مین کیا — اس رشک گل کا جلوہ ہے سرو و سمن مین کیا

ہے ہے ستم ہے خوف سے اسکا یہ پوچھنا | شیرین نے جان دی تھی غم کوہکن مین کیا

حاجب نہین ہے پردۂ فانوس شمع میں | ہون شعلہ ہائے حسن نہان پیرہن مین کیا

مین جانتا ہون ہونٹون کو صبح شب فراق | لذت ملی ہے تلخی کام و دہن مین کیا

کہتے ہو سچ کہان ہے مرا دل تمہارے پاس | گیسو مگر چھپائے ہوئے ہین شکن مین کیا

راہ فنا مین آکے پر و بال شوق کھول | غافل پڑا ہے کشمکش جان و تن مین کیا

اس غدر سے مین اور بھی مشتاق ہو گیا | مجھ ناشکیب کو ہے شکیب انجمن مین کیا

کہتے ہین وہ ہمین بخدا قصد جان نہین | قطعہ بگڑا کسی کا غمزۂ ناوک فگن مین کیا

کرتا ہے امتحان طبیعت کبھی کبھی | ورنہ ہے دستگاہ زکی کو سخن مین کیا

فسانہ ہائے محبت کو بے اثر کہلو | ستاؤن گا جو طبیعت پہ اختیار ہوا

وہ شوخ صبح شب وعدہ میرے قاصد سے | یہ پوچھتا ہے کہو کیتک انتظار ہوا

پنہان دہن مین اسکے شہرہ کلیم کا سا | اعجاز رخ سے روشن ماہ دو نیم کا سا

وہ نونہال خوبی نازک ہے دلربا ہے | عالم ہے اسکی بو مین گل کی شمیم کا سا

مجنون سا پھر رہا ہون صحرائے جستجو مین | ملجائے کوئی رہبر عقل سلیم کا سا

ساتھ ساتھ اہل تماشا کا وہ ششدر رہ جانا | اللہ اللہ ترا جانب محشر جانا

شرم پرداز کی سنا ہون کہ نظر کو جسکی | ننگ ہے پردۂ مژگان سے بھی باہر جانا

دیکھنا عالم انوار نظر آتا ہے | نگہ یاس ذرا تا سر منظر جانا

حیف صد حیف زکی زندگی تلخ اپنی | بیکسی کا اگر انجام ہو مر جانا

چہرہ عرق عرق ہے اوڑا تھا نقاب کیا | آنکھون سے دلمین آگئے شرم و حجاب کیا

کیونکر کرین مصالحہ واعظ سے بادہ کش | ہاتھون سے اپنے پھینکدین جام شراب کیا

دل مین چھپا کے لطیفہ حسن دل فریب | شوخی سے مسکراتے ہو زیر نقاب کیا

سو رنج سو الم ہین یہان ہر نفس کے ساتھ | دم کا نہین شمار تو غم کا حساب کیا

کیونکر چھپاؤگے شکن چہرہ اے زکی | کہئے تو ہوگا پردۂ پیری خضاب کیا

جوہر حسن پہ ہستی بھی تماشا نکلا | دیکھو آئینہ کا پتھر کا کلیجا نکلا

نہ سہی تیر خلش گر ہین ادائین اوسکی / دل مین کیا بیٹھ گیا سینے سے کیا نکلا

تادم مرگ زکی دی گئی ہر سال گرہ / رشتہ عمر بہت جانے سے ٹوٹا نکلا

اب ہمارا ساغر عمر اے ستمگر بھر لیا / تونے کیون خون سر دشمن مین خنجر بھر لیا

حسرت عاشق تو دیکھو کچھ تمہارا ذکر تھا / اتنے عرصے مین دم سرد اوسنے اکثر بھر لیا

اسکے آگے لفظ نکلے منہ سے یہ طاقت کہان / مین نے کہنے کو دل مین ایک دفتر بھر لیا

زخم دل کی سوزشین مٹتی ہین کوئی چارہ گر / کیا ہوا اپنے اگر کافور لیکر بھر لیا

اشک تمنے غیر کے پوچھے زکی نے رشک سے / روتے روتے جیب و دامن اپنا یکسر بھر لیا

مین اپنے راز دار سے یون بدگمان ہوا / دل گم ہوا مگر نہین کہتا کہان ہوا

صورت بدل گئی ہے ستانے کے واسطے / دشمن غبار خاک ہوا آسمان ہوا

محشر مین کیا ہوا یہ کوئی داوری ہوئی / مین ایک اور اُس کی طرف کل جہان ہوا

خانہ خراب دل بھی خود آرا ہے کس قدر / ویرانہ ہوگیا تو بتون کا مکان ہوا

وہ راز عشق جسکو چھپایا کئے تھے ہم / قصہ ہوا فسانہ ہوا داستان ہوا

یاد ہی نہین زکی کہ ہو کچھ بھی بیان شوق / ہو گئے خودی مین کیا وہ اگر میہمان ہوا

کیسی عقوبتین ہین دل زار دیکھنا / مرنا بھی اور اسکو عزادار دیکھنا

کسنے حیا سے نیچی نظر کی کہ ہوگیا / آسان نہ دیکھنا مجھے دشوار دیکھنا

وہ دیکھتے ہین بزم مین یہ دیکھتا ہے کون / بارے ہوا مجھے بھی سزاوار دیکھنا

نہ پایا جب زمانے کوئی خوگر بے زبانی کا / تو خاموشی کو سونپا ورد میرے رازدانی کا

تو رو دخط ہودا کیون کر کہ ہر دم ذکر اوسنا اوہین / تیرے شیرین دہانی کا مری شیرین بیانی کا

سمجھ کر مین تو یہ خوش ہون کہ رسم ناز یہ بھی ہے / تمہاری کیا رنجش بیجا ہے مضمون مہربانی کا

یہی طرز تغافل ہے کہ جسکو ناز سمجھے ہو / اسی انداز پر دعوی ہے تمکو دلستانی کا

پڑے ہو روبہ مشرق منہ خدا کو کیا دکھاؤ گے / زکی ڈر قبر مین بھی ہے تیونکی بدگمانی کا

بیدلو مین لطف کیون نہان تھا / کیا یہ بھی عدو کا امتحان تھا

جب عشق مرا سنا تو ہنس کر / کہنے لگے ہم کو بھی گمان تھا

اون سے کچھ کہتا اگر دم لینے دیتا اضطراب
دشمن جان تھا دم عرض تمنا اضطراب

بیقراری ہے مجھے جوش صفائے طبع سے
صورت آب رواں ہوں سراپا اضطراب

ضبط کے پردے مین سامان جنون ہوتا ہے جمع
شوق کے پیرایہ مین کرتا ہے رسوا اضطراب

ایک دم مین سر حد امکان سے باہر ہو گئے
اوسکے اہل درد کا اے برق دیکھا اضطراب

عشق نے اسباب رسوائی مہیا کر دئے
کیون نہ کرتی شوق یوسف مین زلیخا اضطراب

کرتے ہین ہر چند ہم اظہار تمکین وصل مین
اوس بلا سے جان کو کھلتا ہے اپنا اضطراب

بے سر و پائی سے توام ہے پریشانی رند کی
شکل شبنم قطرہ ہائے اشک مین تھا اضطراب

نالون مین درد دل جو سناتی ہے عندلیب
منہ سے گلون کے رنگ اوڑاتی ہے عندلیب

کیا کیا خرابیان حسد باغبان سے ہین
دیکھو چمن کو چھوڑ کے جاتی ہے عندلیب

ہو فصل گل مین خرمن تاب و توان کی خیر
سوز نوا سے آگ لگاتی ہے عندلیب

ڈرتا ہون مین کہ خاطر گل پر گران نہو
دیوانگی سے شور مچاتی ہے عندلیب

نیرنگ عشق دیکھئے دل آگ ہو گیا
اور اسکو بال و پر مین چھپاتی ہے عندلیب

سن سنکے مژدہ آمد فصل بہار کا
پھولی نہین چمن مین سماتی ہے عندلیب

خو مشت پر نہین مگر الفت پسند ہے
ہان اے رند مجھے بھی خوش آتی ہے عندلیب

دیکھئے حیران ہین بوالہوس تا شکیب
اوسکے ستم بیدریغ اہل وفا کا شکیب

شکوہ گردون نہ کر صحبت دلبر نباہ
عشق کیا ہے تو کرلے دل شیدا شکیب

گو نہین قابو مین دل ضبط الم سے مگر
ہمکو یقین ہے کہ ہے مایۂ سودا شکیب

رنج دیا غم دیا نالہ و شیون دیا
ہمنے جو مانگا دیا بخت نے الا شکیب

تم اثر شوق سے رہنے لگے بیقرار
پھر کہو کیونکر کرین اہل تمنا شکیب

یار کو پاس حیا دل ہمہ تن دادخواہ
ہین متردد کہ اب نالہ کرون یا شکیب

زلف پریشان رند دیکھکے سب ہم نہو
وقت نظر دل بلا کرتے ہین دانا شکیب

لطف ہے ظاہر تو منظور فریب
اوسکا تکلم ہے سراسر فریب

ہم سے مدارات عدو سے خلاف
باتین ہین اس شوخ کی یکسر فریب

بنتے ہین آئینہ کہ دیکھین تمہین
کرتے ہین مہر و مہ و اختر فریب

وجہ تبسم وہ خط ایب غلط
ہے نگہ ناز سے بڑھکر فریب

بنتے ہین تری راہ مین نقش کف پا آپ
ہم ڈالتے ہین شوق مین مٹنے کی بنا آپ

ہنگامۂ پامالی دلہائے گرفتار
برپا ہوا گر سبب کیجئے وا زلف رسا آپ

فریاد ہمین ضعف مین پیغام اجل سے
عالم سے اڈڑے جاتے ہین ہمراہ صدا آپ

تعلیم ادا کرتے ہین گل کو کہ چمن مین
پھرتے ہین اٹھائے ہوئے دامان قبا آپ

دنیا مین ہے خورشید قیامت کا تماشا
بیساختہ پردے سے نکل آئے ہین کیا آپ

منصور کو ناحق ہے سر دار چڑھانا
حق یہ ہے کہ اُس شکل مین کہتے تھے انا آپ

تسکین دل محزون کو ہو کیا سیر چمن سے
حیران ہے گل آپ پریشان ہے صبا آپ

اللہ رے زکی جور بتان کی یہ شکایت
آخر ہوئے کیون شیفتۂ ناز و ادا آپ

حیرت مین بھی باقی ہے مجھے ہوش محبت
آنکھین دم دیدار ہین مے نوش محبت

پھر جاتی ہے محفل مین اگر اور کو دیکھون
اوس شوخ کی آنکھین ہین خطا پوش محبت

اقرار کیا تھا کہ تغافل نہ کرین گے
کچھ یاد ہے او وعدہ فراموش محبت

ہنسنے ہی سے تم گل چمن حسن کے ٹھہرے
مین چپ ہون تو بلبل خاموش محبت

جو بات نہ تھی کہنے کی منصور نے کہدی
یون خانہ برانداز ہوا جوش محبت

آئینہ حیرت مین ہے مصروف تماشا
محروم نہین جلوے سے مدہوش محبت

نظارے کا ہے لطف وہ آئے سر بالین
ہے تلخی مردن ثمر نوش محبت

قطرۂ اشک سے تسکین جگر کی امید
قلزم چشم سے ہے آب گہر کی امید

شمع سان صبح شب وعدہ ہوا جل کے تمام
ہو گئی خاک مری چار پہر کی امید

دل کی تکمیل ہوئی عشق مین رسوا ہو کر
موج زن قطرۂ ناچیز ہے دریا ہو کر

حشر کا ذکر نہین وصل کے وعدہ مین مگر
کہتے ہین یون کہ رہے گا ہی گویا ہو کر

نور مطلق ہے مقید کہ ہوا ہوش ربا
جلوۂ طور فروغ رخ زیبا ہو کر

عہد طفلی نہ رہا یار کا لیکن شوخی
رہ گئی چشم فسون ساز مین ایما ہو کر

یہ بھی ہے کشمکش دام فریب ہستی   کون معدوم ہوا دہر مین عنقا ہو کر
اے زکی ذوق طلب مین ہے مری راہنما   جنبش دل تپش ذرۂ صحرا ہو کر

حسن ہو درد آشنا کیون کر   مین سکھا دون اُسے وفا کیون کر
سچ یہ کہہ کے گئے جو پوچھے کوئی   مٹ گیا اوسکا نقش پا کیون کر

عشق کا دہم ہے زمانے پر   کیا بگڑتے ہین وہ فسانے پر
مد شوق سے پہنچتا ہون   تیر سے پہلے مین نشانے پر
انکے جانے سے جی ہی چھوٹ گیا   ناز تھا ہم کو دل لگانے پر
ہوش آتا ہے جان جاتی ہے   ان حسینون کے آنے جانے پر
اے زکی کس بلا کا ہے انداز   آج زلف اوسکی واہر شانے پر

آخر ہے زیست راست مقدر نہین ہنوز   آنکھونمین دم ہے ہاتھ مین ساغر نہین ہنوز
گلشن مین گل متاع فریب نظر سہی   رنگ و شمیم بادہ و ساغر نہین ہنوز
سیل سرشک سے نہ بجھی آتش جنون   آباد سبزہ زار سے بھی گھر نہین ہنوز
راہ طلب مین عمر گران مایہ کھو چکے   مشکور سعی خضر و سکندر نہین ہنوز

عشوہ و ناز مین اُنکے تو ہون خواہان نیاز   ایک اپنا دل بیجا یہ ہے سامان نیاز
جوہر غمزہ ہے آئینہ اندوہ نہان   اسکو پہچانتے ہین قدر شناسان نیاز
سنتے ہین وہ پھر افشان تکلم ہون گے   ہم بھی پھیلائے ہوئے بیٹھے ہین دامان نیاز
حسن سیراب ہے کیا پھولے ہو آؤ دیکھو   دل کے داغون سے مرے سیر گلستان نیاز
درخور ناز یہی تھا کہ نہ دیکھین وہ ادھر   ہم کرین جان فدا ہے یہی شایان نیاز
ہر شعر مجھے روح سے ہوتی ہے زکی   نسخۂ دل ہے بغل مین مرے دیوان نیاز

نزع جان اور شوق یار ہنوز   جانب در ہے چشم زار ہنوز
کتنے رہرو مٹے کہ راہ مین ہے   کاروان کاروان غبار ہنوز
نقش بند نظارہ ہے حسرت   دل مین ہے جلوۂ بہار ہنوز

گھٹ کے مرجانیکو اچھا تو ہے زندان قفس   چھوٹ جائیگی مگر صحبت یاران قفس

مین خس وخار نشیمن کے لیۓ لاتا ہون
بخت ہنستے ہین کہ ہوتا ہو یہ سامان قفس

ایک قالب کی ہے اس سے بھی تو رونق آخر
صید کو او سکے نہ کہئیے کہ نہین جان قفس

پردہ رکھا مری بے بال وپری کا اس نے
مین گرفتار ہون شرمندہ احسان قفس

اے زنگی تنگئ دل زیر فلک لازم ہے
اس مین بھی اہل نظر دیکھتے ہین شان قفس

نازک ہے دل یار نہ ہو غم کی خبر کاش
نالہ مرے دل مین پھرے محروم اثر کاش

مین یاد مین اسکی دی وفردا کو نہ جانون
یہ عمر دو روزہ یونہین ہو جاۓ بسر کاش

ہم دہر مین ہر ایک بد و نیک سے ملتے
لیکن ترے ملنے سے کیۓ جاتے حذر کاش

ہم قالب خاکی کو لیۓ پھرتے ہین کب سے
گر جاۓ کہین دوش سے یہ بار سفر کاش

دل ولولہ شوق کا انجام تو جانے
دیکھین وہ تغافل سے ادھر ایک نظر کاش

اطوار زمانے کے بدل جاتے ہین آخر
کچھ دن کیلئے عشق بھی ہو جاۓ نہ کاش

اس فتنہ آفاق کو کیون دیکھنے نکلے
رسواۓ جہان ہوتے نہ یون شمس وقمر کاش

مجھ بے سر وپا خاک نشین کی بھی ملے داد
اے بیکسی شوق وہ آجائین ادھر کاش

بے منت دربان ہے مجھے حسرت دیدار
محمل کا اوڑے پردہ سر راہ گزر کاش

محشر مین یہی آبروۓ اہل خطا ہے
توام ہون زنگی دیدۂ تر دامن تر کاش

کھولے ہوۓ رہتے ہین گل دیا سمت آغوش
بنتا ہے غرض شوق مین تیرے چمن آغوش

باہر ہین ابھی نقد تمنا سے مرے ہاتھ
حسرت سے مگر پڑھتے درون کفن آغوش

ابتو ہے کسی کے خم گیسو مین پریشان
ہان تھا دل آوارہ کا پہلے وطن آغوش

آئینہ ہوا پردہ در سادگی حسن
سرگرمی نظر بین مین ہے پرتو فگن آغوش

کیا جانے زنگی کوئی گذرتی ہے جو دل پر
افسوس کہ رکھتی نہین صوت وسخن آغوش

حاوی جو ہوۓ معنئ تاکید کے خطوط
پڑھکر ہنسے وہ منتظر دید کے خطوط

ٹھہرے ہلال مژدہ رسان عید کے خطوط
وعدہ ہی وصل کا یہ ہین امید کے خطوط

ہم بام سے ہین دیکھتے ہین موج رنگ دہر
پیش نظر ہین ساغر جمشید کے خطوط

اسکے شعاع رخ سے نظر خیرہ ہو گئی
تیر نگاہ دوز ہین خورشید کے خطوط

ملنے سے پہلے انکو کہلا اضطراب دل
آئینہ ہائے درد تھے تمہید کے خطوط

کرتا ہون مین خطون مین جو انبار شوق دل
لکھتے ہین وہ جواب مین تردید کے خطوط

لکھی جو مین نے آرزوے قتل یار کو
بھیجے عدو نے ہی مری تائید کے خطوط

غم دینے دیر کر کے محرم مین آئے ہین
اس بے وفا کے بھیجے ہوئے عید کے خطوط

تاخیر کیا ہے آنے مین دم لب پر آگیا
لکھو رنگی تم اور انہین تاکید کے خطوط

بن کے کس شان سے بیٹھا سر منبر واعظ
نخوت و عجب ہیولیٰ ہان تو پیکر واعظ

جو تھی دست نکالے گئے میخانون سے
مسجدون مین وہی بیٹھے ہین اکثر واعظ

یہ نہین ہو کہ پڑے دغدغۂ حشر مین ہو
فارغ البال ہے ایک ایک قلندر واعظ

تو خدا خیر کرے آئے یہان بھی حضرت
دیکھنا یار وہ کھڑے ہین سر محشر واعظ

جنکو ہو خاطر رندان گنہگار کا پاس
اے رنگی ایسے زمانے مین ہین کمتر واعظ

داغ دل پنہان کفن مین ہے پے مدفن چراغ
ہو گیا روشن نہین چھپتا تہ دامن چراغ

گرمی ہنگامہ کا یہ بھی لئے جاتا ہے داغ
بزم سے جاتے ہوئے کرنے لگا شیون چراغ

بیکسی کو دیکھتا ہون دیدۂ حسرت سے مین
میرے غمخانے مین ہے دیوار کا روزن چراغ

قدر ہے اس قالب خاکی کی سوز عشق سے
ایک سفال کم بہا ہے جب نہو روشن چراغ

دل کے داغون سے ہے گرمی سینہ کے زخمون کی بہار
چشم بد دور اے رنگی ہین زینت گلشن چراغ

جان پر حسرت ہوئی یون جسم بسمل سے الگ
ہاتھ دامن سے جدا سر پائے قاتل سے الگ

جوش وحشت مین برنگ بوئے گل آزاد ہین
اسکے دیوانے رہے قید سلاسل سے الگ

مین کشمکش ہون جہان مین وہ متاع ناقبول
برق بھی قسمت سے گرتی ہے تو حاصل سے الگ

اللہ اللہ امتیاز عجز و ناز عشق و حسن
ساربان کہتا ہے مجنون کو کہ محمل سے الگ

بیخودی در پردہ ہے ہنگامہ ساز انجمن
گوشۂ خاطر مین ہین وہ اہل محفل سے الگ

خواب مین بھی ہمکو ہے ذوق تماشائے جمال
دیدۂ بیدار دل ہے چشم غافل سے الگ

ہمنے دیکھا رند و مست بے تعلق ہے رنگی
کفر و دین سے بے خبر حق اور باطل سے الگ

یار کی فرقت مین کب ہین زینت گلزار گل
سینۂ عاشق کے سمجھو زخم دامن دار گل

خواب میں بے پردہ دیکھا اُس سراپا ناز کو
اوس کے بستر پہ ہے جو طالعِ بیدار گل

اُس کے در پہ رنگ فیض عام کا کیا پوچھنا
کاسۂ دریوزہ لائے ہے دم ایثار گل

جلوۂ نازک کسی کا یوں ہوا گیتی فروز
اہلِ بینش کے لئے ہے پردۂ اسرار گل

ہمنشیں یار میں دشمن تو کچھ بیجا نہیں
ساتھ ہیں آخر زکی باغِ جہاں میں خار گل

کبھو نسیم اور کسی سے ثنائے گل
ہو رہا یار اور دماغِ ہوائے گل

یوں ہی تو اہلِ وضع کا ہوتا ہے امتیاز
بلبل سے جان دی نہ گئی رو نمائے گل

ہے شوقِ یار میں ہمہ تن رنگ اضطراب
موجِ بہار کیوں نہ ہو زنجیر پائے گل

نازک مزاجوں سے وہ ہوتے ہیں سرگراں
بلبل کی داستان کہو یا ماجرائے گل

نقش و نگار دہر ہیں دام ہوا زکی
ہے باغ سبز پہ زر گل کیمیائے گل

چڑھائے مہر سے قاتل نے اپنے ہار کے پھول
گلِ مراد ہیں گویا مرے مزار کے پھول

بہار جیب سے کچھ حسرتِ ہم آغوشی
وہ کہتے ہیں متحمل نہیں فشار کے پھول

نمود عالم کون و فساد ہے برپا
خراب دیکھے ہوئے ہیں [illegible] کے پھول

ہوائے حسن ادا ہے خلاف وضع عبث
حباب بن نہ سکے آنکھ اُبھار کے پھول

زکی کو خاک مدینہ سے ہے سرفرازی
بنائیگا گلِ دستار اُس دیار کے پھول

بادۂ شوق سے کس کے ہے بھرا ساغر گل
جوشِ مستی سے گرے پڑتے ہیں گل بر سرِ گل

حسن پردہ تھا دم حشر کھلا جوہر گل
سینہ چاکوں کی جماعت میں ہوا محشر گل

دشت میں آبلہ پا ہوئے خونابہ فشان
لگیا عالمِ وحشت میں ہیں بسترِ گل

گوش و گردن میں بتوں ہی کے ہے پھولوں کی بہار
یعنی ہے نامِ خدا حسنِ بتان زیورِ گل

چشم حیرت سے با معان نظر دیکھ زکی
باب امید معانی فنا ہے در گل

ہم مسلک ہیں طریقِ صفا میں گھر سے ہم
راہِ نیاز عشق میں چلتے ہیں سر سے ہم

بھرنے دیں زخم کے وہ گل افشانیاں کہاں
جی میں ہے دل کو چھیڑ دیں پھر نشتر سے ہم

بے فرصتِ کلام تو لے اضطراب شوق
خط کا جواب مانگتے ہیں نامہ بر سے ہم

ہوگی جلائے تازہ شبِ غم شگفتگی
پژمردہ ہونگے نسیم سحر سے ہم

یوں ہی زخم و داغ جگر تھا وہاں زکی — زندان کو یاد کرتے ہیں لوزِ قمر سے ہم

کرکے بزم یار کو اپنا ضرر کرتے ہیں ہم — اختلاطِ غیر کا شکوہ مگر کرتے ہیں ہم

آج کیا جانیں کہا کیا وہ بھی سنکر رو دیئے — ورنہ اظہارِ تمنا بیشتر کرتے ہیں ہم

بے تکلف عشق ہے غارتگرِ ایمان مگر — حضرتِ ناصح کو کیا یہ بھی اگر کرتے ہیں ہم

توبہ توبہ کفر ملت ہوگیا یہ کیا کہا — اے زکی عشقِ بتان سے کب حذر کرتے ہیں ہم

معنی شناس عشق جو ہیں نکتہ دان غم — کہتے ہیں گوشت پارہ دل کو زبانِ غم

کھاتا ہے ایک ایک کو تقریب عشق سے — مہمان دل ہے غم کبھی دل میہمان غم

رونہ جزا تلافیِ غم کا ہے ذکر کیا — محروم انبساط ہیں فریادیانِ غم

لیتا ہے حسب حوصلہ ہر ایک دیکے دل — کھلتی ہے جب سے زلف سیہ نے دوکانِ غم

یک قطرہ خونِ دل پہ یہ کچھ ہو رہا ہے حیف — مشقِ عتاب بارشِ تیر امتحان غم

میرا نہ ہو وجود تو ہوجائے یہ بھی نیست — اسباب پر نظر ہے تو ہوں میں ہی جانِ غم

یوں ہی جو ضعف ہر نفس افزوں رہا زکی — دشوار ہے تحمل بار گران غم

پرسوا کن جہاں نگہ ناز ہی نہیں — پنہاں رہے یہ عشق کا انداز ہی نہیں

دشمن کا وصل دوست سے یوں سازگار ہے — گویا وہ چرخ تفرقہ پرداز ہی نہیں

وحشت میں تھک کے بیٹھ رہے مثل نقش پا — وہ جوش ہی نہیں وہ تگ و تاز ہی نہیں

طومار عشق دور تسلسل کا ہے طلسم — انجام ہی نہیں کہیں آغاز ہی نہیں

کیا کچھ نہیں ہجوم غم و یاس ہے زکی — دل تک رسائی ہوس و آز ہی نہیں

بچے ہو بیم تپش سے خاطر قاتل کہیں — ہو چکے ٹھنڈا نگاہ ناز کا بسمل کہیں

چاہتے ہیں یوں حسینوں کو نہ کی غافل کہیں — یہ بھی کوئی وضع ہے آنکھیں کہیں ہیں دل کہیں

رہنمائی اپنے بخت نارسا کی دیکھنا — شوق میں پہونچے کہیں ہم رہ گئی منزل کہیں

میرے حال زار و عشق کو کبھی کی شرح کیا — ایک مرنا تھا ہوا آسان کہیں مشکل کہیں

آسمان سے برق کو یوں میل کیوں ہے بارہا — جمع ہے روئے زمیں پر بھی مرا حاصل کہیں

دیکھئے سیر شب مہتاب ماہ چار دہ — بام پر آجائے مہ رشک مہ کامل کہیں

جلوہٴ دلدار کی نیرنگیاں دیکھ اے زکی — اسکو عالم سے جدا پایا کہیں شامل کہیں

پر شرمگین نگہ پہ تبسم نقاب مین — کیا بے حجابیاں ہین بھرے حجاب میں

وہ نالہائے درد سے چونک اُٹھے خواب میں — یہ اور اضطراب ہوا اضطراب مین

رشکِ عدو سے بزم میں جلتے تھے متصل — کچھ اگلی صحبتون کا مزہ ہے عذاب مین

ہر بات میں حوالہ ہے ہر بحث میں سند — ناصح کو مانتے ہیں ہم اہلِ کتاب میں

ٹھہرا خمار بے خبری ذوقِ بیخودی — نشہ ہے چشم یار کا جام شراب مین

اقرار بندگی سے نہیں بندہ پروری — مدِ نظر یہ تھا کہ نہیں ہان جواب میں

لکھتے ہو اس قدر غزل مختصر زکی — آزردہ ہونگے اہلِ مذاق انتخاب میں

تسکین کا رنگ دیکھئے اُنکے جواب میں — شوخی کلام میں ہے تجاہل خطاب میں

دیکھا جو اسکا جلوہٴ رُخ آفتاب میں — ذرون نے دل کو تھام لیا اضطراب میں

لینے کے نام سے بھی تھی مقصود ایک شان — دیکھا تو غیر کچھ نہ تھا کچھ نقاب میں

بادب وہ اونکی خاطرِ نازک پہ خوئے مہر — بے التفاتیون کا گلہ ہے عتاب میں

پیری میں سختیاں ہیں یہ تعبیر ہے زکی — دیکھا تھا خواب عیش جو عہدِ شباب میں

نہ سہی تیغ اگر دستِ ستمگر میں نہیں — صفِ عشاق وہان ایک ہی خنجر میں نہیں

وہی سبزہ وہی وحشت وہی ویرانی ہے — اور کیا دشت میں ہوگا جو مرے گھر میں نہیں

غم زدہ ہے چمن آرا ہے دماغ آسا ہے — مگر اس کا کوئی انداز گلِ تر میں نہیں

شمع کشتہ ہون میں پروانہ جان باختہ ہون — سوزِ غم دل میں نہیں شورِ جنون سر میں نہیں

رہ کٹ جاتی ہے امید سحر میں شبِ غم — نفسِ شوق کی برش دمِ خنجر میں نہیں

ضعف عزت ہے کہ میں اور خود تعذیر نہیں — طوق گردن میں نہیں پاؤں میں زنجیر نہیں

ندکی بات ہے گو شوخیٔ تقریر نہیں — دلفریب آپ سے کم آپکی تصویر نہیں

یہ بھی کچھ بات ہوئی بات نہ پوچھی جائے — بے گناہی کی صفِ حشر میں توقیر نہیں

قابلیت ہے تری ذات میں درکار زکی — فیض میں مبدءِ فیاض کے تاخیر نہیں

ہیں ہون کیون کر خموشی میں مزا ہوتا ہے — ہے یہ شیرینی کہ لب سے لب جدا ہوتا ہے

خدایا بھر گئے کیون تھے جو کچھ ناصور سینے میں　　گھٹا جاتا ہے تنگی سے دلِ رنجور سینے میں
گلِ نرگس ہین ستون کی تربت پر گریہ کم　　کہ ہین زخم نگاہِ ساقیِ مخمور سینے میں
محبت کے سبب سے یہ عجب ہنگامہ برپا ہے　　ہجوم شوقِ خاطر میں ہے غم موجود سینے مین
مجال بیخودی وہ کہہ رہا ہون جو نہ کہنا تھا　　شرابِ تند ہے یا معنیِ مستور سینے مین
تم اس رفتار حشر انگیز سے آتے ہو ڈرتا ہون　　مبادا آہ نہ نکلے مردہ ہو محشور سینے مین
نرکی تیر حرارت مثل باران کیا برستے ہین　　بنایا نیش غم نے خانۂ زنبور سینے مین

ہمنے کاٹی ہے شبِ غم نالہ و فریاد میں　　دم رکے گر ہون یہ نفس بھی نہ لیتے صیاد مین
خون یہ مجھ بیگنہ کا تھا کہ وقت بازپرس　　ہو گیا طوقِ اسیری گردنِ جلاد مین
مرگ عاشق ہی نہین ہے انتہائے ظلم عشق　　جانِ شیرین بھی گئی آخر غمِ فرہاد مین
بید بے برگ و ثمر کو کچھ نہین خوفِ خزان　　بیمِ ہجران کیا ہو میری خاطرِ آزاد مین
ہوکے شامل میرے درد دل نے کی اسکی مدد　　پائداری ورنہ کیا تھی چرخِ بے بنیاد مین

حقِ محبت عزیز اور ادا کیا کرین　　آپ ہین بیمار غم میری دوا کیا کرین
تم کو ستمگر کہین اور برا کیا کرین　　اس کے سوا کیا کہین اس کے سوا کیا کرین
ان کو مذاقِ ستم عذرِ جفا کیا کرین　　خو ہے ہمین تسلیم کی اس کو گلا کیا کرین
کہتے ہین وہ لیکے دل تجھسے کرین کیا سلوک　　شکلِ تلافی کوئی تو ہی بتا کیا کرین
ٹھیرے نہ فریاد بھی ظلم ہے ہم کہین دیکھیے　　یہ صحبتِ بیداد گر روز جزا کیا کرین
لائین انھیں کسطرح تا کہ جنازہ اٹھے　　ہین متحیر مرے اہلِ عزا کیا کرین
سایہ جو درکار ہو جمع ہے دودِ فغان　　تیری گلی کے گدا ظلِ ہما کیا کرین
بزم کو بیخود کیا جلوہ نے اب دیکھیے　　چشم و نگہ کیا کرین ناز و ادا کیا کرین
خاک نشین ہونکو خلق ہوئے سایہ دار　　گلشنِ ہستی میں ہم نشو و نما کیا کرین
مرغِ سحر لطف اٹھا وصل کی شب ہو چکی　　وا نہ ہوئے آپکے بندِ قبا کیا کرین
زیست تری بدمزہ مرگ تری ناگوار　　تیرے لئے اے ذکی حضرتِ دعا کیا کرین

پھر بے حجاب دیکھون بتِ شرمگین کو میں　　یارب ترس گیا نگہ دل نشین کو مین

ناکام وصل یار ہوں مرنے سے شاد ہوں
سم جانتا ہوں اپنے لئے انگبین کو میں

اک جو وہ بھی کشمکش نزع دیکھ لیں
سمجھوں گا جانفزا نفس واپسیں کو میں

دامن کھنچا او کھا ہاتھ میں صبح شب وصال
کیونکر سنبھالتا دل اندوہگین کو میں

اس انجمن میں تیرا ہی جلوہ ہے ور نہ کیوں
حیرت سے دیکھتا ہوں ماہ مبیں کو میں

اے گریہ لخت دل کو عبث رائیگاں نکر
دیتا ہوں اوس کے نام سے زیب آستیں کو میں

مقصود ہے زکی اسی آرام جان کا ذکر
سمجھا ہوں ہم کلامی روح الامیں کو میں

مایوس ہوں اثر سے تو فریاد کیا کروں
وہ سنتے ہی نہیں دل ناشاد کیا کروں

لاؤں نئے نئے جگر و دل کہاں سے روز
تو ہی بتا کہ اے ستم ایجاد کیا کروں

حیرت سے شش جہت نگراں و خموش ہوں
ہر دم جو سامنے ہو اُسے یاد کیا کروں

غم کا ہے یہ ہجوم کہ ہے تلخ زندگی
شیریں کا رنج ماتم فرہاد کیا کروں

تعمیر قصر و کاخ زکی خوشنما سہی
پیش نظر ہے سستی بنیاد کیا کروں

اس تکلف میں وہ لطف سے گلفام کہاں
میرا انکار کہاں آپکا ابرام کہاں

دل سودہ زدہ گیسوئے مسلسل میں پھنسا
سچ ہے دیوانہ کو اندیشۂ انجام کہاں

ہر قدم پر روش اشک گرا جاتا ہوں
اس تمنا میں کھلے دست کرم تھام کہاں

بات بھی کوئی کہ قاصد طلب جان ہے یہیں
اُس نے بھیجا ہے مجھے وصل کا پیغام کہاں

خشک ہیں دامن دشت و جبل اے چشم ابھی
موج دریا کو دیا اشک نے الزام کہاں

ہر نفس شوق وطن میں ہے دم بازپسیں
ضعف سے تھک کے رہجاؤں میں ناکام کہاں

خوار و رسوا ہے زکی عشق بتاں میں کیا
ہائے کمبخت گئی عزت اسلام کہاں

بھول جانا ہمکو ربط اغیار کا اچھا نہیں
یاد رکھنا شیوہ یہ آزار کا اچھا نہیں

پھر کہاں جائینگے یارب بادہ نوشان خرابا
بیٹھنا میخانے کی دیوار کا اچھا نہیں

شرم سے گھٹ گھٹ کے آخر دل کو سودا ہوگیا
ضبط کرنا حسرت دیدار کا اچھا نہیں

کیوں نگاہ قہر کرتے ہو دل رنجور پر
بیکسوں پر کھینچنا تلوار کا اچھا نہیں

جان ہے آنکھوں میں تیرے عاشق مشتاق کی
اب چھپانا رخ پر انوار کا اچھا نہیں

چشم پر خون نہ گیا آخر دہان زخم دل
بوسے لینا لب سوفار کا اچھا ہی نہیں

حیف دشمن دور ہم سے محو ذوق التفات
یہ اثر تو جادوئے گفتار کا اچھا ہی نہیں

فکر دنیا ہے کبھی اندیشۂ عقبیٰ ہی
اے زکی یوں بھول جانا یار کا اچھا ہی نہیں

کچھ ایسے تنگ ہیں غم دل سے کہ جی میں ہے ہم
کہتے ہیں دل کو دکھے غم روزگار لیں

پہلو وہ کونسا ہے مجھے جس میں آئے چین
کروٹ ہم اب کدھر کو دل بیقرار لیں

جب ہمنے اپنی خانہ خرابی ہی کی قبول
گھر کیوں نہ زیر سایہ دیوار یار لیں

سر پر اٹھائیں کیا جو نہ رو کے زمیں سے ہم
انبوہ خاک دل تو وہ خاشاک و خار لیں

ہم اپنی بے دلی سے ہیں بے برگ بے نوا
ہے ایک دل تو عشق کے جھگڑے ہزار ہیں

ناصح قمار عشق کو ہم چھوڑ دینگے آپ
باقی ہے ایک جان ذرا اس کو ہار لیں

ہم گن تو لیں زکی شب غم کی صعوبتیں
جو دام حق سے فرصت روز شمار لیں

صلح کرنے کو وہ جب آتے ہیں لڑ جاتے ہیں
کام اپنے یونہیں بن بن کے بگڑ جاتے ہیں

ان کی رنجش کا کریں شکوہ ہمارا کیا منہ
بوسہ لینے کیلئے ہم بھی تو اڑ جاتے ہیں

شانہ سے ہوتی ہے ژولیدگی روز افزوں
زلف خمدار میں بل اور بھی پڑ جاتے ہیں

گلشن حسن کی کیا بات یہ ہے اور بہار
جب حسین بستے ہیں پھول سے جھڑ جاتے ہیں

اے زکی فکر و غم اتنا بھی نہ رکھیو دل میں کہ
دل عاشق میں یونہیں جا کے پڑ جاتے ہیں

بجا کہتے ہو اعدا بے وفا ہیں
تمھارے طعنے میرے مدعا ہیں

ہمیں ہیں نام کو ہیں ہم بھی کیا ہیں
شکست حال کی گویا صدا ہیں

کسی سے کیوں ملیں مشکل ہیں وہ
ستم اس پر یہ ہے نا آشنا ہیں

ہوئے دلبر تو یہ بیگانگی کیا
اگر وہ بھی کسی پر مبتلا ہیں

بڑھا ذوق اسیری جب انہوں نے
کہا کہہ دو کہ اب سے یہ رہا ہیں

جنوں میں گھر تو لٹتا ہے زکی کا
مگر حضرت گئے صحرا کو یا ہیں

ہم جو ناز بتاں اٹھاتے ہیں
ستم آسمان اٹھاتے ہیں

اک سودائے وصل یار میں ہم
کیسے کیسے زیاں اٹھاتے ہیں

ہیں دل اہل بزم پر ہوں غبار
بیٹھا ہوں جہاں اُٹھاتے ہیں

نہ رہی باغ میں وہ آب و ہوا
ہم بھی اب آشیاں اٹھاتے ہیں

آگیا پھر زکی نشانے پر بد
پھر وہ تیر و کمان اُٹھاتے ہیں

تلاش یار میں ہے ہر قدم سیر چمن ہمکو
گل صحرائے غربت ہو گیا داغ وطن ہمکو

تہی دستِ تمنا ہے گیا جیب ہوس خالی
تحیر تھا تماشائے بتانِ سیمتن ہم کو

اسیری سے نہ چھٹنے پائے تا انجام عمر آخر
بلائے جان ہوئی زنجیرِ زلف پر شکن ہمکو

یہ برقِ خرمنِ ہستی ہے کیا معلوم تھا ہمدم
جلاتا ہے ہمارا نالۂ آتش فگن ہم کو

پسِ مردن ترا جلوہ فروغِ چشم حیراں ہے
صدف آسا دیا مقصد ملا زیر کفن ہم کو

بنائے صلح عشق و حسن باہم ہے مبارک ہو
ہماری سادگی تم کو تمہارا بانکپن ہم کو

طبیعت کیوں ہوئی نازک اگر عاشق بنایا تھا
دیا ہوتا دلِ مجنوں دماغِ کوہکن ہم کو

زکی اوجِ معانی پر ہے اب پروازِ اندیشہ
اُڑاتا ہے عروج نشۂ ذوقِ سخن ہم کو

گل ہے وہ از رنگ محبت جس کی آب و گل میں ہو
سینہ ہو صد چاک داغِ نامرادی دل میں ہو

بدگمانی یار کے حق میں دل مجبور حیف
وہ خدا ناکردہ کیوں اغیار کی محفل میں ہو

خلوتِ باہم کہاں جب تک ہے شکلِ حجاب
تم زکی سرگشتہ تابک حسرتِ منزل میں ہو

نہ کہیے خیر جو کچھ ہو تو کبھی انفعال بھی ہو
خدا گواہ کسی کا اگر خیال بھی ہو

وہ سرگراں ہی رہیں گے طریق تمکیں سے
رہِ وفا میں اگر کوئی پائمال بھی ہو

کبھی نچھوڑینگے اس وضع التفات کو ہم
تمہاری طرزِ تغافل سے گو ملال بھی ہو

ہم اوس کی راہ میں بیٹھے ہیں نقشِ پا کی طرح
قدم اٹھائیں تو لغزش کا احتمال بھی ہو

زکی شباب گیا اب کہاں کہ خاطر میں
امنگ بھی ہو عناصر میں اعتدال بھی ہو

بغل میں کوئی ہو تسکینِ اضطراب تو ہو
وہ مستِ ناز نہ ہو یہ دلِ خراب تو ہو

اثر ہے آتشِ غم کا فلک پر موجود
وگرنہ سینہ میں دل کی جگہ کباب تو ہو

تم بھی یاد کرینگے شب وصال کے لطف
وہ دن تو آئے زمانہ کو انقلاب تو ہو

بہار رنگ رخ لالہ گوں نظر آئے
خدا کرے کہ کوئی صورتِ عتاب تو ہو

فریب جاذب محبت میں کاش آجائے | کسی طرح دل مضطر کو صبر و تاب تو ہو
زکی نہ بھول جوانی کو عہد پیری میں | اگر شباب نہ ہو حسرت شباب تو ہو

لے آئے دم مردن اُس رشک مسیح کو | ہم دیکھتے ہیں اپنے اعجاز تمنّا کو

جان و دل سازگار ہیں دونو | یعنی تم پر نثار ہیں دونو
وصل ہو یا فراق ہو اُسکا | ستم روزگار ہیں دونو
روز و شب ہے انہیں کسیکی تلاش | مہر و مہ بیقرار ہیں دونو
میں بلاتے ہیں وہ نہ آتے ہیں | دل سے بے اختیار ہیں دونو
آفریں تمکو ایک ناوک میں | جگر و دل فگار ہیں دونو
اشک میں رنگ گل شراب میں بو | موج بادہ بہار ہیں دونو
آپکا عہد میری زیست ہے ایک | سخت ناپائدار ہیں دونو
اب زکی آپ میں کہاں ہوگا | آج پھر ہمکنار ہیں دونو

ہے فنا کار شمع و پروانہ | وائے آزار شمع و پروانہ
کیا ہی سوز و گداز عشق سے ہے | گرم بازار شمع و پروانہ
سوز دل کا مرے تماشا ہے | حالت زار شمع و پروانہ
اس مصیبت کو دیکھتا کہ نہیں | کوئی غمخوار شمع و پروانہ
سوز غم سے زکی کو ہے ہر روز | شب دشوار شمع و پروانہ

اسیری میں تباہی رونق کاشانہ ہو جائے | قفس ہی لالہ سے جلکر چراغ خانہ ہو جائے
تغافل سازگار درد اہل شوق کیا ہوگا | ادا سے دلفریب ایسا کہ دل دیوانہ ہو جائے
کہاں تک ضبط بیتابی دل مسکیں مجھے ڈر ہے | تری خوئے تحمل سے وہ بے پروانہ ہو جائے
تماشا عام ہوگا اور کیف بیخودی ارزاں | عجب کیا ذوق محشر صحبت مستانہ ہو جائے
خفا کرتے ہوئے جا بیٹھو اُسکی بزم عشرت میں | کبھی تو اے زکی یہ شوخی رندانہ ہو جائے

نظر آئینہ ساں برہم زن آئین صحبت ہے | اُدھر وہ ہیں اِدھر میں درمیاں دیوار حیرت ہے
فلک کہتے ہیں جسکو ایک جزو آفرینش ہے | مرے دل میں سویدا کی جگہ داغ محبت ہے

کہا جاتا ہے ناکامی میں عہد زندگی اپنا
نفس ہی سینہ میں گویا دم شمشیر حسرت ہے

نہ دیکھیں وہ مجھے ہنگامہ محشر میں کیا معنی
لباس بیکسی آلودہ رنگ ملامت ہے

جفاؤں کا تحمل ہے وفا کی پاسداری ہے
خدا ناکردہ کیا عاشق ترا نازک طبیعت ہے

زنگی کے دلکو کر سیراب فیض تربیت یارب
یہ کشت نامرادی تشنہ باران رحمت ہے

اجتناب حسن الفت کا تقاضا دیکھئے
شرم یوسف دیکھئے شوق زلیخا دیکھئے

دم یہاں لب پر کہ اعجاز مسیحا دیکھئے
انکو خاموشی کا انجام تمنا دیکھئے

ناز بردار جنون حسن حسینان کیون نہو
شمع کے سر پر ہے روشن داغ سودا دیکھئے

یون تو ہے ہر رند کو ساقی سے چشم التفات
بزم میں ملتا ہے کسکو جام صہبا دیکھئے

جانستان ہی حرف مطلب کا جواب ناتمام
ہائے اسکا شرم سے کہنا کہ اچھا دیکھئے

حلقہ زنجیر آفت ہے مرا ہر دن زنگی
آج کے انجام سے آغاز فردا دیکھئے

تمہارے تیر کے پیکان سے حال درد کھلا
دل فگار کی اسکو مگر زبان کہئے

نگہ نہ دے ترے در پہ عدو قبول مگر
یہ ننگ ہے کہ ترا اسکو پاسبان کہئے

نفس نفس ہے نسیم وفا محرک شوق
یہ وہ مزہ ہی جسے ذوق جاودان کہئے

وہان یہ فکر کہ راز دل آشکار نہ ہو
یہان یہ شوق کہ کچھ حسرت نہان کہئے

وہ سادگی سے تغافل کو ناز کہتے ہین
مگر سکھاتی ہے شوخی کہ اجتناب کہئے

رہ وفا میں رفیقوں کا کیا نشان کہئے
ملے جو نقش قدم داغ کاروان کہئے

دلون مین ربط وفا سے ہے اتحاد بہم
وہ تفرقہ ہی گیا جس کو امتحان کہئے

شکست رنگ ہے گویا سپیدہ سحری
طلوع مہر فنا کا اسے نشان کہئے

کمال خستگی عشق سے یہ مختصر ہوا
کہ آپ اور مجھے صید نیمجان کہئے

نہ چونکے خواب سے غنچے دم سفر آیا
نسیم صبح کا جاتا ہے کاروان کہئے

بتون کے در سے اٹھایا غبار کرکے مجھے
جنون کو تفرقہ انداز جسم و جان کہئے

لگا گئے گرہ عہد قول راسخ سے
ہمارے آپکے دو دل ہین درمیان کہئے

سوال وصل کا اس بت نے کیا جواب دیا
خموش کیون ہو زنگی کچھ تو مہربان کہئے

خموشی خسرابی ہے انبیا کے لیے ۔ چراغ راہ ہوا جام جم گدا کے لیے
کبھو جہان سے کوئی کیا مراد دل پائے ۔ جہان زبان نہ ہلے عرض مدعا کے لئے
گل ایسے مست مئے شوق تھے دم گلگشت ۔ کہ جھوم جھوم کے بوسہ تری قبا کے لئے
نفس کو شعلہ مرے سوز بیکسی نے کیا ۔ زبان شمع مجھے چاہیئے دعا کے لئے
زکی ہم اپنے دل و دین کسی کو کیوں دیتے ۔ بتوں نے حسن کے جلوے دکھا دکھا کے لئے

دلکو یہ شوق کہ وعدہ کی وفا یاد رہے ۔ [illegible] مجھے انہیں کیا یاد ہے
دل ہے ناچیز انہیں توڑ کے کیا یاد رہے ۔ یہ تو شیشہ بھی نہیں ہے کہ صدا یاد رہے

گرے نفاق سے زمین پر فلک مکان ہو جائے ۔ قفس کو توڑ دوں تو سامان آشیان ہو جائے
ترا وہ ظلم کہ ہو جائیں دوست بیگانے ۔ میرا یہ حال کہ دشمن بھی مہربان ہو جائے
نہ پوچھو جمع اعدا میں کون ہے جانباز ۔ تمہیں نہ کھینچ تو خنجر کا امتحان ہو جائے
نمود برق عیان ہے بتوں کے جلوے سے ۔ کہ بے حجاب نظر آئے اور نہان ہو جائے

جبتک نہ آیا وہ کہ قیامت گذر نہ لی ۔ اس دیر آشنا نے ہماری خبر نہ لی
منظوم انتشار ستمگر سے جمع ہیں ۔ چھوڑا نہ دل کو زلف نے جبتک بکھر نہ لی
پہنچی نہ روئے یار تک اپنی نگاہ شوق ۔ تا فرط اضطراب سے سوچا سمجھ نہ لی
دشمن سے ارتباط ہے اسکا جواب کیا ۔ یہ خوبی تمہاری کہ میری خبر نہ لی
آسودہ اپنی بیہنری سے ہوں زکی ۔ اندیشہ فلک سے متاع ہنر نہ لی

رسوا کو تیرے فائدہ کیا ضبط آہ سے ۔ غم کیطرح برستی ہے حسرت نگاہ سے
مقتول اسکے شاد گئے قتل گاہ سے ۔ نظارہ جمال تھا مطلب گناہ سے
اس نے الٹ دیا رخ گلگوں سے جب نقاب ۔ صبح بہار ہوگئی شب نور ماہ سے
ٹھہری شکست رنگ ہی وجہ شکست دل ۔ برہم وہ ہوگئے مرے حال تباہ سے
خوبی جبین حسن کی تیغ ادا کی زیب ۔ چین اسکی آستین سے خم اسکی کلاہ سے
اف داغ دل تلافی مافات گیسو ۔ خورشید گم ہوا مرے روز سیاہ سے
رندان بے ریا کا زکی یاد ہے خلوص ۔ پھر میکدہ کو اٹھ ہی چلو خانقاہ سے

چاک داماں کیجئے ٹکڑے گریباں کیجئے — کچھ تو آخر چارہ طبع پریشاں کیجئے
فرصتِ ہستی کی وقعت کیا نہیں پیش نظر — کس لئے نظارہ گلہائے خنداں کیجئے
اہل دل کا قبلہ ہے مطلوب دل مقصود جان — جب عبادت کیجئے رو سوئے جاناں کیجئے
ایک انداز حیا میں دولت و دیں لیجئے — ایک ادائے شوخ میں تاراج ایماں کیجئے
بار کسکو ہے تسکیں اسکے حریم ناز میں — بخت یاور ہو اگر پابوس درباں کیجئے

انکا جس راہ میں نقش کف پا ہوتا ہے — ہر قدم سجدہ ارباب وفا ہوتا ہے
دل ہوا ہے تیری مژگان سیہ پر مائل — قطرہ خون ہدف تیر بلا ہوتا ہے
مری حیرت سے سمجھتے ہیں وہ دل کی حالت — نکتہ درد خموشی میں ادا ہوتا ہے
کرتے ہیں ہم سحر روز جزا کی امید — دیکھیں طول شب غم تا بکجا ہوتا ہے
اے تسکیں سلسلہ ناز کو کیوں دیں طول نہ دوں — عقدہ پڑتا ہے تو دل عقدہ کشا ہوتا ہے

بیگنہ قتل اسیران وفا ہوتا ہے — آپکے کوچے میں یہ ظلم نیا ہوتا ہے
اس شوخ حسن کے در پر نہیں یارائے سوال — دل دھڑکتا ہے جب آہنگ صدا ہوتا ہے
عندلیبوں کو ترے طائر جاں کہتے ہیں — اس شرف کو جو نہ پہنچا وہ ہما ہوتا ہے
کوئی بھی وادی حیرت میں نہیں اپنا رفیق — دل سرگشتہ مگر راہ نما ہوتا ہے
لکھ یہ تبدیل قوافی غزل تازہ تسکیں — تیرے اشعار میں معنی کا مزہ ہوتا ہے

سنتا نہیں کوئی جیسے وہ آہ کیا ہوئی — یہ تو شکست شیشہ دل کی صدا ہوئی
کیا خاک اعتبار کریں جذب دل ترا — وہ ایک دن نہ آئے ہزار التجا ہوئی
اسکے خرام ناز کو پایا طلسم شوق — جو آنکھ فرش رہتی وہی نقش پا ہوئی
رونا نفس نفس ہے تو ماتم ہے دم بدم — دل کیا ہوا کہ مجلس اہل عزا ہوئی
دل سرد ہو گیا ہے تسکیں وضع دہر سے — جو آہ نکلی ہمدم باد صبا ہوئی

جینا غم دوری میں عجب حال ردی ہے — مرنا ترے قدموں میں حیات ابدی ہے
دل عشق بتاں کیلئے اک اور نہ لکھا — یہ کاتب قسمت کی خطائے عمدی ہے
کیوں زلف رسا ہے الف قد کے مساوی — کیا یہ بھی کوئی فتنہ پایان صدی ہے

کچھ ہا بین تو کچھ حصہ پہنچا ہے جگر بین
آب دم شمشیر کی قسمت رسدی ہے
ڈوبی مگر کشتئ دل بحر فنا بین
بار غم و اندوہ سے یے طور لبی ہے
جو ساقئ صہبا بین نہو اسکا تصور
وہ بے خبری کچھ بھی نہین بے خودی ہے
پیاسے مے جہن بین زنگی شاہ عرب سے
اس وجہ سے لب پر مرے شور ندی ہے

عدو کے پاس کے کہتے ہو امتحان نہ سہی
تمھین کو شوق نہین ہے تو مہربان نہ سہی
وہ میرا غم ہی سنین پوری داستان نہ سہی
حکایت دل بیتاب درمیان نہ سہی
اگر نہین ستم دہر جاودان نہ سہی
جفا پسند وہ کیا کم نہین آسمان نہ سہی
خموش بیٹھے ہو محفل مین کوئی بات ہی ہے
زبان [illegible] نہین دہان نہ سہی
تمہارے جلوے سے روشن ہین صحن و منظر و بام
مجھے نہین سر کار آتش مکان نہ سہی
نہین ہے عشق کی گرسنگی مین ساتھ ضرور
نہین تو خاک اڑانی ہے کاروان نہ سہی
زنگی مقام سعادت سمجھ کے بیٹھ رہو
حریم کعبہ نہین ہے در مغان نہ سہی

دل ہی مین نالہ شبگیر الٹ جاتا ہے
ناموافق ہے ہوا تیر الٹ جاتا ہے
نالے اٹھ سکے نہ تہ جگر سے رک جاتے ہین
تیر سے مرغ ہوا گیر الٹ جاتا ہے
جلوہ گر ہین تری کیا [illegible] کہ سایہ ناچار
جب ہوا اسد کشش تنویر الٹ جاتا ہے
ٹھہرا اظہار وفا شکوہ وصل اغیار
رشک سے حال تقریر الٹ جاتا ہے
منہ خرابات مین رندون سے چھپائے کیا شیخ
نشہ مین دامن تزویر الٹ جاتا ہے
حق تجھین ہے زنگی کس قدر الحمد للہ
دم بسمل دم تکبیر الٹ جاتا ہے

کوہ مسکن ہے کبھی گاہ بیابان کوئی
مجھسے یارب نہ گھر آباد نہ زندان کوئی
گرمئ بزم ہوا داغ محبت کا قسم
ہوگیا محو تماشائے چراغان کوئی
پھر چکے دہر مین اب ضعف یہ کہتا ہے زنگی
ڈھونڈھ کر بیٹھ رہو کلبۂ احزان کوئی

نہ جاتے چھوڑ کے مضطر وہ آج کل جاتے
ہم انکے سامنے مرجاتے یا سنبھل جاتے
اگر سمجھتے کہ نفرت ہے عاشقون سے انہین
تو کرتے ہم کوئی تسخیر کا عمل جاتے
نہین نہین یہ نہوتا کہ وہ نہ دیتے جگہ
ہم اونکی بزم مین خوشی سے [illegible] جاتے

بقدر حوصلہ سنتے صلائے بادہ تو ہم | سبو لیے ہوئے خمخانہ ازل جاتے
زمین سخت ہیں کھاتے ہو ٹھوکریں کیا کیا | مشاعرے مین زکی لیکے یہ غزل جاتے

دیکھے دھوکا اسے مرجاتے تو اچھا کرتے | کاش ہم چرخ سے جینے کی تمنا کرتے
وہ اگر چہرہ انور کے دکھاتے نیرنگ | دیدۂ روزن دیوار کو بینا کرتے
بیل عام تھی محشر مین وہ مجھکو ورنہ | تہمت دلبری خلق کا دعویٰ کرتے

نہ پوچھ اے دل کہاں سیر ہوئی ہے کیا کچھ بہار دہلی | دم سیر نسیم جنت بنا ہے اڑ کر غبار دہلی
وہ کیونکر آرام سے رہیگا جہان مین کیا خاک جی لگیگا | نظر مین جسکی سمائی ہوگی بہار نقش و نگار دہلی
زکی ہی کیا سادہ آدمی ہے کمال معنی کا مدعی ہے | ہم اسکو باطن مین دیکھتے ہیں تو رنگ ہی ہے عذار دہلی

وہ بلائے جان جو آیا بال پھیلائے ہوئے | آگیا کتنوں کو غش کتنوں ہی کو سکتے ہوئے

داستان آنکی بیوفائی کی | رسم کھو دی گئی آشنائی کی
آپکی ٹھوکرون سے اڑ ہو گئیں | شہرتیں میری جبہہ سائی کی
آئینہ دیکھ کر وہ حیران ہین | مل گئی داد خودنمائی کی
رک کے ملنا بتون کے کام آیا | آرزو ہو گئی خدائی کی
بخت یاور ہوا کہ ہمنے زکی | کوچہ یار کی گدائی کی

تمام شد

انتخاب کلیات مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اکبرآبادی

ترجیع بند

نالہ چند در فراق شیخ

اے شاہ یگانہ زمانہ | اے بحر محیط بیکرانہ
وہ محفل انس اب کدھر ہے | یارب ہے کہاں وہ کارخانہ
وہ بزم نہ وہ جمال ساقی | وہ جام نہ وہ مئے مغانہ

کیا ہو گیا جلوہ سحر گاہ — کیا ہو گئی صحبت شبانہ
ہے دل میں ابھی وہی تصور — ہے یاد ہنوز وہ زمانہ
ساحل پہ پڑے ہیں سب مسافر — کشتی ہوئی کسطرف روانہ
ہے جوش میں بحر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے کعبہ خاص و قبلہ عام — تھی تیری گلی مقام احرام
تھا امن جہاں حریم اقدس — آغاز کا غم نہ خوف انجام
سب محو تھے ظل عاطفت میں — خطرات خیال و فکر و اوہام
اس بحر محیط میں تھے سب گم — نیکی و بدی و کفر و اسلام
پرشور تھے نے لب و دہاں ہم — سرمست بدون بادہ و جام
کہہ دیجیو اے نسیم یہ بات — لے جائیو اے صبا یہ پیغام
ہے جوش میں بحر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

ہوتی ہے جہاں میں کم کوئی ذات — بے علت و نسبت و اضافات
خورشید تھا وہ وجود یا جود — دریا تھی وہ ذات فیض آیات
دیرینہ نہنگ بحر توحید — مردانہ قلندر خرابات
سلطان جہاں ترک و تجرید — شہباز معارف نہایات
وہ وقت نہ وہ زمانہ افسوس — وہ لطف نہ وہ بہار ہیہات
اک ان کی آن تھی حضوری — اک بات کی بات تھی ملاقات
ہے جوش میں بحر کا سمندر — یا غوث علی شہ قلندر

اے بحر حقیقت خدائی — اے جلوہ شان کبریائی
نے ذکر قصیدہ ہائے عطار — نے ذکر حدیقہ سنائی
مشرب تو نوافل و فرائض — نے تنگدلی نہ دلکشائی
بندہ نہ خدا نہ دین و دنیا — کی آپنے خوب ہی صفائی
لیکن نہ مٹا غبار فرقت — ہر چند کہ وقت آزمائی

مشکل ہوا کاٹنا دنوں کا ۔ دشوار ہوئی تیری جدائی
ہے جوش میں بحر کا سمندر ۔ یا غوث علی شہ قلندر

ایام وصال بھی تھے کیا دن ۔ راتیں تھیں مراد مدعا دن
محسوس نہ تھا کہاں کٹی رات ۔ معلوم نہ تھا کدھر گیا دن
تھی بزم وصال دن ہوا رات ۔ تھی دید جمال شب ہوا دن
تھی دن کو خوشی کہ اب ہوئی رات ۔ تھی شب کو مسرت اب ہوا دن
عالم کو ز بس کہ ہے تغیر ۔ رہتے نہیں ایک سے سدا دن
دن رات یہی فغاں ہے لب پر ۔ وہ رات رہی نہ وہ رہا دن
ہے جوش میں بحر کا سمندر ۔ یا غوث علی شہ قلندر

اے قبلہ عالم معانی ۔ سلطان جہان بے نشانی
آگاہ مقاصد برونی ۔ دانائے خواطر نہانی
یک رنگ و یگانہ و یک آئین ۔ بے فرق مکانی و زمانی
تھی آپ پہ ختم بذلہ سنجی ۔ تھی آپ پہ ختم نکتہ دانی
باتوں میں طریق دلکشائی ۔ لفظوں میں ادائے خوش بیانی
آیا نہ پسند یاں کا رہنا ۔ برباد ہو یہ سرائے فانی
ہے جوش میں بحر کا سمندر ۔ یا غوث علی شہ قلندر

اے بحر کرم محیط نایاب ۔ لب تشنہ ہیں ماہیان بے آب
پانی پت تھا بقا کا چشمہ ۔ اب کیا ہے غم دائم کا گرداب
ملفوظ مبارک گرامی ۔ ہے زندگی حسن کا اسباب
ساحل ہے کہیں نہ تھل نہ بیڑا ۔ سب بحر فراق میں ہیں غرقاب
افسوس ہوا نظر سے پنہاں ۔ وہ شمس منور جہاں تاب
اے ملک بقا کے جانے والو ۔ کہہ دیجیو بعد عرض آداب
ہے جوش میں بحر کا سمندر ۔ یا غوث علی شہ قلندر

غزلیات

تعریف اُس خدا کی جس نے جہان بنایا
کیسی زمین بنائی کیا آسمان بنایا

مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش نما اُگائے
پہنا کے سبز خلعت انکو جوان بنایا

میوے لگائے کیا کیا خوش ذائقہ رسیلے
چکھنے سے جن کے مجھکو شیرین دہان بنایا

آب روان کے اندر مچھلی بنائی تو نے
مچھلی کے تیرنے کو آب روان بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی
یہ کارخانہ تو نے کب رائیگان بنایا

علیک السلام اے شفیع البرایا
اولوالعزم تجھ سا نہ آئے نہ آیا

علیک السلام اے امین الٰہی
کہا جو خدا نے وہ تو نے سنایا

علیک السلام اے ستودہ خصائل
خدا نے تجھ پر نبوت کو پایا

علیک السلام اے جمیل الشمائل
جواد و رؤف و کریم السجایا

علیک السلام اے امان دو عالم
ترا دامن لطف ہے سب پہ چھایا

علیک السلام اے جمال معانی
نہ تھا تیرے جسم مطہر کا سایا

علیک السلام اے سوار سبک رو
کسی نے تری گرد رہ کو نہ پایا

علیک السلام اے کہ تجھسے ذات حق نے
جو اوّل بنایا تو آخر دکھایا

علیک السلام اے رسالت پناہی
خدا کا ہمین تو نے رستہ بتایا

علیک السلام اے ہدایت کے مرکز
تجھے حق نے انسان کامل بنایا

نمایاں تیرے مین انداز تھا نظر کا سا
ہر ایک دل کا ہے نقشہ مرے جگر کا سا

فروغ رخ یہ نظر مین سما گیا یکبار
کہ شام ہی مرا حال ہے سحر کا سا

کسی کی برق تبسم جو دل مین کوند گئی
تو چشم تر کا ہوا حال ابر تر کا سا

ذرہ ذرہ حیرتی ہے ... پرتو مہر کا
ہے کہو دیا آئینہ ہے منکا مہر تکبیر کا

بیٹھ ہی جاتا ہے دل مین ... تیر کا
ہیں تو دیوانہ ہوں اوسکی دال نا تقریر کا

عیب پوشی ہمیشہ کام فرمایا کئے
کشتۂ الطاف ہوں ایسان بے تدبیر کا

باغبان کی کارفرمائی سے دیتا ہے خبر
گلشن عالم مین پیدا صرصر تغییر کا

غایت ترکیب اعضا ہے یہی کچھ کام کر | کاہلی اے بے خبر منشا نہین تقدیر کا

تو اور عذر طعن رقیبان غضب ہوا | دل پارہ پارہ جب نہ ہوا تھا تو اب ہوا
بیتے ہین ترک عشق سکھانے کے واسطے | دل نذر جان فزائی حسن طلب ہوا
کیا آگئے اوسکے ولولہ شوق سر اٹھائے | سجدہ کیا تو ملزم ترک ادب ہوا

ہے بے لب و زبان ہی غل تیرے نام کا | محروم نہین ہے گوش گر اس پیام کا
خوش ہے ملامت اہل خرابات کیلئے | اس سلسلے مین نام نہین ننگ و نام کا
آسودگی نہ ڈھونڈ کہ جاتا ہے کاروان | لے مستعار برق سے دقیقہ قیام کا
کھولا ہے مجھپہ سر حقیقت مجاز نے | یہ پختگی صلہ ہے خیالات خام کا
پہونچا دیا حدود دو عالم سے بھی پرے | مطرب نے راگ چھیڑ دیا کس مقام کا
ظلمت مین کیا تمیز سفید و سیاہ کی | فرقت مین کچھ حساب نہین صبح و شام کا
مین بے قرار منزل مقصود بے نشان | رستہ کی انتہا نہ ٹھکانا مقام کا

رسوا ہوئے بغیر نہ ناز بتان اٹھا | جب ہو گئے سبک تو یہ بار گران اٹھا
یا آنکھ اٹھاکے چشم فسون ساز کو نہ دیکھ | یا عمر بھر مصائب دور زمان اٹھا
اُس انجمن مین جائیے اب کس امید پر | ہم بیٹھنے نہ پائے کہ وہ بدگمان اٹھا
وصل و فراق وہم سہی دل لگی تو ہے | پھر ہم کہان جو پردہ راز نہان اٹھا
پروانے کی تپش نے خدا جانے کان مین | کیا کہدیا کہ شمع کے سر سے دھوان اٹھا

دہن سے جبکہ اشارہ ہو خودنمائی کا | عجب کہ بندہ نہ دعوے کرے خدائی کا
نہین ہے فیض مین خست ولیک پیدا ہے | تفاوت آئینہ و سنگ مین صفائی کا
اُسی کا وصف ہے مقصود شعر خوانی سے | اسی کا ذکر ہے منشا غزل سرائی کا
نہین ہے ایک زمانے کی یہ روش زنہار | مین یادگار رہون خاقانی و سنائی کا

آغاز عشق عمر کا انجام ہو گیا | ناکامیون کے غم مین مرا کام ہو گیا
تم روز و شب جو دست بدست عدو پھرے | مین پائمال گردش ایام ہو گیا
میرا نشان مٹا تو مٹا پر یہ رشک ہے | ورد زبان خلق ترا نام ہو گیا

دل چاک چاک نغمۂ ناقوس نے کیا — سب پارہ پارہ جامۂ احرام ہو گیا
اللہ رے بوسۂ لب میگون کی آرزو — مین خاک ہو کے دُرد تہ جام ہو گیا

تا مہربانیون سے یون پائمال کرنا — ہیہات دوستون کو دشمن خیال کرنا
او شہسوار اتنی اچھی نہین ہے عجلت — ہین چند پا شکستہ۔ ان کا خیال کرنا
ناقص بھی کاملون سے کچھ کم نہین کہ ان سے — سیکھا ہے کاملون نے کسب کمال کرنا

کام اگر حسب مدعا نہوا — تیرا چاہا ہوا برا نہوا
سب خدایا کئے نیاز قدیم — وہ کسی کا بھی آشنا نہوا
رخش ایام کو قرار کہان — ادھر آیا ادھر روانہ ہوا

دنیا غم زدون کے بھی غمخوار رہنا — کرین ناز تو ناز بردار رہنا
سمجھ شرویان اپنی ناکامیون کو — کہ ہے شرط ہمت طلبگار رہنا
کرو شکر ہے یہ عنایت خدا کی — بلاؤن مین اکثر گرفتار رہنا
اگر آدمی کو ہو مشتاق کچھ — بہشت بریں مین ہو دشوار رہنا
خبر بھی ہے آدم سے جنت چھٹی کیون — خلاف جبلت تھا بیکار رہنا

نقاب چہرۂ روپوش اک لطف نہان نکلا — وہ میرے حال پر مجھ سے زیادہ مہربان نکلا
حجاب ظاہر مطلق نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا — جسے ہم لامکان سمجھے تھے وہ بھی اک مکان نکلا

جو جلے بجھے کی اٹکل نہ مرا شعار ہوتا — نہ جزا سے خبر پاتا نہ گنہگار ہوتا
مین کبھی کا مر ہی رہتا نہ غم فراق سہتا — اگر اپنی زندگی پر مجھے اختیار ہوتا
یہ جو عشق جانستان ہے یہ وہ بحر بیکران ہے — نہ بنا کوئی سفینہ کبھی اس سے پار ہوتا
کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا — کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہین ناگوار ہوتا
ہے اس انجمن مین یکسان عدم و وجود میرا — کہ جو مین یہان نہ ہوتا یہی کاروبار ہوتا

نہین معلوم کیا واجب ہے کیا فرض — مرے مذہب مین ہے تیری رضا فرض
وہ تسلیم مین از روئے فتوے — دعا واجب پہ ترک مدعا فرض
نہ چھوٹے کفر مین بھی وضع ایمان — کہ ہر حالت مین ہے یاد خدا فرض

بلا سے کوئی مانے یا نہ مانے — چلو ہم کر چکے اپنا ادا فرض

وہ پیرہن جہاں میں ہیں جان مجلہ تن میں — ہوں وہم جدائی سے عجب رنج و محن میں
مقصود زیارت ہے اگر کعبۂ دل کی — ہو گرم سفر ناحیۂ ملک وطن میں
اے شمع یہاں اشک چھپا راز محبت — خاکستر پروانہ ہے بیتاب لگن میں
شورش مری بیجا ہے نہ فریاد نکمی — رونق ہے ذرا نالۂ بلبل سے چمن میں
کمتر ہے دد و دام سے انسان بھر اب — ہمدم جو ترقی نہ کرے چال چلن میں

آخر یہ حسن چھپ نہ سکیگا نقاب میں — شرماؤ گے نہیں نہ کرو ضد حجاب میں
رنج عتاب زاہد مسکین کو مفت ہے — یہاں اتقا میں سعی وہاں اجتناب میں
ساقی ادھر تو دیکھ کہ ہم دیر مست ہیں — کچھ مستی نگہ بھی ملا دے شراب میں
داخل نہ دشمنوں میں نہ احباب میں شمار — ہم فضول ہوں میں تمہارے حساب میں
پیغام بر اشارہ ابرو سے مر گیا — پھر جی اٹھے گا لب بھی ہلا دو جواب میں

جہاں تیغ ہمت علم دیکھتے ہیں — محالات کا سر قلم دیکھتے ہیں
جو بیٹھے تھے یہاں پا بدامان مستی — انھیں سر بجیب عدم دیکھتے ہیں
نہیں جن کو جاہ و حشم کا تکبر — وہی لطف جاہ و حشم دیکھتے ہیں
شکم پروری جن کا شیوہ ہے ان کو — اسیر جفائے شکم دیکھتے ہیں
اڑاتے ہیں جو رخش ہمت کو سرپٹ — وہ منزل کو زیر قدم دیکھتے ہیں

سلامت ہے سر تو سرہانے بہت ہیں — مجھے دل لگی کے ٹھکانے بہت ہیں
معطل نہیں بیٹھتے شغلی والے — شکار انگلیوں کو نشانے بہت ہیں
ہوا یہ نہ روداد پر جسکم آخر — کہ مشہور ایسے فسانے بہت ہیں
نہیں ریل یا تار برقی پہ موقوف — چھپے قدرتی کارخانے بہت ہیں
بس اک آستانہ ہے سجدہ کے قابل — زمانہ میں گو آستانے بہت ہیں

اتنا تو جانتے ہیں کہ سوتے سے خود آگئے ہیں — آگئے حواس گم خرد نارسا گئے ہیں
ممنون برگ گل ہیں نہ شرمندہ صبا — ہم بلبل دور ہی چمن دلکشا گئے ہیں

بنیان عمر عبث ہے اور منعمانِ دہر
مغرور اپنے کو شکِ عالی بنا کے ہیں

ان بد دلوں نے عشق کو بدنام کر دیا
جو مرتکب شکایتِ جور و جفا کے ہیں

اب تک ہے سجدہ گاہ عزیزانِ روزگار
جس خاک پر نشان تری کفشِ پا کے ہیں

سیر درِ دو قافلۂ نو بہار دیکھ
یہ پا خیام اور یہ ہوائیں گھٹا کے ہیں

منزل دراز و دور ہے اور ہم میں دم نہیں
ہوں ریل پر سوار تو دام و درم نہیں

اغیار کیوں دخیل ہیں بزمِ سرور میں
مانا کہ یار کم ہیں پر اتنے تو کم نہیں

تو ہی نہیں ہے رمزِ محبت سے آشنا
ورنہ دیارِ حسن میں رسمِ ستم نہیں

ارشادِ طبع کی نہ اگر پیروی کرے
نقاشیٔ خیال محال قلم نہیں

کیسی طلب کہاں کی طلب کس لئے طلب
ہم ہیں تو وہ نہیں ہے جو وہ ہے تو ہم نہیں

کبھی تعصب جس نے کی ہی نہیں
سچ تو یہ ہے وہ آدمی ہی نہیں

دوستی اور کسی غرض کے لئے
وہ تجارت ہے دوستی ہی نہیں

کچھ مری بات کیمیا تو نہ تھی
ایسی بگڑی کہ پھر بنی ہی نہیں

جس خوشی کو نہ ہو قیام و دوام
غم سے بدتر ہے وہ خوشی ہی نہیں

بندگی کا شعور ہے جب تک
بندہ پرور وہ بندگی ہی نہیں

کی ہے زاہد نے آپ دنیا ترک
یا مقدر میں اسکے تھی ہی نہیں

عارض روشن پہ جب زلفیں پریشاں ہو گئیں
کفر کی گمراہیاں ہمرنگ ایماں ہو گئیں

خود فروشی حسن کو جب سے ہوئی مدِ نظر
نرخ دل بھی گھٹ گیا جانیں بھی ارزاں ہو گئیں

گیا انہیں اندوہ ہنگام سحر یاد آ گیا
شام ہی سے بزم میں شمعیں جو گریاں ہو گئیں

کیا ہے وہ جانِ مجسم جس کے شوق دید میں
جامۂ تن پھینک کر روحیں بھی عریاں ہو گئیں

حامد کہاں کہ دوڑ کے جاؤں خبر کو میں
کس آرزو پہ قطع کروں اس سفر کو میں

انا بری خبر ہے یہ تیری خبر تو ہے
صبر و قرار نذر کروں نامہ بر کو میں

یہ سنگ و خشت آہ دلاتے ہیں تیری یاد
روتا ہوں دیکھ دیکھ کے دیوار و در کو میں

ہے تیری شکل یا تری آواز کا خیال
کرتا ہوں التفات یکایک جدھر کو میں

کیا ہو گیا اسے کہ تجھے دیکھتی نہین — جی چاہتا ہے آگ لگا دون نظر کو مین

تیرے سر عزیز کی بالش ہو خاک سے — بالین غم سے اب اُٹھاؤن گا سر کو مین

جز درد و داغ تو نے نہ چھوڑا نشان حیف — رکھون گا میہمان انہین عمر بھر کو مین

وہ جانے اور اسکی رضا جو پسند ہو — سب کام سونپتا ہون اسی دادگر کو مین

ہوتا نہ دل مین درد تو کرتا نہ ہائے ہائے — دیتا نہ طول یون سخن مختصر کو مین

بزم ایجاد مین بے پردہ کوئی ساز نہین — ہے یہ تیری ہی صدا غیر کی آواز نہین

کہہ سکے کون وہ کیا ہے مگر از روئے یقین — گل نہین شمع نہین سرو سرافراز نہین

پائے غیر اور سر اسر دیکھو — ٹوٹ جائے نہ سنگ در دیکھو

ہے دگرگون مریض غم کا حال — ہو سکے تو دوا ہی کر دیکھو

کم نمائی و خوشتن بینی — کتنے بے دید ہو ادھر دیکھو

معشوق دل نواز اگر تند خو نہ ہو — ثابت خلوص عاشق ولاف عدو نہ ہو

وہ جنت وصال جہان تو ہو مین نہ ہون — وہ دوزخ فراق جہان مین ہون تو نہ ہو

بلبل کے دل مین داغ وداع بہار ہے — یارب کوئی فریفتہ رنگ و بو نہ ہو

افسانہائے شوق سناتا ہون مین اُسے — جو عالم خیال مین بھی روبرو نہ ہو

ہے کائنات گرد رہ کاروان عشق — وہ دل ہی کیا کہ جس مین تیری جستجو نہ ہو

کیا مانگتے جس کا کبھی چسکا نہ لگا ہو — دی راہ خدا ہمکو بھی ساقی کا بھلا ہو

بے حوصلگی ہے گلہ تلخی دوران — جو دین اوسے پی جایئے گو زہر ملا ہو

آنے کو ہے اب شاہد گل پردہ سے باہر — آمادہ مشاطگی اے باد صبا ہو

سر رشتہ آمال دو عالم ہے ترے ہاتھ — پھر کاہے کا الجھاؤ جو تو عقدہ کشا ہو

اس غنچہ دلگیر کی تقدیر کہ زنہار — تحریک نسیم سحری سے بھی نہ وا ہو

ان غفلتون سے داغ ہون لیکن خدا گواہ — تاخیر کا سبب کوئی اس کے سوا نہ ہو

ناصح جو ملامت مین محابا نہین کرتے — انصاف کرین دل مین کہ وہ کیا نہین کرتے

اظہار مشیخت ہے نشان بے خبری کا — جو اہل ہنر ہین کبھی دعوے نہین کرتے

کہتے بھی ہیں پھر صاف مکر جاتے ہیں کہہ کر
درد دل آزردہ سے جن کو ہے خبر کچھ
جان کا ہیں کے لیے جنہیں ملتی ہے دوا ،

گر نشے میں کوئی بے فکر و تامل باندھے
ذکر قامت میں اگر فکر ترقی نہ کرے
کچھ نہ بن آئیگی جب لوٹ مچائیگی خزان
آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے فوراً
ہائے وہ صید کہ صیاد کے پیچھے لپکے

نکہت طرۂ مشکین جو صبا لائی ہے
بیخودی سے ہے یہان بے خبری کا عالم
ہے مجھے کشمکش سعی و طلب سے نفرت

بیخود وہ کی بیخودی ہے جلوہ دیدار سے
ابتدا ہے حشر کا سنتے چلے آتے تھے نام
اس کی گنجائش ہے آغوش تصور میں محال
عشق بیتاب وصال اور حسن استغنا پسند
ہیں زمین و آسمان ہنگامہ وحدت سے پر

وہ حسن لازوال ہماری نظر میں ہے
بتلا دیا ہے راہ نما نے مجھے پتا
اسرار عشق بھی کہیں دیکھے ہیں واعظو
باطن کو بھی نہ صورت ظاہر پہ کر قیاس
البتہ اسکے فضل پہ موقوف ہے نجات

اٹھی ہر ایک رسم جہان شعور سے
ترک وہی ہے جس نے کیا کل کو اختیار

کیا شخص ہیں کچھ خوف خدا کا نہیں کرتے
آزار کسی کا بھی گوارا نہیں کرتے
وہ مفت میں دولت کو لٹایا نہیں کرتے

چشم میگون کو تری جام پر از مل باندھے
رشک طوبیٰ تو کہے گو یہ تنزل باندھے
غنچہ ہر چند گرہ کس کے زر گل باندھے
بند برقع کے باندازِ تغافل باندھے
سر کو فتراک پہ ہر دم بہ تفاول باندھے

کوئی آوارہ ہوا ہے کوئی سودائی ہے
خود نمائی کو وہان شغل خود آرائی ہے
دل مرا ترک تمنا کا تمنائی ہے

نیند آئی مجھکو فیض دولت بیدار سے
ہوگیا حاصل یقین بارے تری رفتار سے
جس کا سایہ شوخ تر ہوا انجم سیار سے
کسطرح تسکین دل ہو وعدہ دیدار سے
مجھکو آتی ہے یہ پیری ہی صدا کہسار سے

شان کمال صورت ہر خیر و شر میں ہے
دنیا بھی اک مقام ترے رہگزر میں ہے
دخل آپکو بہت کتب معتبر میں ہے
انگور میں شراب شکر نیشکر میں ہے
کچھ زہد خشک میں ہے نہ دامان تر میں ہے

سیدھی سی اک غزل مجھے لکھنی ضرور ہے
یعنی حریص تر ہے وہی جو صبور ہے

اصلِ حیات ہے یہی کہتے ہیں جسکو موت
جینے کی آرزو ہے تو مرنا ضرور ہے

اقرارِ بندگی ہے خدائی کا ادّعا
عجز و نیاز کیا ہے کمالِ غرور ہے

زلفِ سیاہ سے رُخِ تاباں کا حسن ہے
کہتے ہو جس کو دیو حقیقت میں حور ہے

بے معصیت خزانۂ رحمت ہے رائیگاں
سچ پوچھئے تو جرم نہ کرنا قصور ہے

اظہارِ جانِ پاک ہے جسمِ کثیف سے
بے پردگی حجاب ہے ظلمت ہی نور ہے

بالاتفاق ہستی وہی ہے نیستی
ہشیار ہے جو کشتۂ غفلت میں چور ہے

ہر چند شعر شغل نہیں آج کل مگر
نذرانہ پیر جی کیلئے کچھ ضرور ہے

کچھ ایسے دلفریب شگوفے کھلا گئے
مشقِ خیال سے نہ نئی دل جلا گئے

دریا تو ہے وہی جو ہوا داخلِ محیط
وادی میں ورنہ سیکڑوں نالے بہا گئے

ابنائے روزگار میں ایسا ہی کوئی ہے
جس نے حقوقِ صحبتِ یاراں ادا کئے

ذاتِ بشر میں کوئی کرامت ضرور ہے
کیوں بات بات اُس کی فرشتے لکھا کئے

انساں کی زمام ہے خصلت کے ہاتھ میں
اہلِ جفا کریں کہاں بے جفا کئے

شاید کوئی لطیفۂ غیبی ہو آشکار
بیٹھے ہوئے ہیں تکیہ بفضلِ خدا کئے

شکرِ خدا کہ وجہ شکایت نہیں رہی
مدت ہوئی ہے ترکِ امید وفا کئے

تری عطا ہے مری احتیاج سے سابق
کبھی سوال کی نوبت نہ تو نے آنے دی

نہ عرضِ حال کی میں آپ کر سکا جُرأت
نہ پوچھنے کی اجازت انہیں حیا نے دی

کشودِ کار سے تسکینِ دل کبھی نہ ہوئی
عجب نشاط تھی جو ترکِ مدعا نے دی

خارج ہے عہدِ طفلی و پیری حساب سے
القصہ زندگی ہے عبارت شباب سے

ہر چند گفتگو کی نہ باقی رہے مجال
لیکن زبان دراز نہ چوکے جواب سے

وہ اور ہی نوا ہے محرکِ سرور کی
باہر گوشِ مطرب و تارِ رباب سے

کیا کہئے آدمی کے عجیب چیز ہیں جناب
برتر ملائکہ سے فروتر دواب سے

سوجھیں وہ بدعتیں کہ خدایا تری پناہ
فرصت اگر ملی بھی انہیں خورد و خواب سے

دنیا میں تہیدستی کی وقعت نہیں ہوتی
یکجا کبھی محتاجی و عزت نہیں ہوتی

خلوت میں بھی لاتے نہیں غافل اُسے منہ پر
جو بات کہ شائستہ جلوت نہیں ہوتی

ہم کرتے ہیں عادت کی غلامانہ اطاعت
اصلاح پذیر اس لئے عادت نہیں ہوتی

راحت جسے کہتے ہیں وہ محنت کا صلہ ہے
راحت طلبی موجب راحت نہیں ہوتی

انسان کی شرافت متعلق ہے عمل سے
میراث میں تقسیم شرافت نہیں ہوتی

لو جان بیچ کر بھی جو فضل و ہنر ملے
جس سے ملے جہاں سے ملے جس قدر ملے

جب چشم آز پھوٹ گئی سب خلش مٹی
اب سنگریزہ ہاتھ لگے یا گہر ملے

ہے غارت متاع نشان دیار دوست
رہزن اگر ملے تو یہ سمجھو خضر ملے

یاران بزم دہر میں کیا کیا تپاک تھا
لیکن جب اٹھ گئے تو نہ بار دگر ملے

غیر توکل نہیں چارا اب مجھے
اپنے ہی دم کا ہے سہارا اب مجھے

بے ادبوں کی ادب آموزیاں
انکے بگڑنے نے سنوارا اب مجھے

زشتی پندار دلاتا ہے یاد
قصہ اسکندر و دارا اب مجھے

اوجِ معانی پہ اُڑا لے گیا
توسن ہمت کا طرارا مجھے

آہ نہیں رخصت افشائے راز
قصہ تو معلوم ہے سارا مجھے

فرصت اوقات ہے بس مغتنم
یہ نہیں ملنے کی دوبارا مجھے

نکلے چلے آتے ہیں تہ خاک سے کھانے
یہ خوان کرم کس نے بچھایا ہے خدا نے

غفلت میں ہیں سرمست بدلتے نہیں کروٹ
گو سر پہ اٹھالی ہے زمیں شور درا نے

اسراف نے ارباب تمول کو ڈبویا
عالم کو تفاخر نے تو زاہد کو ریا نے

جلوت کا بھروسہ ہے نہ خلوت کی توقع
سب وہم تھا یا دن تھے جو تھے ٹھکانے

ہو کیگان جو قطرہ سے قطرہ جدا چلے
مل جل گئے تو فیض کے دریا بہا چلے

یہ دل کا حوصلہ ہے کہ میدان عشق میں
تیرے سمند ناز کے پیچھے لگا چلے

ہو آج رخ ہوا کا موافق تو چل نکل
کل کی کسے خبر ہے کدھر کی ہوا چلے

جی ہی نہ چاہتا ہو تو ملنے سے فائدہ
آئے تو منہ بنائے چلے تو خفا چلے

تبلیغ پیام ہو گئی ہے
حجت بھی تمام ہو گئی ہے

خواہش کہ تھی آدمی کو لازم | بڑھ کر الزام ہوگئی ہے
تمہید پیام ہی مین اپنی | تقریر تمام ہوگئی ہے
بچنا کہ وبائے صحبت بد | اس دور مین عام ہوگئی ہے
حلقہ مین قلندرون کے آکر | تحقیق تمام ہوگئی ہے
جرگہ مین نعندرون کے جاکر | حکمت بدنام ہوگئی ہے
شیرین دہنون کی طرز گفتار | مقبول انام ہوگئی ہے
بیجا بھی نکل گئی ہے جو بات | تحسین کلام ہوگئی ہے

مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے | کچھ تسلی کچھ اضطراب بھی ہے
ہے تو اغیار سے خطاب مگر | میری ہر بات کا جواب بھی ہے
وان برابر ہے خلوت و جلوت | اسکی بے پردگی حجاب بھی ہے
وہ تنجتر کہان ۔ تپاک کہان | گرم و روشن تو آفتاب بھی ہے

بنتی ہنین بات گفتگو کی | چلتی ہنین چال جستجو کی
تھی چھیڑ اوسی طرف سے ورنہ | مین اور مجال آرزو کی

نشو و نما لیے سبزہ گل مین ہنین ورنگ | ابر کرم کو تشنگی خاک چاہیئے
نعمت خلد تھی بشر کے لئے | خاک چاٹی نظر گزر کے لئے

قبر

مکشوف ہوا کہ وہ حیرانی ہے | معلوم ہوا کہ علم نادانی ہے
ڈالا ہے تلاش قرب نے دوری مین | مشکل ہے بڑی یہی کہ آسانی ہے

تقریظ

حقا کہ بلند ہے مقام اکبر | توقیع سخن ہے اب نام اکبر
دیوان ہے لطائف و حکم سے معمور | اکبر کا کلام ہے کلام اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان شعلہ

ہین جبہہ سا ہون اوس در عالی مقام کا ۔ کعبہ جہان جواب پنا ئے سلام کا
اے رہروان منزل مقصود مرحبا ۔ چمکا کلس وہ گنبد دار السلام کا
خنجر سنبھالے پئے تسلیم خصم ہین ہم ۔ گردن جواب دے گی ادب کی سلام کا
وہ اور کسی سے وصل کے وعدے پختگی ۔ اے دل برا ہو تیرے خیالات خام کا
اے شعلہ کہدو بلبل خلد برین سے اب ۔ گلدستہ باندھے مرے رنگین کلام کا

اوڑ چلو گے جو ہوئے چہرے پہ گیسو پیدا ۔ طائر حسن کریگا پرو بازو پیدا

دل کی بساط کیا تھی جو صرف بتان رہا ۔ گھر مین ذرا سی آگ کا کتنا دھوان رہا
کیا کیا نہ کاوشون پہ پھرے آسمان رہا ۔ بجلی گرائی مجھ نہ جب آشیان رہا
محشر بھی کوئی درد ہے جو اد ٹھکے رہ گیا ۔ شکوہ بھی کوئی غم ہے جو دل مین نہان رہا
حسرت سے پاس پاس سے حسرت لپٹ گئی ۔ اتم نئی طرح کا سر کشتگان رہا
اے شعلہ کیا طبیعت نازک پہ نذر دون ۔ قدر سخن رہی نہ کوئی قدردان رہا

بنا ہے کعبہ تہہ تیغ عشقبازی کا ۔ جھکا ہے دیر سے سجدہ مین سر نمازی کا

کیا سر راہ سنے شکوۂ دیدار کی بات ۔ سمجھے ہنگامۂ محشر کو جو بازار کی بات
جی گیا جی ہی بچا رہی ابروئے خمدار کی بات ۔ رک گئی آکے لب زخم پہ تلوار کی بات
گل نیا کہتا ہے او تفرقہ انداز چمن ۔ چھڑ گئی بلبل و گل مین ترے رخسار کی بات
شعلہ بھی دیدہ و دل بند کئے لیتا ہے ۔ اب تو محشر پہ گئی آپکے دیدار کی بات

جھکا پڑتا ہے بسمل خود بخود شمشیر آہن پر ۔ سمٹ کر آگیا سارے بدن کا بوجھ گردن پر
جنون مین دیدۂ تر قش رہ ہو ہو کے کہتے ہین ۔ جو تم آؤ تو موتی ٹانک دین صحرا کے دامن پر
سراپا نار ہوگا جلوہ گاہ حشر کا عالم ۔ خدا کیواسطے کچھ اور ڈالو لا کے چلمن پر
بیابان گشت تمنا سبز کیا ہو ابر باران سے ۔ گرے ہے قطرہ قطرہ برق بنکر میرے خرمن پر
دم تحسین یہ شعلہ یاد آیا مصرعہ آتش ۔ ہمارے شعر کا انصاف ہے انصاف دشمن پر

ہے میری قدر تیغ کو نین قدر دان تیغ
بسمل وہ ہوں کہ جس پہ نکلتی ہے جان تیغ

پھر اہو پیئے گی کہاں تک زبان تیغ
فوارہ بن رہے ہیں لب خونچکان تیغ

تیغ نگاہ شرم نے کھلنے دیا نہ حال
زخم نہاں سے پوچھئے راز نہان تیغ

زانو پہ رکھ کے گوشۂ دامن سے ڈھانپ لو
رکھو نہ بے نقاب رخ ارغوان تیغ

سینہ میں کھبگئے تو نکالوں کہاں سے تیر
دل میں اترگئی تو کہاں دوں نشان تیغ

میرے لہو سے دامن قاتل ہے پر بہار
پھولا پھلا ہے کیا چمن بے خزان تیغ

اے شعلہ اور بھی سہی ایک مطلع بلند
جس سے زمین تیغ بنے آسمان تیغ

گردن میں بنگئی رگ گردن نشان تیغ
آیا گلے گلے تلک آب روان تیغ

شب غصہ گو کی بات کپٹ کٹ گیا ہو جی
یا میری سرگذشت تھی یا داستان تیغ

گردون نے کب جڑے ہیں ستارے ہلال پہ
جوہر چمک رہے ہیں مگر درمیان تیغ

گردن جھکا کے جیسے کوئی نازنین چلے
ایتو تمہاری شان سے چلتی ہے شان تیغ

جو آئے مانئے سر بازار قتل کر
لے ابروئے قیدہ لگا دے دکان تیغ

شعلہ اگر ہے کوچۂ قاتل ادب کی جا
یہاں سر کے بل چلے تو نہیں کسر شان تیغ

آپ میں اور نو بہار میں فرق
میں بتا دوں کہو ہزار میں فرق

داغ گنتے رہے قیامت تک
رہ گیا پھر بھی کچھ شمار میں فرق

شعلہ کہتے ہو کس زمانہ کی
روز ہے طرز روزگار میں فرق

واعظ کا ربط ضبط چھپاؤں کہاں تلک
توبہ کی بات پہونچی ہے پیر مغاں تلک

وہ میری آرزو تھی جو گھٹ گھٹ کے رہ گئی
وہ دل کی بات تھی جو نہ آئی زباں تلک

جوش جنوں سے دامن گردوں بھی چاک ہے
پہونچے زمیں کے ہاتھ مگر آسماں تلک

پامال کرکے خاک اڑانے سے فائدہ
ایسے چلو کہ میرا مٹا دو نشاں تلک

شعلہ کے بعد ختم ہے ایجاد طرز نو
کچھ لطف تھا سخن کا اسی خوش بیاں تلک

وہ میں نہیں کہ چھپائے پھروں کنار میں دل
جو لینے والا ملے پھینک دوں ہزار میں دل

ہزار عرصۂ محشر ہو سیر کے قابل
اٹھے گا کون اگر لگ گیا مزار میں دل

تمہارے تیر کی حسرت کو بھی جگہ مل جائے   جو ایک اور بھی نکلے دل زگار میں دل
کہاں دکھائے شعلہ ہجوم حسرت میں   کہاں بتائے غمہائے بے شمار میں دل

بیزار آہ سے ہوا اثر اور اثر سے ہم   کیا ہے تنگ ہم سے دگر اور جگر سے ہم
کہئے کہاں سے آئیں گریبان سینئے   مانگے ہے رفو ہم سے سحر اور سحر سے ہم
وہ اور کون ہے جو کہے گا پیام دل   تم سے حیا حیا سے نظر اور نظر سے ہم
لیں بوئے پیرہن ترے گلہائے تر سے ہم   چھینیں شمیم زلف نسیم سحر سے ہم
ہاں اے خراش ناخن غم کیا مزے دئیے   منہ چوم لیں ترا لب زخم جگر سے ہم
اے دل ہجر ہو تنہا کیلئے اضطراب کیوں   کیا حشر مانگ لائیں کسی فتنہ گر سے ہم

کون ہے مجھ سے جو دو چار نہیں   ایک میں ہی گنہگار نہیں
ہم تو ہیں وہ جو ایک بھی مانیں   آپ کرتے رہیں ہزار نہیں
سب ہی گل بھی گئے بھی مطرب بھی   تو نہیں ہے تو نوبہار نہیں
سیکڑوں بار غیر سے بگڑی   میں تو میں تم کسی کے یار نہیں
اس کے کشتوں کا کیا پتہ شعلہ   کہیں تربت نہیں مزار نہیں

کی نے آہ گرم جو فرقت کی رات میں   غل پڑ گیا کہ آگ لگی کائنات میں
چلتی ہے تیرے ساتھ قیامت قدم قدم   اعجاز عیسوی ہے تری بات بات میں

تو وہ شریر کہ ٹھہرے نہ چار آنکھوں میں   میں وہ نحیف کہ کھٹکوں ہزار آنکھوں میں
ابھی دیدۂ حیران کہلا نہ رہ جائے   ٹھہر نہ جائے کہیں انتظار آنکھوں میں

کیا وقت مرگ ذوق لب یار جھے ہیں   عیسیٰ کی بات بات پہ تکرار ہے ہمیں
سوتے ہیں انکے دامن نظارہ بھر لیا   کیا خواب ناز دولت بیدار ہے ہمیں
عقد نزاکت آہی گیا شعلہ درمیان   اب آرزوے قتل بھی دشوار ہے ہمیں

دل سکھائے گا اگر جور و جفا یاد نہیں   ہم بتا لینگے اگر تم ستم ایجاد نہیں
مرحبا صلی علیٰ زخم جگر کہتے ہیں   چشم بد دور اسی کو تو نظر کہتے ہیں
پھر دعا کیلئے لب ہائے جراحت وا ہیں   کچھ ترا حق نمک زخم جگر کہتے ہیں

کچھ اگر کہیے تو سُننے نہین دیتے ہین عدو — بات کہنے نہین دیتے وہ، اگر کہتے ہین
چھوڑ طوفان نہ اٹھا ابر بہاری پس مرگ — یہان تہ خاک بھی کچھ دیدہ تر کہتے ہین
خاکساری سے ہوا رنگ یہ اپنا شعلہ — زرد مٹی ہے نظر مین جسے زر کہتے ہین

برسے ہی لہو جنبش ابرو کی ادا مین — خنجر کو ڈبو دیئے خون شہدا مین
ہو اور جگہ کسکی قریب رگ گردن — آواز تری ملتی ہے نالہ کی صدا مین
کیا باد بہاری سے ہرے داغ جنون ہون — یہ پھول کھلائینگے کبھی جنگل کی ہوا مین
اک شور ہے شعلہ کہ سمجھ مین نہین آتا — کچھ لطف نہین نالہ یتیم کی صدا مین

ماجرائے دل شیدا سُن لو — میرے دکھ درد کا قصا سُن لو
جو کہونگا سر محشر اوٹھکر — پہلے تم بیٹھ کے تنہا سُن لو
شعلہ ہوتا ہے غزلخوان ہر رو — بلبل خلد کا نغما سُن لو

نظر چلی ہے جگر مین دو سار ہونے کو — چھپا ہی تیر کلیجے مین پار ہونے کو
ابھی سے ہو جو ہے روز شمار ہونے کو — وہ ہو چکے یہی جو ہے ایک بار ہونے کو
رہے نہ عشق مین اے شعلہ دین و دنیا کے — ملے بتون سے خدائی مین خار ہونے کو

لب و ابرو کا اشارا دیکھو — جینے مرنے کا تماشا دیکھو
زندگی تم پہ فدا ہوتی ہے — اوٹھ نہ جائے کہین پردا دیکھو
کیا دکھائیگا قیامت شعلہ — یار کا وعدہ فردا دیکھو

قہر مجھ پہ ہو تو غیرون سے اشارا کیا ہو — ظلم کرنے نہین آتے ستم آرا کیا ہو
تمہین دل ہو تمہین جان ہو تمہین جینے کی امید — تمہین جب غیر کے ٹھہرے تو ہمارا کیا ہو
وعدہ روز جزا بھی ہمین منظور مگر — دیکھتے ہین کہ عدو سے ترا وعدہ کیا ہو
آنکھ فتنہ ہے بلا زلف ہے آفت قد ہے — جسکا ہر عضو قیامت ہو سراپا کیا ہو
تاکتے رہتے ہین ابرو کو اشارے کیلئے — آنکھ کو دیکھتے رہتے ہین کہ ایما کیا ہو
متفق اہل سخن ہون تو جمے بزم سخن — جب طبیعت ہی مخالف ہون تو چرچا کیا ہو
بیٹھتے ہی مرے پہلو مین وہ شعلہ شب وصل — بجھ گئی آگ کلیجہ مرا ٹھنڈا کیا ہو

مشقِ خرامِ ناز سے پامال ہم سہی
چلنا تو دیکھ لیں ترا دو ہی قدم سہی

ملجائے بیٹھ رہنے کو تھوڑی سی جگہ کہیں
کعبہ اگر نہیں ہے تو بیت الصنم سہی

مرنے ہی دے مجھے کہیں اے انتظارِ یار
آتی نہیں ہے نیند تو خوابِ عدم سہی

کچھ تمنا ہی نرالی ہو تو کیونکر نکلے
آرزو کہتی ہے بیٹھے دلِ مضطر نکلے

فصلِ گل آئی وہی طوق و سلاسل آئے
پھر برس روز کے رکھے ہوئے زیور نکلے

کیوں اُلجھتے ہو کوئی راہ نکالو شعلہ
دل نہ نکلے تو خمِ زلفِ معنبر نکلے

دیر و حرم میں جلوۂ جانانہ ایک ہے
پردہ اٹھے تو کعبہ و بتخانہ ایک ہے

گھر ہو کہ طور جلوۂ جانانہ ایک ہے
کہنے کی بات سو ہیں پر افسانہ ایک ہے

ارمان دل میں خاک اڑاتے ہیں سیکڑوں
مجنوں ہزار پھرتے ہیں ویرانہ ایک ہے

میں آپ پر فدا ہوں فدا آپ غیر پہ
میرا اور آپکا تو کچھ افسانہ ایک ہے

کس ناز سے وہ کہتے ہیں وحشت کے ذکر پر
شعلہ بھی اپنے ڈھنگ کا دیوانہ ایک ہے

سمندِ ناز پہ آئے مجھے مٹا کے چلے
ذرا سی خاک کو کوسوں تلک اڑا کے چلے

چرائی آنکھ تو جان و جگر چرا کے چلے
بچی نظر تو لگا ہوں میں تم سما کے چلے

رہیگا قربِ خدا تا فنا شہیدوں کا
ذرا بہشت میں ٹھہرینگے کربلا سے چلے

ہماری خاک امانت ہے اُنکی ٹھوکر کی
صبا سے کہدو کہ تربت ذرا بچا کے چلے

قدم اٹھاتے ہی شعلہ ہے منزلِ مقصود
کہاں قیام کریں کوچۂ فنا کے چلے

شکر کو شکوۂ جفا سمجھے
کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے

شکوہ جو سر پر اٹھائی تیغ
وہ مجھے جان سے خفا سمجھے

خدا کے واسطے ہاتھوں میں تیغِ خونفشاں لیجیے
جھکا پڑتا ہے سر کہتا ہے میرا امتحاں لیجیے

سمندر کیا ہیں ان طوفان بھرے بیٹھے ہیں آنکھوں میں
اک آنسو گر ٹپکنے دیجیے دریا رواں لیجیے

جو لکھ کر ایک جزو شعلہ نے دیوان کا صلہ چاہا
زمینِ شعر بولی دیکھیے گستاخ آسماں لیجیے

یہ وجہ کیا ہے زمانہ جو انقلاب میں ہے
مرد زیرِ زمیں کوئی اضطراب میں ہے

چھپا ہوا سا ہے طرزِ حجاب شوخی میں
کھلی کھلی ہوئی شوخی ترے حجاب میں ہے

اشک کے بدلے مژہ پر خون ناب آنیکو ہے ــــ خیر ہو اجزائے دل میں انقلاب آنیکو ہے
زلف و رخ کھولے ہوئے وہ بے نقاب آنیکو ہے ــــ کچھ نہ کچھ شام و سحر میں انقلاب آنیکو ہے
بیخودی چھائی ہے ساقی سے حجاب آنیکو ہے ــــ نشہ کے بارے مری آنکھوں میں خواب آنیکو ہے
نالہ سینے سے نکل آیا در دل توڑ کر ــــ آج پہلو سے نوید فتح باب آنیکو ہے
ساقیٔ بدمست آتا ہے لئے جام و سبو ــــ شعلہ اٹھ بیٹھو کہ محفل میں شراب آنیکو ہے

فغان کا طرز جو رنگینیٔ سخن میں رہے ــــ چھپی ہوئی مری فریاد پیرہن میں رہے
الٰہی فرق نہ داغ نو و کہن میں رہے ــــ چمن کا پھول اتر کر بھی اس چمن میں رہے
اسی کے نام کا اے شعلہ ورد ہو جب تک ــــ زبان میں نطق رہے اور زبان دہن میں رہے
جنون کا سلسلہ درپردہ نکلا حسن پنہان سے ــــ حجاب یار رسوا ہو رہے چاک گریبان سے
جنون نے بے سر و سامان نہ رکھا تا دم آخر ــــ کفن کے کام آیا جو بچا کپڑا گریبان سے
عزیزو جذبہ یعقوب کی تاثیر اولٹی ہے ــــ محبت ہو گئی گھر کی طرح یوسف کو زندان سے

رہ جو تندون سے بڑھا آگے ہے ــــ کسکا نقش کف پا آگے ہے
جا کے دل کوچۂ گیسو میں پھنسا ــــ یہ نہ سوچا کہ قضا آگے ہے
رفتار نگہ رفتہ ــــ ہان مزار شہدا آگے ہے
تیرے دربار میں کچھ فرق نہیں ــــ بادشاہون سے گدا آگے ہے
بیخودی میں ہی رہا اے شعلہ ــــ بیخبر دار فنا آگے ہے

کون بے تاب جسے جلوۂ رخسار کی ہے ــــ دھوم ہی دھوم فقط حشر میں دیدار کی ہے
کیا اٹھیں حشر میں ہم منزل ہستی کے تھکے ــــ وہ چلے جائینگے طاقت جنھیں رفتار کی ہے
بھر لیا دامن نظارہ کو چاہا جس نے ــــ لوٹ سی لوٹ تری دولت دیدار کی ہے
داغ کو بھی ہے یہان مرتبۂ حسن کمال ــــ دل پہ تصویر ترے چاند سے رخسار کی ہے
شعلہ کیا فکر گناہون کی تجھے روز جزا ــــ اوسکی رحمت ہے کہ مشتاق گنہگار کی ہے

ہر درد میں پائی جان نوازی تیری ــــ ہر زخم میں دیکھی چارہ سازی تیری
رحمت نے گناہون کی بڑھا دی ہمت ــــ خوشند نازان ہون سن کے بے نیازی تیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان رشکی

روشن کلیم سے فقط ایک کوہ طور تھا — عالم فروز چہرۂ احمد کا نور تھا
گھر خانہ رقیب بھی ایسا نہ تھا قریب — دولت سرا سے کلبۂ احزان جو دور تھا
بیوجہ انتظار اگر فرض تھا نہیں — بے وعدہ آپ کو بھی تو آنا ضرور تھا
شکوے ہمارے سارے غلط ہی سہی مگر — لو تم ہی اب بتاؤ کہ کسکا قصور تھا
مجھسے نہ کچھ لگاؤ نہ اعدا سے آشتی — ایسا کچھ اپنے حسن پہ اسکو غرور تھا
رشکی کی وضع ہمکو نہایت ہی تھی پسند — ارباب عشق میں وہ بہت ہی غیور تھا

بیوفا تجھسے کیا نہیں ہوتا — ایک وعدہ وفا نہیں ہوتا
ہم وہ گم کردہ راہ ہیں کہ کبھی — خضر بھی رہنما نہیں ہوتا
غیر پر وہ نگہ پڑی ہی نہیں — تیر جسکا خطا نہیں ہوتا
چھیڑ دیتے ہیں انکو ہم بھی کبھی — گرچہ کچھ مدعا نہیں ہوتا
آج ساقی بھی مست ہے کہ ہنوز — در میخانہ وا نہیں ہوتا
ایک رشکی ہمیں نہیں ہوتے — ورنہ واں اور کیا نہیں ہوتا

بے بادہ شوق وصل جتایا نہ جائیگا — بے چنگ دف نے یہ قصہ سنایا نہ جائیگا
پردہ اٹھایا ہے تو کچھ سوجھتا نہیں — یہ پردہ زینہار اٹھایا نہ جائیگا
گر ایکبار رخ سے نقاب اسکے اٹھ گیا — پھر راز دل کسی سے چھپایا نہ جائیگا
نبضیں چھٹی ہیں آنکھوں میں دم ہے بہ نیم جاں — آؤ کہ کوئی دم میں بلایا نہ جائیگا
اغماض بے سبب تو کسیکو نہیں پسند — روٹھو نہ تم کہ ہمسے منایا نہ جائیگا
آنکھیں ملانے میں ہے عبث تمکو احتراز — آنکھیں ہیں وا نہیں کہ ملایا نہ جائیگا
رنگ شکستہ واسطہ عرض حال ہے — گو مجھسے حرف شوق سنایا نہ جائیگا
رشکی بھی آج بیٹھ گیا بزم دوست میں — دشمن تو وہ نہیں جو اٹھایا نہ جائیگا

اثر صحبت غیر کا ہو گیا — کہ پھر سست عہد وفا ہو گیا
وہ آئے تھے پیرے بھی چوری سے رات — برا چونک پڑنا بلا ہو گیا
تری بزم میں جمع ہیں خاص و عام — اگر میں بھی آیا تو کیا ہو گیا
مرا عقدہ بخت کھلتا نہیں — ترا یہ بھی بند قبا ہو گیا
اکیلے ملے تا ملا ہیں سے مجھے — شب عیش روز جزا ہو گیا
نشیمن ہے اسکا ترے دام میں — قفس سے ترے جو رہا ہو گیا
مری بجلطانی ہوئی جلوہ گر — کہ ایسے کا نادک خطا ہو گیا
حسینوں کو ہر رنگ اور کیوں نہو — کہ رنگیں غلام آپ کا ہو گیا

ہر چند راز عشق ہمارا نہان تھا — پر اسطرح زبان زد پیر و جوان تھا
رنجش کا گرچہ کوئی سبب درمیان تھا — لیکن وہ آپ صلح کرینگے یہ گمان تھا
ہم جس جگہ کہ رہنے لگے واں کے ہوگئے — ہرگز ہمیں قفس میں سر آشیان نہ تھا
اک محشر خیال دل تنگ تھا کہ کیوں — در پہ تمہارے رات کوئی پاسبان نہ تھا
مانگی جو اُسنے جان تو غیروں پہ آبنی — حالانکہ اک ہنسی تھی فقط امتحان تھا

اسقدر خوف ہوا تمکو مری جان کسکا — یہ نہ سمجھے کہ ہے نالہ شرر افشان کسکا
مانع مرگ ہوا اور مصیبت دیکھو — تھا تصور مرے دل میں شب ہجران کسکا
خاکساری کی اٹھائے جو ہو ہیں لذت — وہ دو عالم بھی نہیں تخت سلیمان کسکا
چارہ گر نکر علاج دل وحشی ہے غلط — کوچہ یار ہی چھوٹا تو گلستان کسکا
کسطرح سمجھیں کہ آزاد ہو تم اے رنگیں — یہ نشیمن ہے سر زلف پریشان کسکا

گلشن میں کوئی دید کے قابل نہیں رہا — وہ درد خیز شور عنادل نہیں رہا
سینے سے ہاے یاس نے سب کچھ مٹا دیا — جس دل میں درد تھا مرے وہ دل نہیں رہا
کیا بے محل نزول تجلی حسن ہو — بیرا داغ و دل کسی قابل نہیں رہا
قاتل کو دیکھا ہی پڑا مر کے ایکبارہ — کچھ بے اثر تو نالہ بسمل نہیں رہا
مجنون طبیعتوں کا فقط راہبر ہے شوق — گرچہ سراغ ناقہ و محمل نہیں رہا

بے اجر وہ شہید ہے جو قتل گاہ میں — ہر لحظہ محو صورت قاتل نہیں رہا
رنگین کی آپ چلکے زیارت تو کیجئے — یہ ہو کر غلط کہ اب کوئی کامل نہیں رہا

کیا کیا بنا کے ہنسنے سنایا رقیب کو — مضمون تیرے نامۂ الفت طراز کا
یہ نا تمام ہجر کی شب ہو گئی تمام — قصہ دراز ہے تری زلف دراز کا
کب ٹوٹتی ہے توبہ ہماری شراب سے — لیکن ہے ڈر تری نگہ نیمباز کا
رنگین ہے عید جاتے ہیں سب عیدگاہ کو — حضرت بھی چلکے پڑھیں دوگانہ نماز کا

کیا نیا ظلم کوئی یاد آیا — ہمپہ کیوں آج مہربان ہیں آپ
مشورے کل تو ہم سے ہوتے تھے — آج اعدا کے ہمزبان ہیں آپ
لائق قتل میں ہی ٹھہرا ہوں — سچ تو یہ ہو کہ قدردان ہیں آپ
اسکو بھی رام کر لیا رنگین — کس قیامت کے خوش بیان ہیں آپ

کون پھر بادیہ پیما ہو خضر کی صورت — جب وطن میں ہی میسر ہو سفر کی صورت
دور کیا ہے یہ ہے گردیدہ تر کی صورت — نخل امید میں پیدا ہو ثمر کی صورت
چل کے بتخانے ہی میں آج دعائیں مانگیں — نکلی کعبے میں تو کوئی نہ اثر کی صورت
ہر قدم پر ترے آنکھیں ہی بچھی رہتی ہیں — دل ہی جاتا ہو ترے ساتھ نظر کی صورت
خلوت خاص میں گویا رہو پر میں ہوں — جبہہ سا در پہ ترے پردہ در کی صورت
دل میں گاہک کے کوئی چیز جو چبھ جاتی ہے — پھر نہیں سوجھتی کچھ نفع و ضرر کی صورت

بیقراری ہے کم ہماری آج — کیا نظر پھر گئی تمہاری آج
کیا کیا بیخودی میں اس بت نے — گئی برسوں کی دینداری آج
وعدہ دشمن سے کرکے بھولے ہو — مجھسے کیوں ہے یہ شرمساری آج
شمع نے رشک روے [illegible]تن سے — جل کے کاٹی ہے رات ساری آج
وہ منانے کو آئے ہیں رنگین — نبھ نہیں سکتی وضعداری آج

لطف ظاہر کر دیا درد نہانی دیکھکر — رحم نے پائی ہے قوت ناتوانی دیکھکر
جو کہ ملتی ہو ہماری سرگذشت عشق سے — قصہ خوان کہتا وہاں ایسی کہانی دیکھکر

تجھسے گو لیتا نہیں داغ غم ہجران تو ہے
رشک ہے جیتے تو ہیں تیری نشانی دیکھکر

کام جس سے کچھ نہو آزردہ اس سے کون ہو
ہے یقین مہربانی بدگمانی دیکھکر

کون ہے خون جگر آشام ہیں یا مدعی
دیکھیو ساقی شراب ارغوانی دیکھکر

اب بلائے آسمانی بھی بھلی لگنے لگی
آپکے سر پر دہ بلا آسمانی دیکھکر

اُس رسیدہ دشمن کو کیا حال دل محزون لکھون
جو خفا ہو رنجہ الفاظ و معانی دیکھکر

ہے دگرگون ابتدائے عشق میں رشکی کا حال
رحم آتا ہے مجھے اُس کی جوانی دیکھکر

نہ خانقاہ میں رونق نہ میکدہ آباد
ہوئے کہاں کہ بیابان خراب میں داخل

محل شکوہ نہ مجھکو رہا نہ اعدا کو
کہ شوخیان ہیں تمہارے حجاب میں داخل

ہمارے قتل کو اعدا ثواب کہتے ہیں
خدا کرے کہ تمہیں ہو ثواب میں داخل

کچھ ایسے سوئے کہ گویا ہوئی ہے صورت یار
ہمارے طالع خفتہ کے خواب میں داخل

دہان زخم مرے تشنہ لب ہیں دیر تلک
کہ آب تیغ بھی قاتل ہے آب میں داخل

ماں کا رہو جو کچھ مگر خوشی یہ ہے
کہ میرا نام بھی ہے انتخاب میں داخل

ہو جائیں بے خطر ستم آسمان سے ہم
تاثیر ایسی آہ میں لائیں کہان سے ہم

ہے شاید اندنون کوئی صیاد گھات میں
مایوس ہو چکے ہیں بہت آشیان سے ہم

سیکھی ہیں اُسنے چشم سے گر کج ادائیان
ہر فسون ادا اُٹھائینگے چشم بتان سے ہم

نکلے نہ آپ قابو اغیار سے اگر
پھر کام لینگے نالہ آتش فشان سے ہم

رشکی ترا بیان ہے جادو ہے یا فسون
بیچین ہو گئے ہیں تری داستان سے ہم

خانقاہ و دیر میں جاتے ہیں ہم
ڈھونڈھتے جو ہیں نہیں پاتے ہیں ہم

جب سے عریانی ہوا اپنا لباس
جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں ہم

اور بڑھتا ہے انہیں شوق جفا
آنکھ میں آنسو جو بھر لاتے ہیں ہم

وہ جفا کرکے نہیں ہوتے خجل
یان گلہ کرنے سے شرماتے ہیں ہم

ہمسے بڑھکر کوئی دیوانہ نہیں
دل سے دیوانے کو سمجھاتے ہیں ہم

کہیں لیجاؤ لیکن آ رہونگا کوئے جانان میں
قفس سے جب چھٹی آ گئی بلبل گلستان میں

نہ سلجھیگی تمہاری اور دشمن کی قیامت تک
اگر الجھا ہمارا دل تمہاری زلف پیچاں میں

مرے دستِ جنوں کو باندھ رکھا خوب حکمت سے
رفوگر نے تری تصویر سے چاک گریباں میں

شکوہ کرے جاناں جب نظر آئینگے اے رنگیں
رقیبوں سے جو جا پہونچے کبھی تم باغ رضواں میں

اس عنایت کے بھی قابل یہ گنہگار نہیں
سیکڑوں خون کیا کرتے ہو دو چار نہیں

یار کے قول کے تکذیب سزاوار نہیں
ورنہ ظاہر میں محبت کے کچھ آثار نہیں

جو سماجت سے ہوا کام وہ ناکامی ہے
آپ آئیں تو عنایت نہیں اصرار نہیں

رات کو بات نہ کی اس نے سحر تک ہمسے
اور جو کچھ کہ ہوا قابل اظہار نہیں

اس کے کوچے میں مری خاک پڑی ہے دیکھیں
جو یہ کہتے ہیں کہ اب کوئی وفادار نہیں

آپ یوں کرتے ہیں غربت کا ارادہ رنگیں
جب یہ فرماتے ہیں شہرت ہمیں درکار نہیں

بگڑو نہ شیخ تم کو یہ مستانہ پن کہاں
مسجد میں پوچھتا ہوں بت و برہمن کہاں

فرصت نہیں ہے اپنے ہی عالم کی سیر سے
فرصت بھی ہو تو خدمت سیر چمن کہاں

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

نیرنج دیر میں ہے عمل خانقاہ میں
پڑتی ہے دیکھیے نگہ سحر فن کہاں

اس بادہ حلال سے بیخود ہیں اہل بزم
پہنچی حدیث رنگیں شیریں سخن کہاں

ہے وہ ہی نور جلوہ فگن واں نقاب میں
بے پردہ دیکھتے ہو جو تم آفتاب میں

مے پی نہیں کہ مست ہوئے بادہ کش تمام
ساقی کے رخ کا عکس پڑا ہے شراب میں

پرتو سے آفتاب کے ذرہ کی ہے نمود
ہے نور اسی طرح سے ہنوز آفتاب میں

ہے قید اختلاف صور سے جسے نجات
دریا کو دیکھتا ہے وہ موج و حباب میں

بدلی فروغ برق کی مانع نہ ہو سکی
حسن نظر فروز ہے ظاہر نقاب میں

آئے تو اپنا حال کچھ ان سے نہ کہہ سکا
کیا جانے ہو گیا مجھے کیا اضطراب میں

ہو کر خفا عدو سے مٹاؤ نہ امتیاز
تخصیص کی امید ہے مجھکو عتاب میں

آئے نظر جو چشم حقیقت نگر سے لے
جو ہے حجاب میں وہ نہیں ہے حجاب میں

کیا پیش آئے دیکھئے کچھ بات ہے ہنسی
میرا ہی نام اس نے لکھا انتخاب میں

مین ہو کر خاک بھی اس در پہ پہنچا — کھٹکتا کیون نہ چشم پاسبان مین
ہمارا قتل ہے منظور شاید — وگرنہ کیا دھرا ہے امتحان مین
سناتا سوز دل کا ان کو قصہ — اگر چھالے نہ پڑ جاتے زبان مین
نہ پہچانی جب اپنی ہی حقیقت — ہم آئے بھی تو کیا آئے جہان مین
ہمین کیا کچھ نہین آتا ولیکن — بڑی ہے مصلحت ضبط فغان مین

پیشتر وقت سے مرنا سو وہ امکان مین نہین — اور جینا بھی کچھ آسان شب ہجران مین نہین
اس لب رنگ مسیحا کی سنی جو شہرت — قطرہ آب بھی اب چشمۂ حیوان مین نہین
بیم ہجران ہے کبھی اور کبھی امید وصال — کون کہتا ہے ذرا سستی پیمان مین نہین
نذر اغیار ہوئین ساری ادائین شاید — وہ شرارت بھی تری نرگس فتان مین نہین
کس سے فریاد کرین تیرے شہیدان نگاہ — عفو کی خو بھی ترے ناوک مژگان مین نہین
اہل دل سے نہ کبھی آپ سنین گے نالہ — چاک دل مین ہے مگر چاک گریبان مین نہین
نیمجان رکھنے مین کچھ تجھکو مزا آتا ہے — یا کہ قدرت ہی ترے خنجر بران مین نہین
ہجر مین ہم نے تصور سے لیا ہے وہ کام — حسرت اب کوئی بھی باقی دل نالان مین نہین
غیر کو بھی ہے سر دشت نوردی شاید — وہ مزا اب خلش خار مغیلان مین نہین
عشق رنگین کا زمانے سے جدا ہے گویا — بندہ بت ہے مگر فرق کچھ ایمان مین نہین

ضعیف ایسا کیا ہے تیرے غم نے — وبال دوش سر ہے بار گردن
نہو سودا تو پھر بیہودہ ہے سر — نہو قیدی تو ہے بیکار گردن

محبت مین نہ کوئی بدگمان ہو — خدا کے واسطے صاحب کہان ہو
ہمارا انکو فکر امتحان ہو — ستم ہے ہم کہان ہین تم کہان ہو
ہمارے آپکے دیکھے ہین انداز — تعجب کیا ہے جو دشمن نکتہ دان ہو
محبت انکی بھی غالب کہ کھلجائے — اگر ظاہر مرا درد نہان ہو
ملے جب ہم تو انکو دور پایا — کوئی ایسے سے کیونکر بدگمان ہو
جہان مین تو نہین یا سعد فاکیش — ہماری تیرگی پہنچے جہان ہو

کمین مین ہے صبا ہاں چپکے چپکے حدیث طرہ عنبر فشان ہو
توقع ہو کہ اک دن ہم بھی ہونگے اگر دنیا مین ایک آسودہ جان ہو
تمہاری دوستی مین کیا تعجب اگر دشمن پہ دشمن مہربان ہو
محبت ہے بہت مجھکو کسی سے خوش آئے آپکو بھی گر بیان ہو
رفو ہو سینۂ صد چاک لے آہ اگر تو رخنہ ساز آسمان ہو
کریں کچھ چھیڑ اُن سے آج رنگی اگر تم بھی ہمارے ہمزبان ہو

سنتا نہین یہان وہ مرے حال زار کو کیا فیصلہ ہو دیکھئے روز شمار کو
جبسے سنی ہے عشق زلیخا کی روئیداد کیا کیا نشاط ہے دل امیدوار کو
یہ خوف ہے کہ اور نہ بڑھ جائے ان غرور ہمنے چھپا لیا ہے دل داغدار کو
تم سے گلہ نہین ہے ہمارا قصور ہے اوپر اٹھائیے نگہ شرمسار کو
یا تک تو خود پسند کو شرکت ہے ناپسند آکر بجھا دیا مرے شمع مزار کو
کرنے دو انکے سامنے اعدا کو عرض غم ہم بھی دکھا ہی دینگے دل داغدار کو
ہم پہلو رقیب ہیں وہ دیکھنا ہے آج رنگی تمہارے جذبہ بے اختیار کو

مزا الفت کا جان زار سے پوچھ یہ نکتہ واقف اسرار سے پوچھ
ہمارے غش کا چارہ جا کے ہمدم شمیم کاکل دلدار سے پوچھ
مرے پامال ہونے کی حقیقت خود اپنی شوخی رفتار سے پوچھ
ہمارا درد دل کچھ ہمسے سن لے کچھ اپنی نرگس بیمار سے پوچھ
تو اپنی قدر اے کان ملاحت ہمارے سینۂ افگار سے پوچھ
بھلا رنگی کو قدر فصل گل کیا یہ کیفیت کسی میخوار سے پوچھ

آہ صباح و نالۂ شبگیر کر چکے کرنی تھی جو وصال کی تدبیر کر چکے
وہ وہ کئے ہیں جرم کہ کم ہونگے اور سے کیا کیا امیدواری تعزیر کر چکے
ایمان جب صحیح ہوا اہل دیر کا جس وقت اہل صومعہ تکفیر کر چکے
وان بات کے جواب مین بھی ہے مضائقہ خط کا مرے جواب وہ تحریر کر چکے

تدبیر کب بتانیکو احباب آئے ہین
جب کام ہم حوالہ تقدیر کر چکے

آیا خیال بیگنہی کا انہین تو کب
جس وقت وہ مجھے تہ شمشیر کر چکے

انکو ہوا ہے شکوہ بیداد سے ملال
کیا بخش جائے غدر کہ تقصیر کر چکے

مسجد مین آکے اور ہی عالم دکھائیے
تبخانہ کو تو عالم تصویر کر چکے

وہ روشنی جو آپکے رخ کی نقاب ہے
کہتے ہین اس سے نور کا آفتاب ہے

وقت وفائے وعدۂ دشمن اگر نہین
پھر تیری بات بات مین کیون اضطراب ہے

لبہائے زخم میرے بہت تشنہ کام ہین
دیکھین تو کسقدر ترے خنجر مین آب ہے

نسبت ہی مجھسے تجھسے جو ہے ربط اتحاد
گیسو مین تیرے دلمین مرے پیچ وتاب ہے

رنگین کلام کیا ترے حسن کلام مین
دیوان عشق مین ورق انتخاب ہے

تمنے سو غیر کیا نظر کی
کچھ کم ہے خلش مرے جگر کی

ملتی نہین آج ہمسے کیون آنکھ
کس شغل مین تمنے شب بسر کی

کچھ گریہ اٹھائے موج طوفان
کچھ چھیڑ ہو آہ مین اثر کی

کیا اُسنے دیا جواب یارب
مہمل سی ہے بات نامہ بر کی

بتیابی دل سے تیری رنگین
الفت کی کہان کہان خبر کی

غصہ آتا ہے پیار آتا ہے
غیر کے گھر سے یار آتا ہے

مے پلانی اگر نہین منظور
ابر کیون بار بار آتا ہے

تیرے رونے سے اب مجھے بھی خوف
دیدہ اشکبار آتا ہے

درد دل کیا بیان کرون رنگین
اسکو کب اعتبار آتا ہے

بیخود تپش نے دلکی کیا اسقدر مجھے
کوئے عدو مین آج ہوئی ہے سحر مجھے

اے شوق تیری گریہ طغیانیان رہین
کرنی پڑیگی غیر سے بھی درگذر مجھے

وہ ہے ہجوم یاس کہ ہوتا ہے ناگوار
تا صبح سے بھی سوا سخن نامہ بر مجھے

ہر چند دل سے اسکو بھلا تا رہا مگر
یاد آگیا کسی نہ کسی بات پر مجھے

ایسی کہانیان کہین رنگین نے دو پہر
کمبخت نے نہ سونے دیا رات بھر مجھے

دل و دین ہمکو گو دیئے ہی بنی
انکو عذر جفا کیئے ہی بنی

ساقی بزم غیر آپ ہوئے
ہمکو خون جگر پیئے ہی بنی

راز الفت کہین نہ کھل جائے
اسلیئے زخم دل سیئے ہی بنی

تپش دل اجل کا تھا پیغام
شب وعدہ مگر جیئے ہی بنی

چمن بھی ہے مرے سینے پہ خار کھائے ہوئے
کہ داغ دل مین ہین تر تازہ گل کھلائے ہوئے

ہزار رنگ بدلتا ہے دم مین تو لے دل
مگر کسی کے یہ انداز ہین اڑائے ہوئے

ہمارے سوز کی بو انجمن مین پھوٹ گئی
کہ آنکھ شمع سے پروانہ ہے چرائے ہوئے

خدا اُس نرگس سحر آفرین سے
کہ جو فتنہ ہے اٹھتا ہے وہین سے

سنائے جوشش وحشت مین عدو کو
ہوئے تھے مشورے جو ہمنشین سے

نہ اُٹھینگے در پیر مغان سے
کہ سب کچھ ہمنے پایا ہے یہین سے

ہزارون مہر و الفت کی ادائین
سمجھ لیتے ہین ہم تیری نہین سے

کہینگے کیا جو شوخی سے کبھی وہ
ہمارا ماجرا پوچھین ہمین سے

نہین ہین سب سے یہ انداز انکے
مگر اک لاگ ہے رشکی تمہین سے

نہین معلوم گل مین کیا نہان ہے
جو بلبل اسقدر گرم فغان ہے

مگر آج انکو قصد امتحان ہے
کہ گھبرایا ہوا سا اک جہان ہے

نگر دیکھا نہین اہل زمین کو
کواکب پر جو ناز آسمان ہے

وہ آنکھین دیکھ لے ناصح تو جانے
مری آنکھون سے کیون دریا روان ہے

مرا احوال سنکر بے تکلف
کہا کیا سچ یہ ساری داستان ہے

غزل مین رنگ معشوقی ہے رشکی
قیامت آپکا حسن بیان ہے

پر پروانہ اب لائین کہان سے
بہت دور آپکے ہین آشیان سے

انہین بزم عدو سے یون اٹھایا
نہ تھی امید آہ ناتوان سے

ستم کا تیرے بھولے سے بھی شکوہ
زبان کٹ جائے گر نکلے زبان سے

کیا کیا سحر تمنے آج رشکی
عدو کا شکوہ اور انکی زبان سے

شوخ ادائی تری یا لحظہ جو قاتل ٹھہرے
جب نہ تیغ کہیں گردن بسمل ٹھہرے

کیوں نہ ٹہہ جلے مرے دل میں لیلا قد بہشت
جب مری جان تمہیں حور شمائل ٹھہرے

بیمثالی ہے ترے حسن کا اک جوہر ذات
کون عالم میں ترا شکل د مقابل ٹھہرے

جلوہ افروز ہو جس بزم میں وہ غیرت ماہ
شمع کسطرح سے پھر رونق محفل ٹھہرے

عشق اک آگ ہے اور آگ پہ اے چارہ گرد
کہیں سیماب بھی ٹھہرا ہے جو یہ دل ٹھہرے

بے نشانی سے ہوں مطلوب کے اپنے حیران
کون سی راہ سر جادۂ منزل ٹھہرے

گو کہ خاموش ہیں پر عشق کی صورت ہے سوال
اس قناعت پہ بھی ہم دیکھئے سائل ٹھہرے

الغرض کوئی ہنر تمکو نہ آیا رنگین
دعوی عشق میں بھی حیف نہ کامل ٹھہرے

صبا میں اُس گل رعنا کی ہے جو بو باقی
بہار کی نہیں یاں دل میں آرزو باقی

دیا ہے پنجۂ غم نے ہزار بار فشار
دل حزیں میں ہے لیکن ہنوز تو باقی

ہمارا اور عدو کا تم امتحان کر لو
رہیگی پھر نہ کوئی اور گفتگو باقی

ہمارا جرم محبت ہے ایسی دے تعزیر
رہے نہ کوئی ترے دل میں آرزو باقی

وہ آج ہاتھ میں تلوار لیکے آئے ہیں
خدا کرے رہے الفت کی آبرو باقی

یہ سینہ ریش ہے رنگین غم جدائی سے
کسی جگہ نہیں گنجائش رفو باقی

جبیں اور بھی گو دم واپسیں ہے
سنائے کوئی گر کہانی تمہاری

قیامت بھی پامال ہوتی ہے جس سے
وہ ہے حیف نظر نوجوانی تمہاری

خاک بھی ہو کر رہی وہ ہی تپش
آسمان بھی تھک گیا بیداد سے

خیر رنگین میکدے ہی کو چلو ۵۱
عذر کیا ہے آپکے ارشاد سے

از تذکرہ سخن شعر الشاخ رشکی۔ تخلص نواب محمد علی خان خلف الرشید نواب حاجی محمد مصطفے بہادر شیفتہ۔ رئیس اعظم دہلی شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب۔ اشعار فارسی و اردو ان کے نہایت شیریں ہوتے ہیں۔ راقم کے دوستوں میں ہیں۔

وہ باتیں جو کہ ان سے تھیں چھپانی
غضب ہے کہہ رہا ہوں میں انہیں سے

وہ میرزا کو بکو رشکی کہاں ہے
ہوئے ہیں آپ بھی اب تو ہمیں سے

---

۵۱ دیوان رنگین کا قلمی مسودہ ہمکو مولوی غلام السبطین صاحب بدایونی کے ذریعہ سے دستیاب ہوا۔ یہ انتخاب اسی دیوان سے کیا گیا ہے۔ فقط حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان نواب یوسف علی خاں ناظمؔ رامپوری

محتاج نہیں قافلہ آوازِ درا کا
سیدھی ہے رہِ کعبۂ احسانِ خدا کا

گر ہے سرِ دریوزۂ فیضِ اہلِ نظر سے
ہو راہ نشین مرحلۂ فقر و فنا کا

خشنودیٔ معشوق ہے رنجوریٔ عاشق
بے درد ہے وہ خستہ کہ لے نام دوا کا

تن فرطِ لطافت سے ہو جب روح مجسم
کیا زور چلے کشمکشِ بندِ قبا کا

کیا دانے کی خواہش کو ہے تاثیر کہ جس سے
ہوتا ہے گذر دام میں مرغانِ ہوا کا

اسرارِ حقیقت کا ہوا شعار میں شارح
کیا حوصلہ ہے ناظمِ آشفتہ نوا کا

جو تجھ سے امیدوار ہوگا
انجام کو شرمسار ہوگا

طولِ شبِ ہجر جانتا ہوں
مرنا مجھے لاکھ بار ہوگا

اُتریگا ترے گلے سے جو ہار
پیرایۂ نوبہار ہوگا

آنے کو کہا ہے اوس نے ناظم
کچھ تجھ کو بھی اعتبار ہوگا

نالے کا حذر ناگوار ہوا
میں ہی اُلٹا گناہگار ہوا

تو کسی کا ہو دوست! میں ناحق
دشمنِ اہلِ روزگار ہوا

اوس میں وہ کیا کرشمہ ہے ناظم
جس سے پھر تو اُمیدوار ہوا

جو عالمِ وحدت میں تماشا نظر آیا
کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے کیا نظر آیا

کس کس کا کروں رشک کہ اُس راہ گزر میں
ہر ذرہ مجھے دیدۂ بینا نظر آیا

بیداد سے توبہ انہیں کرتے ہی بن آئی
جب بعد مرے کوئی نہ مجھ سا نظر آیا

دی مجھکو نویدِ اثرِ گریۂ سحر کو
شب کو جو انہیں خواب میں دریا نظر آیا

ناسخ کے زمانہ ہی میں آتش کی بھی تھی دھوم
ناظم ہمیں اُس عصر میں یکتا نظر آیا

آبرو کیا پیرہن جیب بے گریباں بہہ گیا
ہائے آنسو پونچھ لئے میرے کہ داماں رہ گیا

وجہ کیا یارب کہ ہوا اتنی شبِ ہجراں دراز
آج گردش سے مگر گردونِ گرداں رہ گیا

کل ہم اوس سے کہہ گئے حسبِ تمنا دردِ دل
پھر بھی ناظم شکوۂ بیداد بر زباں رہ گیا

اٹھا صحرا میں ایسا فتنہ میرے جوشِ سودا کا — کہ قالب میں بگولے کے ہوا دم بند صحرا کا
بھری ہو مے پرستی کی ہوا طینت میں انساں کی — بنا ہے دیدہ و دل سے نمونہ جام و مینا کا
کبھی کشتی کسی حسرت بھرے کی آہ میں ڈوبی ہے — نہیں ہے سر پٹکنا بے سبب ساحل سے دریا کا
گدازِ دل ہے ناظم یہ جو آنکھوں سے ٹپکتا ہے — پڑا ہے مجھکو رونا داغہائے سینہ فرسا کا

نہ کبھی کوئی خط آیا نہ پیام یار آیا — مگر اک جواب الٹا کہ ہزار بار آیا
مجھے گرچہ در سے اپنے وہ فریب دیکے ٹالیں — یہ خوشی بھی کم نہیں ہے کہ امیدوار آیا
ہم اوٹھے لحد سے مضطر جو خروشِ حشر سنکر — یہ گماں ہوا کہ شاید وہ ستیزہ کار آیا
نہ خدا کو جانتے ہو نہ نبی کو مانتے ہو — بس اوٹھو قسم نہ کھاؤ مجھے اعتبار آیا
ترے گھر وہ آئے ناظم تو یہ اضطراب کیا ہے — کوئی بادشاہ آیا کوئی شہریار آیا

نظر آنکھ کے سرمے پہ سمجھتے ہو بناؤ — اک ذرا طرۂ پرخم بھی سنوارا ہوتا
وعدۂ وصل نہ ہوتا تو ہم ایسے بھی نہ تھے — کہ ہمیں ہجر میں مرنا نہ گوارا ہوتا
دیتے دستک تو وہ آزردہ نہ ہوتا ناظم — نام لیکر اوسے در پر نہ پکارا ہوتا

خالِ رخ سے نہ ڈرا سبزۂ خط سے نہ رکا — کسطرح دل تری کاکل کی شکن میں آیا
سرمہ و غازہ سے کیا حسن خداداد کو کام — فرق ناحق ترے بیساختہ پن میں آیا

آج اوسنے پھر احوال دلِ زار کہوں گا — کہتے ہوئے ڈرتا ہوں پہ ناچار کہوں گا
غصے میں کہا ہو کہ ہم اب کچھ نہ کہیں گے — گر آپ سنیں گے تو میں سو بار کہوں گا
جس آئینے میں جو نظر آجائے گا مجھکو — البتہ اوسے عکسِ رخِ یار کہوں گا
آوارہ و سرگشتہ مجھے کہتے ہو اچھا — میں بھی تمہیں بے مہر و ستمگار کہوں گا
تم چاند سے مکھڑے پہ کیا کیجیو نازش — میں کاکلِ مشکیں کو شبِ تار کہوں گا
اوستاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم — اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا

میکدے میں نشے سے جب سرخرو ہو جائیگا — قامتِ خم پارۂ دستِ سبو ہو جائیگا
بخیۂ زخمِ جگر میں ہمنشیں کچھ فکر کر — ذکر چاکِ جیب کا کیا ہے رفو ہو جائیگا
دل میں جوشِ آرزو کا گر یہی عالم رہا — خود سویدا ایک داغِ آرزو ہو جائیگا

کیوں کہو نہ مجھے بُرا ناظم کوسنے آتے ہیں ہم
قصہ سب فیصل تمہارے روبرو ہو جائیگا

غیر سے دلدار خفا ہو گیا
ناوکِ بیداد خطا ہو گیا

سر کو ہم آنکھوں سے نہ کیونکر لگائیں
ترے رہِ شوق میں پا ہو گیا

عید کے دن چاہیئے کیوں عیدگاہ
جبکہ درِ میکدہ وا ہو گیا

کعبہ سے سیدھا ترے در کو چلا
قبلہ مجھے قبلہ نما ہو گیا

تکیہ ہے اسیرِ دلِ غمدیدہ کو
نالہ بھی موسیٰ کا عصا ہو گیا

کس سے کہوں کیا کہے وقتِ نزع
اوس کا یہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا

اوس سے ہے امیدِ وفا واہ واہ
خیر ہے ناظم تمہیں کیا ہو گیا

معتقد حسن کے کہیں ناظم یہ وہاں جا کر مجھے
عبرت آتی ہے کہ کیا بتخانہ ویراں ہو گیا

کچھ کم نہیں ہے صاف مجھے گر دیا جواب
کیا کم ہے خوشی کہ ملا بات کا جواب

نے تاب قطعِ دشت نہ فرصت ہے چاکِ جیب
مدت سے دے چکے ہیں مجھے دست و پا جواب

بات ایسی کونسی ہے کہ جسکو بڑھائیے
اک مختصر سوال ہے یا بوسہ یا جواب

مطلب ہے ایک پردہ ستمگر ہزار طبع
ہر بار چاہتا ہے کہ دیجے نیا جواب

مے پیجئے بہار میں پوچھے اگر خدا
ہے عذرِ ذوق بخشیِ آب و ہوا جواب

ناظم تم اوس سے روز کہے جاؤ حالِ دل
کب تک نہ دینگے از رہِ شرم و حیا جواب

مریضِ غم کو عیادت ہے ناگوار بہت
ہمیں ستاتے ہیں یارانِ غمگسار بہت

وہ عذر پاسِ مروت سے کر گیا کیسے
ہوئے ہم ان سے گلہ کر کے شرمسار بہت

زمیں پہ گر کے بھی ہوتی نہیں شراب تلف
کہ زیرِ خاک ہیں رندانِ بادہ خوار بہت

وہ شوخ یہ سچ ہے کہ عیار پیشہ ہے ناظم
پہ ہم بھی کام میں اپنے ہیں ہوشیار بہت

پوچھوں جو پاؤں قربِ مسیحا کسی طرح
ہو گا مریضِ عشق بھی اچھا کسی طرح

کہتے ہیں چھپ کے رات کو پیتا ہے روز مے
واعظ سے راہ کیجئے پیدا کسی طرح

میں اوس کو چاہوں اور کو وہ چاہتا ہو حیف
کانوں تک اوسکے پہنچے یہ چرچا کسی طرح

دیتے نہیں جو بوسہ چلو دل ہی پھیر دو
اچھا ہے مٹ تو جائے تقاضا کسی طرح

ناظم خط اونکو شوق سے لکھئے مگر جناب
معلوم کرلیں نام ہم اوس کا کسی طرح

ہو کیوں نہ الگ سمجھ و زنار کی آواز
ہر پردے پہ جاتی ہے بدل تار کی آواز

رہتے ہیں ہم اُس کوچہ میں گو بار نہ پائیں
کھلتا ہے تو سنتے ہیں در یار کی آواز

کیوں آپ کے ہنسنے کہو در پہ کہ وہ گھر میں نہیں ہیں
ہم کیا نہیں پہچانتے سرکار کی آواز

مدت میں پھر آہ کوئی پوچھے کہ کہاں تھا
آج آئی ہر پھر کے کان میں غمخوار کی آواز

اوس کوچے میں کیوں شور و فغاں کرتے ہو ناظم
پہنچے گی کب اوس تک بس دیوار کی آواز

ہے آئینہ خانے میں ترا ذوق نظار رقص
کرتے ہیں ہیبت سے ترے مشکل جدار رقص

بے زخمہ صدا دینے لگے ساز عجب کیا
گر کرنے لگیں خود بخود آلات غنا رقص

گر ہو تو نہ ترے باغ میں آنیکی توقع
کیوں سرو کو تعلیم کرے باد صبا رقص

معقول سہی وجد کا حیلہ مگر اے شوخ
اچھا نہیں با اینہمہ تمکین و حیا رقص

یوں ہی تو خرابات میں آؤ کہ سراسر
یا بادہ ہے یا بانگ ہے یا نغمہ ہے یا رقص

ناظم ترے اشعار میں ہیں معنی توحید
اس نغمے پہ کرتے ہیں مردان خدا رقص

یاں نہ بالش کی تمنا ہے نہ بستر سے غرض
سو رہینگے خاک در پر ترے در سے غرض

تیرا پھرنا اوس فضا میں دیر تک منظور ہے
ورنہ حق گو کو کیا ہے طول روز محشر سے غرض

ایک یہ بھی لوٹنا ہے بہر دفع چشم زخم
اپنی آرایش نہیں ہے اونکو زیور سے غرض

بے نشاں ہے وہ دہاں تک نامہ پہنچے کس طرح
کام عنقا کا ہے کیا نکلے کبوتر سے غرض

دیکھتے ہیں اوس صف مژگاں کی اس رُت میں سیر
ورنہ ناظم ہمکو کیا ہے فوج و لشکر سے غرض

میں نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

تاثیر آہ و زاری شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبول دعائے سحر غلط

سوز جگر سے ہونٹھ پہ تبخالہ افترا
شور و فغاں سے جنبش دیوار و در غلط

ہاں سینے سے نمایش داغ دروں دروغ
ہاں آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

آجائے گر کوئی دم میں تو کیا کچھ نہ کیجئے
عشق مجاز و چشم حقیقت نگر غلط

بوس و کنار کے لئے یہ سب فریب ہیں
اظہار پاک بازی و ذوق نظر غلط

لو صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں
احمق نہیں ہیں ہم اوسکو نہ سمجھیں اگر غلط

سینے ہیں اپنے جانتے ہو تم کو دل نہیں
ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے اون کی کمر غلط

کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے
بیلنے کو اپنے اوسکی سمجھنا سپر غلط

مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز پیشکشِ نامہ بر غلط

پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
کہتے ہو جان دی ہے سرِ رہگذر غلط

ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اڑاتی خبر غلط

آیت نہیں حدیث نہیں جس کو مانئے
ہے نظم و نثر اہلِ سخن سر بسر غلط

یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا
کیوں یہ کہا کہ دعوئ الفت مگر غلط

غیر نے پڑھ کے کیوں سنایا خط
پڑھ نہیں جانتے تم آیا خط

مٹ گئے حرف بسکہ تھیں نمناک
میرے آنکھوں سے کیوں لگایا خط

پڑھ کے بازو پہ تم نے باندھ لیا
ناظم ایسا کہاں سے آیا خط

گالیاں دیتے ہیں تمکو نہیں زنہار لحاظ
پوچھئے بات تو ہو مانعِ گفتار لحاظ

فرش رہ ہیں بسرِ راہ گذر دیدہ و دل
چاہیئے تم کو بھی اس کا دمِ رفتار لحاظ

جیب و دامن کو کیا سر بسر آلودۂ خوں
کچھ نہ آیا تجھے اے دیدۂ خونبار لحاظ

وہ چلا اپنی جفاؤں سے نہیں خوش ہوں کریں
کچھ تو ایسا ہوں کہ کرتا ہے مرا یار لحاظ

سب تجھے حشر کہا اے فتنۂ ایام عیاں
نہ سبھے خلق کا اے شوخ ستمگار لحاظ

ہم سے چھٹتی ہے کہیں بادہ پرستی ناظم
موہنہ پہ دخترِ رز کا کیا کرتے ہیں ناچار لحاظ

چاہتی ہے گرمئ ہنگامۂ پروانہ شمع
ورنہ کیوں سر پر لئے پھرتی ہے آتشخانہ شمع

طرۂ موجِ دخاں کے پیچ و خم کیونکر کھلیں
گاہ گاہے باندھ لیتی ہے کلاہ شانہ شمع

باغ میں تجھکو جو دیکھا ہے تو جگنو کی طرح
اوڑتی پھرتی ہے بہ تکلیفِ دلِ دیوانہ شمع

شمع کی لو دیکھکر مستی میں آیا یہ خیال
ہنسی انگلی پہ نچاتی ہے کھڑی پیمانہ شمع

خلوتِ اہلِ سخن میں ہے کچھ اوسکی شان اور
گرچہ ہے ناظم شگوفہ افزائے ہر کاشانہ شمع

مٹی نہ وصل میں بھی کلفتِ زبانِ فراق
تمام رات کہی ہم نے داستانِ فراق

خوشا حبیب و ادا ہائے دلستانِ حبیب
بدا فراق و بلاہائے جانستانِ فراق

فغاں کو جانتے ہیں ہم درائے وادیٔ غم
نفس کو جانتے ہیں گردِ کاروانِ فراق

نہیں ہے اشک ہے نورِ دیدۂ ہجراں
نہیں ہے داغ یہ ہے شمعِ دودمانِ فراق

جگر گداز ہے کیا گرمیٔ نگاہِ عتاب
جگر شگاف ہو کیا تیزیٔ سنانِ فراق

فراق کو نہ کہوں کیوں کمانِ تیرِ اجل
اجل کو کیوں نہ کہوں ناوکِ کمانِ فراق

غبارِ دشت ہے افزایشِ جمالِ جنوں
متاعِ درد ہے آرایشِ دکانِ فراق

پڑھوں یہ مصرعِ حافظ تو ناظمؔ آئیں کہہ
کہ لیلۂ ہجر سیہ بادو خانمانِ فراق

یوں تو ہو جاتا ہے ہر ایک عیشِ کثرت کا شریک
درست کہتے ہیں اسے جو ہو مصیبت کا شریک

ایسا کیا آساں ہے اس عالم کا برہم مارنا
وہ خرۂ ناز بھی ہوگا قیامت کا شریک

روزہ رکھتا ہوں صبوحی کر کے منگام سحر
شام کو مسجد میں ہوتا ہوں جماعت کا شریک

ہے جدا مسلک ہمارا اہلِ بدعت سے مگر
چاہیے ناچار ہونا رسم و عادت کا شریک

مبدأ فیاض ہے دونوں میں ناظمؔ بہرہ یاب
میں بھی ہوں استاد کی حسنِ طبیعت کا شریک

ہے کبود اس کے طیلساں کا رنگ
ماتمی کیوں ہے آسماں کا رنگ

تو بہار آئی اور کیسا ہوگا
کچھ نکھر جائے گا خزاں کا رنگ

غم و شادی کا ایک عالم ہے
زرد ہوتا ہے زعفراں کا رنگ

کیا غضب ہائے دیکھیے ناظمؔ
ہے بُرا چشمِ خوں فشاں کا رنگ

ہمنشیں صورتِ آرایشِ عالم کب تک
جاودانی نہیں یہ نقش گر ہم کب تک

دیکھیے کب مسی اور پان کے دن پھرتے ہیں
اوس خود آرا کو رہے غیر کا ماتم کب تک

کون ہوگا کہ نہ ہو معتقدِ فصلِ بہار
موسم اچھا ہے یہ کہیے کہ موسم کب تک

پھاڑ ڈالو مرے ناموں کو ملے گر نہ جواب
ہو گئے دیوار کے روزن ہیں فراہم کب تک

جبر سے میں نے کیا ہے اُن کو نہاں آج کل
بن رہا ہے گھر مہ کنعاں کا زنداں آج کل

غرق ہو گردن تک اے خاکِ چشم دریا بار میں
حلقۂ گرداب ہے دورِ گریباں آج کل

بسکہ چھائی ہے مرے روزِ سیہ کی تیرگی
اختر شب گردہ ہے مہرِ درخشاں آج کل

آگیا برسات کا موسم وہ اب کیوں آئینگے
اسکے ہاتھ آیا ہو عذر بادِ باراں آجکل

بات کی پوچھ ہو جو ناصح سے کیا کرتا ہو بحث
درد دل کہنے سے ہوں ہم غنچہ دہنیاں آجکل

دیکھنا حسنِ نظامِ نظم اے اہلِ سخن
منتظم ہونے پہ ہے ناظم کا دیواں آجکل

پیری میں بھی بے ولولۂ شوق نہیں ہم
رکھتے ہیں ابھی الفتِ دل ہنگامہ گزیں ہم

حق یہ ہو کہ کعبہ کی بنا بھی نہ پڑی تھی
ہیں جب سے درِ بتکدہ پہ خاک نشیں ہم

شہرت نہیں مجنوں کے برابر یہ مسلّم
پر کوئی بتاتے نہیں ایسے بھی نہیں ہم

مستی سے ہیں بہرہ ملا ہے فقط اتنا
ہیں مثل سحر ایک دمِ باز پسیں ہم

یہ طرز کسی اور کو کب یاد ہے ناظم
ہیں ریختہ میں پیرو اندازِ حسنزیں ہم

کیا فائدہ ناحق ستم اتنا نہ کرو تم
حق ہے تو ذرا گرمیِ پروا نہ کرو تم

کہتے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کروں کیا
کہتے ہو کہ دلجوئی اعدا نہ کرو تم

اوس نرگسِ فتاں کے سہارے پہ ہو گردش
ہرگز نہ اُٹھے فتنہ جو برپا نہ کرو تم

ہم تم کو بُرا کہتے ہیں یا خو کو تمہاری
اوخو کے سبب اپنے سبھی جھگڑا نہ کرو تم

تم پیشۂ اہلِ خرابات ہو ناظم
اندیشۂ دین و غمِ دنیا نہ کرو تم

قطعہ

اگر ہم نہ اونکی تمنا کریں
تو وہ ہم پہ کیوں ناز بیجا کریں

خدا بے نیاز اور بت سنگدل
کہو کس سے ہم راہ پیدا کریں

چلو پھر کہیں ان سے ہم حالِ دل
یہی پھر کہینگے کہ ہم کیا کریں

جنھیں فصلِ گل میں ہو دسترس
کہ سامانِ عشرت مہیا کریں

وہ قمری و بلبل کو مطرب بنائیں
گل و سرو کو جام و مینا کریں

اونہیں کیا ہو ناظم قیامت کا خوف
جو ہر روز اک فتنہ برپا کریں

فسانۂ ستم بجز ہے سوال نہیں
نہ دو جواب سنے جاؤ کچھ ملال نہیں

سنا بھی تجھ نے تو کس سے سنا خدا کی پناہ
کہا ہے غیر نے جو کچھ وہ میرا حال نہیں

ہوا شعار ہی ناظم یقیں نہیں جسکی
یہ کون شخص تھا ہی اسکا بھی کچھ خیال نہیں

خبر آئی تھی کہ وہ مستِ شراب آتے ہیں
دیکھتا کیا ہوں کہ سرگرمِ عتاب آتے ہیں

یہی سمجھو کہ نکالے ہوئے ہوں گے ورنہ
کچھ تو بڑھ جائے شبِ وصل کبھی کہ وہ آج
نوجوانی میں کبھی قدر نہ جانی افسوس
غلطی غیر کے گفتار کی دیکھی ناظم
رونے کی یہ شدت ہے کہ گھبرا گئیں آنکھیں
بھید کے معلوم کرنے کے لئے غمخوار ہیں
چشمۂ آئینہ میں کھاتا ہے غوطے انکا عکس
کیوں کہے کوئی وہ کب سنتے ہیں میری سرگزشت
نام کو ہے بیت لیکن کچھ نہیں غیر از نہیں
سادہ رویوں کو غلط سمجھے ہو ناظم سادہ دل
شبستاں میں ہوا خوں نہیں کھیلو مجھسے مت پوچھو
رقیبوں کا حقیقت ہمسے تم پوچھو کہ ہم نے بھی
وہ سنکر دردِ دل کہتے ہیں پھر میں کیا کروں ناظم
خوش ہوں کیا ایک جا طور روشن سنکے بزم طور میں
روشنی اتنی ہو چکی عارض پر نور میں
کیوں نہ کی ہرگز ہماری خانہ ویرانی کی فکر
ایکدم ٹلتا نہیں یاں سے خدا کی شان ہے
ساقیا پیمانۂ ناظم میں بھردے ایکبار
ہم نہیں چاہتے کہ دولت ہو
بیوفائی کا رنج کیسا ہے
کعبہ میں بت نہیں تو ہم کیوں جائیں
آستینیں بھی نچوڑ ڈالیں گے
تمھیں کیسے گمان نچوڑے کا

کیوں پھر اوس بزم سے ہم خانہ خراب آتے ہیں
لینے طولِ شبِ ہجراں کا حساب آتے ہیں
یا خدا پیری میں اب ایامِ شباب آتے ہیں
وہاں میں جاتا ہوں تو کہتا ہے نواب آتے ہیں
اشکوں کی یہ کثرت ہے کہ تنگ آگئیں آنکھیں
عاشقِ زار اوسکے ہیں کہنے کو میرے یار ہیں
کسقدر یارب وہ اپنے تشنۂ دیدار ہیں
اور سنینگے بھی تو کہدینگے کہ ہم ناچار ہیں
گھر تمام اہلِ سخن کے بے در و دیوار ہیں
انکو بھولا کون کہتا ہے بڑے ہشیار ہیں
کہ راتیں کس طرح کٹتی ہیں دن کیونکر گذرتے ہیں
ہوسناکوں کے شیوہ ابتدا میں خوب بھرتے ہیں
خلاصہ آپکی تقریر کا یہ ہے کہ مرتے ہیں
مقصد اپنا ڈوب جاتا ہے محیطِ نور میں
کیوں نہ ساتھ اوسکے پھرے سایہ شبِ دیجور میں
خنجر جسنے بھر دیا اوس نرگسِ مخمور میں
تیغ نے پائی ہے کیا راحت تنِ رنجور میں
جسقدر باقی رہی ہو سچے ہم منصور میں
کون ممنونِ بخت و قسمت ہو
ہم نے مانا کہ ماہ طلعت ہو
اعتدالِ تنگی کی صورت ہو
اشک کے پونچھنے سے فرصت ہو
بات کرنے کی جسمیں طاقت ہو

خط پیمانہ کا ہوں حرف شناس
مجھکو ساقی گری کی خدمت ہو
تمسا ناظم ذہین اور دانا
اس طرح مبتلائے الفت ہو

کہاں گئے ہیں رشک دل و جگر دیکھو
دراز دستی مژگان رخنہ گر دیکھو
مجھے اوٹھاتے ہو کہکر کہ ہے یہ خلوت خاص
وہ کون لوگ چلے آتے ہیں اودھر دیکھو
پڑا ہے ایک سر خونچکاں پہاڑوں میں
نہال کوشش فرہاد کا ثمر دیکھو
غلط سہی اثر آہ و نالہ پر ناظم
رہے نہ دل میں ہوس اور یہ بھی کر دیکھو

بعد مدت مجھسے کہتے ہو کہ کیا بیمار ہو
کوئی سیکھے تم سے مکر آپ بڑے عیار ہو
ایک مزا البتہ ملتا ہے سو وہ بھی مشترک
بوسہ کیا شے ہے کہ جسکے دینے میں تکرار ہو
رفت و روب دیر میں اچھا گزر جاتا ہے دن
کس طرح یارب جئے جو آدمی بیکار ہو
چاہتے ہو مجھسے ترک مے ہی تو کہئے کیوں نہیں
شرط کیسی ہے کہ ناظم گر ہمارے یار ہو

یہ دماغ اوسکو کہاں ہے کہ سنوارے گیسو
اپنے ہی پیچ و شکن سے ہیں سہارے گیسو
شانہ کرنے میں کہا مجھسے کہ دیکھا تو نے
سرکشی کرتے ہیں ہم سے بھی ہمارے گیسو
شانہ و آئینہ مشاطہ اوٹھا کر لائی
پر بنائے نہ گئے خوف کے مارے گیسو
نظر آنے لگے پاؤں میں زنجیر کہیں
سر دامن تلک آ پہنچے ہیں بارے گیسو
جسکو منظور ہو عالم کا پریشاں رکھنا
اوسکو کیا کام پڑا ہے کہ سنوارے گیسو
دام موقع پہ بچھا رکھے ہیں گویا ناظم
چشم و ابرو کے سمجھتے ہیں اشارے گیسو

اور کیا نالہ و فریاد سے حاصل مجھکو
پھیر دیتے کہیں گھبرا کے مرا دل مجھکو
رشک وہ آتش سوزاں ہے کہ یہاں گھر بیٹھے
پھونکے دیتی ہے تری گرمی محفل مجھکو
کیا ہو خوف شب تاریک جو ہے ہو موجود
جام لبریز ہے ناظم مہ کامل مجھکو

میں یہ نہیں کہتا کہ نہیں اسمیں اثر کچھ
کرتی ہے کبھی آہ بھی تاثیر مگر کچھ
ہے گرچہ خبر یار کے افعال کی ہمکو
پر یہ بھی خبر ہے کہ نہیں تم کو خبر کچھ
ہے وصل میں ناظم مجھے کیا غم کی بیماری
گویا نہ ہوئی تھی غم ہجراں میں بسر کچھ
انداز نرالا ہے ادا اور ہی کچھ ہے
یہ حسن نہیں نام خدا اور ہی کچھ ہے

فرہاد ہوس پیشہ نے بھی دی تو سہی جاں
پر شیوۂ ارباب وفا اور ہی کچھ ہے

تم حسن کی خیرات میں کیا دیتے ہو لاؤ
ہر چند تمنائے گدا اور ہی کچھ ہے

ہم زہد و عبادت کے بھی منکر نہیں ناظم
پر قاعدہ فقر و فنا اور ہی کچھ ہے

اونکو گھر کا پتا دیا میں نے
موت کو گھر بتا دیا میں نے

جان دی گو تڑپ کے پر تمکو
ایک تماشا دکھا دیا میں نے

خط تو بھیجا مگر لفافے پر
نام اپنا مٹا دیا میں نے

بزم سے رو کے اٹھ گیا ناظم
آج پردہ اٹھا دیا میں نے

کیسی شفا کہاں کی شفا یہ بھی چند روز
قسمت میں تھا کہ ناز مسیحا اٹھائیے

ڈرتے ہیں محتسب سے بھلا آئے تو سہی
اچھی کہی کہ ساغر و مینا اٹھائیے

کہتے ہیں تجھے لوگ کہ تو سرو رواں ہے
دیکھیں تو سہی سرو میں رفتار کہاں ہے

شرمندہ نہیں گر ترے قامت سے قیامت
بیوجہ نہیں پردۂ تقدیر نہاں ہے

زاہد ہے اگر معتکف حجرۂ مسجد
آرام گہ اپنا بھی در پیر مغاں ہے

مکلانے میں گھبراتے ہیں گھبراتے ہیں کیونکر
بار سخن اونکے لب نازک پہ گراں ہے

رو دونگا تو کیا دل پہ غضب ڈھائیگا ناظم
یہ اشک جو لیوں آنکھ سے دریا رواں ہے

نہ غرض غیر سے تم کو نہ خدا کے قائل
کیوں کہا کرتے ہو ہر بار خدا خیر کرے

اگر فقیر کی حاجت روا نہیں کرتے
تو اوسکو منہ پہ برا بھی کہا نہیں کرتے

ہمارے دام قفس کی یہ کچھ نگہبانی
علاج طائر رنگ حنا نہیں کرتے

تم اپنی چال سے بدنام ہو گئے ناظم
یہ اہل صومعہ چھپ چھپ کے کیا نہیں کرتے

ملا ہے میکدے کا در کھلا ہوا ناظم
پھر اور کہتے ہیں تائید کردگار کسے

کب تمہارے کسی بات پہ تکرار نکالی
دیکھا مجھے اور آپ نے تلوار نکالی

یہ بھی نہ کہی ہیش وہ بولے ہی نہ ہرگز
کچھ بات اگر غیر کی ناچار نکالی

خنجر سے گلا کاٹئے ہم اُف نہ کرینگے
یہ قطع تعلق کی بُری مار نکالی

شرمندہ ہوں تجھ سے کہ جہاں بیٹھ گیا میں
تصویر تری جیب سے سو بار نکالی

ناظم نے کہ وہ فارس میدان سخن ہے
شبدیز قلم کی نئی رفتار نکالی

دیکھے دل لگئی دلبر کی طبیعت مجھسے
سیکھنے آتا ہے آئین محبت مجھسے

تجھسے بیزار ہے معشوق تو مایوس نہو
تھی کسی وقت میں کیسی تجھے نفرت مجھسے

اس کا منہ دیکھکے آئینے میں دیکھ اپنا منہ
کیا کہا جائے ترے دوست کی نسبت مجھسے

دشمنوں پر ترے کیا قہر خدا کا ہے کہ روز
تو کرے اونکی رعونت کی شکایت مجھسے

کیوں ادی سے نہیں کہتا ہو کہ بیجا ہے غرور
ایسی اچھی نہیں کچھ آپکی صورت مجھسے

بارے اس شوخ کا حال آنکھ سے دیکھا ناظم
شکل سنجیدہ عبث ہوتے تھے حضرت مجھسے

ان بتوں کو تو پری چہرہ بنایا تو نے
فکر کچھ کی ہے ہماری بھی خدایا تو نے

سنتے جاتے تھے یہ ہنستے تھے وہ چپکے چپکے
کسکو رو رو کے غم درد سنایا تو نے

رشتہ شمع فروزاں ہے مری نبض طبیب
تو ہی جانے لگا اگر ہاتھ لگایا تو نے

حیلۂ پیروی شرع کہاں سے سیکھا
قبر عاشق کا نشاں خوب مٹایا تو نے

میں خفا ہو کے جو محفل سے چلا آیا تھا
آج کہتے ہیں کہ کل زہر نہ کھایا تو نے

کی بھلائی بھی تو کس نخوت و پندار کیساتھ
بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگایا تو نے

جان دی مفت غم پردہ نشیں میں ناظم
ہائے ناداں کہاں جی کو لگایا تو نے

بنائے غم سے اٹھتا غبار دیکھ چکے
یہی غزال ہے تو پھر ہم بہار دیکھ چکے

وہ اپنی ضد کے ہیں پورے نہ آئینگے ہرگز
بس اونکی راہ ہم اے غمگسار دیکھ چکے

ہمیں قیام قیامت کا غم نہیں ناظم
شب فراق میں روز شمار دیکھ چکے

یوں تو چھیڑ انکو ہر کسی سے ہے
پر عداوت فقط مجھی سے ہے

دوست بنکر ہمیں بناتے ہیں
دعوی دوستی ہنسی سے ہے

دل لگا کر کوئی مرے کہ جیئے
انکو کام اپنی دل لگی سے ہے

کیوں چھپاتا ہے حال رنجش غیر
ہمنے بھی سن لیا کسی سے ہے

میرا اُن کا معاملہ ناظم
کچھ جدا جنگ و آشتی سے ہے

ایک جہاں کشتۂ انداز خود آرائی ہے
آپ جو چاہیں کریں آپکی بن آئی ہے

ہم تو پروانہ کے قائل ہیں کہ چپکا جل جائے / بلبل نغمہ سرا عاشق غوغائی ہے
ہم میں کیا بحث ہے یہ کرامات کہ بے موت مریں / گر تمہیں دعویٔ اعجاز مسیحائی ہے
وصل تم اپنے کبھلا کسکو وفادار کہے / جو سمجھتا ہو کہ پروانہ بھی ہرجائی ہے
عیش کی ہجر میں بھی خو نہیں چھٹتی ناظم / ساغر بادہ چراغ شب تنہائی ہے

گذرے گی شغل جبکہ تراشی میں شب مجھے / جانا ہے بزم یار میں کل بے طلب مجھے
یہ لب کی نازکی ہے کہ نکلا نہیں ابھی / آنے لگا نظر وہ خط پشت لب مجھے
آئے ہو ایسے وقت کہ طاقت نہیں مجال / جو میں کہوں کہ پوچھنے آئے ہو کب مجھے
عاشق تو میں ضرور پہ نازک دماغ ہوں / ہرگز نہیں ہے تاب نگاہ غضب مجھے
عذر ستم فریب تمنائے صلح جوش / صحبت بگڑ گئی تو بتاتے ہیں اب مجھے
آب حیات سے نہیں مطلب تمام عمر / ناظم بلائے جان ہے یہ ذوق طلب مجھے

بے باور ہے کب وہ بت عشوے گر کھلے / ناخن سے موج مے کے یہ عقدہ مگر کھلے

آنے کا وعدہ اوس نے کیا ہو تو میں کہوں / کچھ خو ہی پڑ گئی ہے مجھے انتظار کی
تیز نگہی زناز کا کرنے لگے میاں / کیا خوب طرح ہے گل رخسارۂ یار کی

کیجئے اظہار محبت تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں / یہ بھی کہنے ہی کی باتیں ہیں محبت کیسی
نہ گزر دوست تک اپنا نہ بغیر اوس کے قرار / کس پہ آئی ہے اور آئی ہے طبیعت کیسی

کون تن عاشق بیدل میں کہاں رہتا ہے / یہ کچھ دلوں پھرے پر آنکھوں سے رواں رہتا ہے
مے میں مانا نہیں ہے آب بقا کی تاثیر / بر دم مرگ تک انسان جواں رہتا ہے
کاٹتے ہیں وہ گلا تیز چھری سے ناظم / جان دیکر بھی ترحم کا گماں رہتا ہے

چاہیے رہرو کو اپنا پیرہن ڈال چھوڑ دے / راہ کیوں دیکھے کہ خار رہ داماں چھوڑ دے
چارہ و تدبیر کا دشمن ہے ایدل درد عشق / شکوۂ ناسازگاری ہائے درماں چھوڑ دے
گو نہیں پاداش کا غم پر یہ خو اچھی نہیں / ظلم کرنا خلق پر اور نام مسلماں چھوڑ دے
حشر کو کھینچوں ترا دامن بھلا دیکھوں تو کون / واں بھی جھلا کر کہے یوسف علی خاں چھوڑ دے

سنبھل آیا نہیں کہتے ہیں کہ آرام میں ہے / ملک الموت ہی آ جائے وہ کس کام میں ہے

مجلسِ اہلِ ورع نور کا دریا ہی ،
اسکو یوں خاک پہ اے محتسبِ شہر نہ پھینک ،

ہے وہ تقریبِ فراق اور یہ تمہیدِ وصال
عشق کا تم نے تماشا نہیں دیکھا ناظم

دھمکائیں اوسے کیا کہ تری در سے اوٹھینگے
کیا دیکھینگے گھبرا کے اوٹھینگے اگر اسوقت

کاندھے پہ ملائک ہیں یہ لیجائیں تو لے جائیں
ہر دم مرے آنے سے وہ گھبرائے تو بولے

پتھر بھی اگر ہمپہ برس جائینگے ناظم
دل لگی صحبتِ رنداں مئے آشام میں ہے ،

حرمتِ بادہ بہت مشربِ اسلام میں ہے
وصل سے لطف سوا نامہ و پیغام میں ہے

گفتگو ہمکو اس آغاز کی انجام میں ہے
یہ ناز کب اوس شوخ ستمگر سے اوٹھینگے

کچھ پہلے ہی ہم فتنۂ محشر سے اوٹھینگے
جب تک کہ ہے کچھ ہوش نہ کوثر سے اوٹھینگے

آسیب ہے اس گھر میں ہم اس گھر سے اوٹھینگے
ہرگز نہ درِ فاتحِ خیبر سے اوٹھینگے

کہتے ہیں واہ آپکی بھی کیا پسند ہے
گئے اگر کہ طرزِ ستم ناپسند ہے

گلشن میں کیوں ترے قد و رخ کا کریں خیال
ہم کو بھی سرو و گل کا تماشا پسند ہے

یاں خواہشِ بہار ہے واں رغبتِ بہار
ناظم کو باغ دوست کو صحرا پسند ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان عاشق شاگرد غالب

کون کہتا ہے کہ مرنا مرا اچھا نہ ہوا
فکر درماں نہ ہوئی رنج مداوا نہ ہوا

واہ اس نالہ پہ اور اتنی عدو کو نازش
بزم میں اور تو کیا حشر بھی برپا نہ ہوا

سیر گلشن سے یہ ہے شاد و لیکن افسوس
اب کے معلوم کچھ احوال قفس کا نہ ہوا

سوگئے سنتے ہی سنتے وہ دل زار کا حال
جسکو ہم سمجھے تھے افسوں وہی افسانہ ہوا

ربط کچھ داغ و جگر کا تو ہے چسپاں عاشق
ورنہ اس دور میں کوئی بھی کسی کا نہ ہوا

ہر بادہ نوش بزم میں ناکام رہ گیا
وہ تشنہ لب کہ آبلہ کا سا حباب رہ گیا

تھا یہ چراغ گور غریباں کہ داغ دل
اک شعلہ سا بھڑک کے سر شام رہ گیا

پھر بہار آئی ہے رونق ہے گل گلزار پر
پھر ہجوم میکشاں ہے خانۂ خمار پر

سخت جانی میں نکلنا جان کا آساں ہو گیا
ہنستے ہیں زخم جگر قاتل ترے ہر وار پر

پھر گئی گویا ہمارے حلق پر تیغ ستم
بل جہاں آیا تھا ترے ابروئے خمدار پر

جو دل میں خون تمنا کیا نہ کرتے ہم
تو مثل شعلہ بھڑک کر جلا نہ کرتے ہم

اگر نہ کشمکش وحشت جنوں ہوتی
تو چاک جیب و گریباں کیا نہ کرتے ہم

اگر نہ خاطر صیاد پر گراں ہوتے
تو یوں تڑپ کے قفس سے اڑا نہ کرتے ہم

امید نعش پہ آنے کی تیرے گر ہوتی
تو اپنے جینے کی ہرگز دعا نہ کرتے ہم

نہ ہوتے تیرے تغافل کے ہم اگر کشتے
تو زیر تیغ کبھی دم لیا نہ کرتے ہم

جو داغ سینۂ عاشق نہ مشتعل ہوتا
تو آفتاب سے نسبت دیا نہ کرتے ہم

وہ وہاں خنجر کو نہاں کئے بیٹھے ہیں
ہم یہاں عیش کا ساماں کئے بیٹھے ہیں

زہر کھا لینگے شب وعدہ نہ آؤگے اگر
اپنی مشکل کو ہم آساں کئے بیٹھے ہیں

کل شب وصل تھی سب عیش میسر تھے ہمیں
آج ہم چاک گریباں کئے بیٹھے ہیں

عشق پردے میں رہے کب تلک اے جوش جنوں
ہم بھی طوفان کا ساماں کئے بیٹھے ہیں

انکی زلفوں کا تصور بھی غضب ہے عاشق
دل کو خود اپنے پریشان کئے بیٹھے ہیں

نا توانی میں اضطراب کہاں — دل میں طاقت جگر میں تاب کہاں

کوئی بیتاب زیر خاک ہے آج — زلزلے میں یہ اضطراب کہاں

یاد میں تیرے ہونگے وہ بیہوش — خفتگانِ عدم کو خواب کہاں

عکس داغ جگر نمایاں ہے — اے فلک تجھ میں آفتاب کہاں

دل مضطر کے پیچ و تاب ہیں یہ — ورنہ کاکل میں پیچ و تاب کہاں

بسکہ حسرت کا بار ہے دل پر — تیرے بسمل کو اضطراب کہاں

ذرہ ذرہ میں شور محشر ہے — اسکے کوچے میں مجھکو تاب کہاں

میں سیہ کار فرد باطل ہوں — میرے اعمال کا حساب کہاں

اسکی بیتابیوں سے ڈرتا ہوں — لیچلا ہے دل خراب کہاں

کھو چکے دل کے ساتھ ہی عاشق — اب وہ طاقت کہاں وہ تاب کہاں

داغوں سے دل و سینہ کے افروختہ جاں ہوں — گو میں چمنِ تازہ ہوں پر وقفِ خزاں ہوں

پہلو میں اگر دل ہے تو دل میں ہے میرے — گو تنگِ خلائق ہوں مگر جانِ جہاں ہوں

جس خاک پہ میں بیٹھ گیا فتنہ اٹھا یا — کس سرو خراماں کی کفِ پا کا نشاں ہوں

ہمراہ تمہارے ہوں کہیں جا ہوں کہیں ہوں — سایہ کی طرح تم ہو جہاں میں بھی وہاں ہوں

یارب ہو برا وحشتِ دل کا کہ نہیں چین — جب خاک ہوا ہوں کے تو اب ریگ رواں ہوں

کیا زیست ہے یہ خاک مری عاشقِ ناشاد — گہ مصروفِ فریاد ہوں گہ وقفِ فغاں ہوں

ہر دم یہ بیکار پھرتے ہیں — تم پہ ہوتے نثار پھرتے ہیں

وعدہ وصل گر کسی سے نہیں — آپ کیوں بیقرار پھرتے ہیں

قتل مجھکو کیا تو کیا عاشق — کیسے وہ شرمسار پھرتے ہیں

گردشِ دوراں سے یہاں کسکو فراغ آیا ہے ہاتھ — ہاں مگر آیا تو اک حسرت کا داغ آیا ہے ہاتھ

نغمہ سنجی کی بھی مہلت عندلیبوں میں نہیں — باغباں قسمت سے کیا ہی بدماغ آیا ہے ہاتھ

عمر گذری جستجوے کوچۂ دلدار میں — وائے ناکامی پس از مردن سراغ آیا ہے ہاتھ

دلکے داغوں نے کیا مجھکو چمن سے بے نیاز — منتیں مانی ہیں برسوں تب یہ باغ آیا ہے ہاتھ

داغ دلبر نالہ لب پر چشم گریاں سینہ ریش
عاشقِ شوریدہ کو کیا کیا داغ آیا ہے ہاتھ

اے دل اس زلف کی رکھیو نہ تمنا باقی
حشر تک ورنہ رہیگی شبِ یلدا باقی

ترے ہنگامہ سے خوش ہوں مگر اے جوش جنوں
کچھ قیامت کیلئے بھی رہے غوغا باقی

آپکو بیچ چکا ہوں ترے غم کے ہاتھوں
ہے مگر عشق کا تیرے ابھی سودا باقی

غمِ ہجراں میں گئی جان چلو خوب ہوا
دوستوں کو نہ رہے فکر مداوا باقی

جان سینہ سے نکلنے کو ہے دل پہلو سے
ہے فقط اس نگہ ناز کا ایما باقی

خاکِ عاشق سے جو اگتا ہے مغیلاں کا درخت
اسکی مژگاں کا ہے مرقد میں بھی کھٹکا باقی

قطعہ

ہوس کیجے نہ عمر جاوداں کی
ہے عمر خضر بھی ایسی کہاں کی

کسے خواہش ہے عمرِ جاوداں کی
کہانتک ٹھوکریں کھائیں یہاں کی

اڑا کر خاک وحشی نے تمہارے
بنائے تازہ ڈالی آسماں کی

بہت دور فلک نے رنگ بدلے
نہ خو بدلی مگر اس بدگماں کی

خریدارو چلو سودا خریدو
سر بازار عاشق نے دکاں کی

زنجیر در یار ہلائی نہیں جاتی
ہے خوف کہ آواز سنائی نہیں جاتی

پڑتی ہے کہیں پر نظر قہر تمہاری
بجلی یہ رقیبوں پہ گرائی نہیں جاتی

ساتھ اعدا کو لائے جاتا ہے
رشک سے وہ جلائے جاتا ہے

وہ نہ آئیں اگر نہیں آتے
ذکر تو اُن کا آئے جاتا ہے

بعد مردن ہے خاک سے نفرت
یوں وہ دامن بچائے جاتا ہے

ذکر کرتا ہے اس طرح میرا
مجھکو گویا مٹائے جاتا ہے

ہے عجب بچ گیا اگر عاشق
دم ابھی تک تو آئے جاتا ہے

کل شب وصل نہیں کی تھی مری جاں کیسے
آج تم پھر تو کہو میں بھی سنوں ہاں کیسے

مرگیا کون جفاؤں کا اٹھانے والا
بال کھولے ہوئے پھرتے ہو پریشاں کیسے

[illegible] کیا کرتے ہو کیوں اس پہ اپنی عاشق
ہوگئے اگلے زمانہ میں سخنداں کیسے

ہماری اس سے جو صورت ہوئی صفائی کی
ہجوم غم نے عدو پہ بڑی چڑھائی کی

غنیمت ہے ترے حالِ وصل کیا جانیں — کہ اوڑھے بیٹھے ہیں کملی شبِ جدائی کی
گدائے کوچۂ جاناں ہوں مرتبہ ہے بڑا — کہ میرے نام ہے جاگیر بے نوائی کی
ہمیں تو عالمِ ہستی میں اک نکتے ہیں — تمہیں میں آگئیں سب خوبیاں خدائی کی
ملے نہ کیوں تمہیں شاہوں کا مرتبہ عاشق — بہت دنوں درِ خواجہ پہ ہے گدائی کی

فتنہ خو لیگئی دل چھین کے جھٹ پٹ ہمسے — اور پھر سامنے آنے میں ہے گھونگھٹ ہمسے
آپکا قصدِ محبت ہے اگر غیروں سے — قرض لے لیجیئے تھوڑی سی محبت ہمسے
سو گئے ہمتو ہم آغوش ہوئے خواب میں وہ — اب تو کرنے لگے کچھ کچھ وہ لگاوٹ ہمسے
ایک بوسہ کی طلب میں ہوئی منت برباد — وصل کی رات ہوئی یار سے کھٹ پٹ ہمسے
صلح کرلیں ترے خنجر کے گلے مل جائیں — قتل کے وقت نہ رکیے وہ رکاوٹ ہمسے
ہائے کس ناز سے کہتے ہیں شبِ وصل میں وہ — ہو چکی بات جو ہونی تھی پرے ہٹ ہمسے

ان سے دو آنکھ سے آنسو بھی بہائے نہ گئے — قبرِ عاشق کے نشاں بھی تو مٹائے نہ گئے
ہم مٹے بھی تو مٹے خاک جو حسرت نہ مٹی — ہم گئے بھی تو گئے کیا جو بلائے نہ گئے
بزمِ دشمن میں ابھی تھے ابھی اپنے گھر میں — آکے یوں بیٹھے کہ جیسے کہیں آئے نہ گئے
برق سمجھے کہ چھلاوا جو چمک دکھلا کر — اسطرح آئے کہ آئے بھی اور آکے گئے
ہیں وہ عاشق کہ جگہ پاکے نہ نکلے دل سے — یاد آئے تو حسینوں سے بھلائے نہ گئے

جس طرف ہم گئے غبار اٹھا — آکے بیٹھے پکار اٹھا
آئے وہ نعش مدعا بیٹھا — پردۂ چشم انتظار اٹھا
تم نے وعدہ کو اپنے ٹال دیا — آج دنیا سے اعتبار اٹھا

مہندی تو لگاتے ہو مگر تم نے ابھی تک — نیرنگیٔ خونِ شہدا کو نہیں دیکھا

جاں لینی ہے جان لیتے ہیں — نام کو امتحان لیتے ہیں
رہروانِ عدم ٹھہر جاؤ — دم ذرا ناتوان لیتے ہیں
ہجر میں دودِ آہ سے عاشق — گھیر سارا جہان لیتے ہیں

انتخاب دیوان عاشق حصۂ دوم

ایک رتبہ ہے ترے در پر گدا و شاہ کا
آسماں کاسہ لئے پھرتا ہے مہر و ماہ کا

اسقدر اونچا ہوا عشق خدا میں آہ کا
ہو گیا کالا لباس ناز بیت اللہ کا

کس شہید ناز کا خون تمنا ہو گیا
سرخرو ہے آج ہر ذرہ شہادت گاہ کا

وادی غربت میں نالہ ہے مرا بانگ جرس
قافلہ سالار ہے گم کردگان راہ کا

بخشدے یارب طفیل اپنے حبیب پاک کے
عاشق صادق ہے یہ عاشق رسول اللہ کا

جب کمر سے کھینچکر قاتل نے خنجر رکھدیا
پاؤں پر ظالم کے میں نے دوڑ کر سر رکھدیا

پھول جھاڑے گانیوں میں فاتحہ کے نام سے
قبر پر میری یہ گلدستہ بنا کر رکھدیا

دل کو چتون سے اڑا کر سادگی تو دیکھئے
پوچھتے ہیں کس جگہ تو نے چھپا کر رکھدیا

رشک آیا اس مبارک موت پر اخیار کو
اس نے پھولوں میں مرے زیور بڑھا کر رکھدیا

وصل میں بھی اس پری وش نے نمانی ایک بات
منتیں کیں ہاتھ جوڑے پاؤں پر سر رکھدیا

بھولکر بھی گر نہیں چاہت نہ تھی مد نظر
نام کیوں بندہ کا عاشق بندہ پہ ور رکھدیا

ترے زلف کا جسکو سودا نہ ہوگا
کبھی وہ مری طرح رسوا نہ ہوگا

جہاں تم کو دیکھا عدو کو بھی دیکھا
اکیلا کبھی تم کو پایا نہ ہوگا

شب وصل چھیڑا تو بولے وہ ہنسکر
اسی منہ سے کہتے تھے ایسا نہ ہوگا

بیان غم و درد سنکر وہ بولے
ابھی دیکھتے جاؤ کیا کیا نہ ہوگا

ستم جتنے عاشق پہ چاہو کرو تم
مگر رشک عدا کو گوارا نہ ہوگا

پامال کیا ہے ٹھوکروں میں
رفتار نے سحر سامری کا

بخشش پہ نبی کے ناز کرنا
شیوہ ہے ہماری بندگی کا

مرنا ہے علاج جاں کنی میں
چارہ نہیں دل شکستگی کا

اے خار الم سنبھال لینا
دامن الجھا ہے بیکسی کا

دیکھا کہ قفس کو لے اڑا صید
اللہ رے زور بے پری کا

دامن کو جھٹکتے جاتے ہیں وہ
ڈر ہے نہ غبار ہو کسی کا

ہیں میرے معین معین عاشق
سر پر ہے مرے قدم ولی کا

دیکھکر مقتل میں خنجر اس ستم ایجاد کا
موت بولی آج موقع ہے مبارکباد کا

یہ تغافل وجہِ تسکیں ہے دلِ ناشاد کا
بھول جانا بھی تمہارا اک سبب ہے یاد کا

پیکرِ انداز کس کا کھینچتے کھینچتے رہ گیا
آج کیوں اترا ہے چہرہ مانی و بہزاد کا

ہمکو کچھ دوزخ سے مطلب ہے نہ جنت سے غرض
ہے بجا لانا مقدم آپ کے ارشاد کا

کسلئے جذبِ جنوں نے تاثیر ساری چھین لی
آج کیوں خالی ہے گوشہ دامنِ فریاد کا

یا الٰہی اس دلِ بیتاب کی تعمیر میں
کس نے پتھر رکھدیا تھا عشق کی بنیاد کا

فتنوں پر میری لگتے ہیں وہ کس انداز سے
کیونکہ ہے رشتہ پریزادوں سے آدم زاد کا

داغِ دل ہیں یا کوئی گلدستہ عالم فریب
ہے دلِ پُرداغ یا گلشن کوئی شداد کا

اُڑ گئے ہاتھوں کے طوطے جب سے بلبل نے سُنا
خوب طوطی بولتا ہے اندنوں صیاد کا

اُن کے کوچہ میں ملا یہ پھل محبت کا مجھے
نام عاشق ہے لقب ہے خانماں برباد کا

ساقیِ گلفام نے رکھی تو ہے بھر کر شراب
ڈر ہے اڑ جائے نہ شیشے سے پری بنکر شراب

کس منہ سے کروں میں شبِ ہجراں کی شکایت
شرم آتی ہے کرتے ہوئے مہماں کی شکایت

پیوند کے ٹانکے جو نہیں رہتے ہیں قایم
گردوں کو بھی ہے تارِ گریباں کی شکایت

ابھی منصوبہ شاہی تھا اور اک آن کے بیچ
دم نہ آیا تو رہا کچھ بھی نہ انسان کے بیچ

دستِ قاتل کی صفائی نے صفائی کی ہے
اتنی تیزی تھی کہاں خنجرِ بران کے بیچ

پھر مری آبلہ پائی کنے بر آئی امید
پھر مجھے وحشتِ دل لائی بیابان کے بیچ

بخیہ گر جوڑ سکے کیا مرے دل کے ٹکڑے
لاکھ پیوند ہیں تنے سے گریبان کے بیچ

خاک میں مل گئیں سب حسرتیں اپنی عاشق
یاس نے چھاونی چھا دی مرے ارمان کے بیچ

جام کوثر کو کیا وقف جو میخواروں پر
بارشِ ابرِ کرم ہے یہ گنہگاروں پر

رشحہ بوچھار ہے تیرِ نگہ کی دل افگاروں پر
روز ہیں تازہ جفائیں انہیں بیچاروں پر

تابشِ حسن ٹھہرنے نہیں دیتی اصلا
پھسلی پڑتی ہیں نگاہیں ترے رخساروں پر

نظر بھر کے وہ غیر کی جانب دیکھے
برق بھی لوٹتی ہے رشک سے انگاروں پر

ایسی سرخی تھی کہاں ایسی چمک تھی کس دن
خونِ عاشق یہ جھلک آیا ہے رخساروں پر

رہی انکی چینِ جبیں دیر تک
چڑھایا کیے آستیں دیر تک

اڑاتی رہی خاکساروں کی خاک
تمہاری گلی کی زمیں دیر تک

کسی کے جو آنے کی اُمید تھی
رہی لب پہ جانِ حزیں دیر تک

رہی دیکھکر نقشۂ کوئے یار
مُحَیّر ہیں خلدِ بریں دیر تک

وہ نیرنگیاں میرے رونے میں تھیں
کہ ہنستے رہے سب حسیں دیر تک

گذرے وعدے کو وہ خود یاد دلا دیتے ہیں
دل کی سوئی ہوئی حسرت کو جگا دیتے ہیں

لو گرفتارِ قفس ہیں نہیں کرتے فریاد
جان کو تیری یہ صیاد دعا دیتے ہیں

طالبِ جلوۂ دیدار سمجھ کر مجھکو
اک جھلک سی رخِ روشن کی دکھا دیتے ہیں

ذبح کرتے ہیں تڑپنے نہیں دیتے مجھکو
تہ زانو مری گردن کو دبا دیتے ہیں

اپنے موقع پہ ہر اک بات بھلی ہوتی ہے
شبِ فرقت میں یہ صدمے بھی مزا دیتے ہیں

غیر کے کہنے سے در گور کہا کرتے ہیں
جیتے جی وہ مجھے پیغامِ قضا دیتے ہیں

میں وہ قیدی ہوں کہ سونے نہیں دیتے مجھکو
آنکھ لگتی ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

لیلیا بوسۂ رخسار تو کیا جرم کیا
پیار کی بات پہ ناحق وہ سزا دیتے ہیں

شمعِ محفل ہوں عاشق نہ ہو لوٹے گُل ہوں
مہ جبیں کیوں مجھے آنچل کی ہوا دیتے ہیں

انکے قبضہ میں ہے کونین کی شاہی عاشق
شاہ وہ دے نہیں سکتے جو گدا دیتے ہیں

سسکتے ہیں شبِ فرقت میں جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
شکایت بر طرف انکی خدا کا شکر کرتے ہیں

دمِ آخر بڑھا دیتے رہے ہیں کیوں وہ جینے کے
چراغِ صبح کی بتی کو اب کیوں چاق کرتے ہیں

مری رسوائیوں کا حال سنکر ناز سے بولے
کسی کا کچھ نہیں جاتا ہمیں بدنام کرتے ہیں

عیادت کو کبھی پہلے نہ آئے تھے نہ آئینگے
مری پرسش کبھی پہلے نہ کرتے تھے نہ کرتے ہیں

فغاں ہو آہ ہو فریاد ہو زاری ہو نالہ ہو
ہمارے دل میں جو آتا ہے عاشق کر گزرتے ہیں

پامالیوں کے ڈھنگ ہیں رفتارِ یار میں
پھیلائے پاؤں حشر نے ہر رہگذار میں

نالوں سے میرے چھالے پڑے آسمان میں
آہوں سے میرے آگ لگی کوہسار میں

کیونکر اُٹھا سکیگا اسے دامنِ صبا
رشکِ عدو کی گرد ملی ہے غبار میں

ہم پارہ ہائے دل کو چمن میں بکھیر دیں
وہ پھول بنکے آتے ہیں فصل بہار میں

عاشق ہیں مدتوں سے تمہارے رفیق ہیں
کچھ جیتے نہیں چلو کہدیں ہزار میں

لگائے بیٹھے ہیں مہندی جو میرے خوں سے پوروں میں
یہی تو ہنر نوں میں ہیں یہی ہیں لگے چوروں میں

پڑے رہتے ہیں اکثر تمہوکے مشکیں بندھے جاناں پہ
بہت دیکھا ہے ہم نے اتفاق ان کالے گوروں میں

لگائی آگ انکے حسن عالم سوز نے ہر سو
جلانے چوکھا بیٹھے ہیں یوں کورے سکوروں میں

وفور صحبت اغیار سے کچھ ایسے کھل کھیلے
نہ وہ چھپیں ہزاروں میں نہ شرمائیں کروروں میں

ہمیں کوئے بتاں سے وہ قدم اٹھنے نہیں دیتی
ہماری ناتوانی اندنوں ہے ایسے ڈوروں میں

لہو دیتا نہیں وہ چاہنے والوں کو مر کر بھی
ہمارے نام کو ظالم نے پٹوایا ڈھنڈوروں میں

مرے نالوں کا عاشق رنگ اڑایا عندلیبوں نے
خرام یار کی شہرت ہوئی ساری چکوروں میں

نہ مانا میرا کہنا دل گیا کیوں دادخواہی کو
سزا دیتے ہیں وہ ہاں مجرم بنا کر بیگناہی کو

ہماری بیکسی نے چھان ڈالا ہے جہاں سارا
سوا تیرے ٹھکانا ہی نہیں ہے بے پناہی کو

قیامت ہیں وہ مجھکو دیکھکر کہتے ہیں غیروں سے
خدا کی شان ہے عاشق چلے ہیں دادخواہی کو

اڑائی خاک اسکی خوب جا کر کوہ و صحرا میں
دل وحشی نے کیا الٹے بیٹے چکر تباہی کو

اجڑ جائیگا جبدن کارخانہ بادہ خواروں کا
بہت روئیگا ساقی کشتیٔ مے کی تباہی کو

برا ہو رشک کا رہبر سمجھکر دل سے جو پوچھا
عدم کا راستہ بتلا دیا گم گشتہ راہی کو

سینہ پر میرے نشان کف پا رہنے دے
اسکو ظالم مری چھاتی سے لگا رہنے دے

ایک بوسے گا تو صدہا کو تمنا ہوگی
کشتۂ ناز کو مقتل میں ذرا رہنے دے

میں تو جب جانوں کہ تلوار سنبھالی مجھ پر
وار ایسا ہو کہ تسمہ نہ لگا رہنے دے

کہدو قاتل سے ملیں دل کو جراحت سے نے
آب شمشیر میں کچھ زہر ملا رہنے دے

مقدر میں گر وصل کی رات ہوتی
کبھی خواب ہی میں ملاقات ہوتی

نہ کہتے مگر دل کو معلوم ہوتا
کوئی آپ کے دل میں گر بات ہوتی

دل زار کے پونچھ دیتے تھے آنسو
نہ تم یوں رلاتے نہ برسات ہوتی

وہ زلفوں کو عارض پہ گر ڈال لیتا
کبھی دن نکلتا کبھی رات ہوتی

وہ خود اپنے عاشق کی کرتا تمنا — جو مقبول یارب مناجات ہوتی

اک نیا دل روز ہو تیر ستم کے واسطے — اک نیا سینہ سپر ہو تیغ غم کے واسطے

آرزو اک بت کی لیکر جاتے ہیں کعبہ کو ہم — طرفہ تحفہ پاس ہے اہل حرم کے واسطے

بارہا انکار بھی اقرار کے معنے میں ہے — یہ جواب لا بھی کافی ہے نعم کے واسطے

شب فراق میں درد والم ہی یار رہے — قضا نے پھر کے نہ دیکھا بہت پکار رہے

تمہارے حسن پہ جوبن رہے بہار رہے — دعا یہ جب ہے کہ عاشق بھی برقرار رہے

ہمارے پاس نہ آؤ تو دل میں آجاؤ — یہ گھر وہی ہے کہ جس گھر میں لاکھ بار رہے

ابھی تو عرصۂ محشر کو ناپنا ہے جنوں — ہماری جیب میں باقی کوئی تو تار رہے

نہ چتون آپکی ٹھہری نہ دل مرا ٹھہرا — اسے سکون ہو تو اسکو بھی کچھ قرار رہے

کہا یہ ناز سے تم بھی ہو کچھ عجب عاشق — کہ دل میں رکھ کے ہمیں آپ بیقرار رہے

فلک چکر میں کیوں یہ جو نشستہ گھڑی ہے — گرہ اسکے بھی طالع میں کڑی ہے

کوئی عیسیٰ نفس ہے آنے والا — اجل گوشہ میں وہ دبکی کھڑی ہے

ترے در پر ہجوم عاشقاں ہے — تمنا بھی تمنائی کھڑی ہے

تبسم سے ترے گلشن میں ہے نور — گلوں پر چاندنی لوٹی پڑی ہے

اگر عاشق ہنسیں موئے کمر پر — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

کوئی سنتی ہے حسرت اُن کے در سے — کھڑی ہے ٹوٹ گئی ہے جا اڑی ہے

بوقت ذبح بسمل تیغ ہوگی — دل عاشق کو ایسی تڑپھڑی ہے

دیکھنا شوق شہادت اک اک تدبیر سے — وصل ہو جاتا ہے بسمل کا گلا شمشیر سے

کھلبلی عالم میں ہو گویا صدائے صور کی — حشر وہ برپا ہے اپنے نالۂ زنجیر سے

کس سے سیکھا ہے الٰہی اس نے رسم سوز و ساز — کیوں زبان شمع ملتی ہے لب گلگیر سے

اُن کے ابرو کو نگہ کو ناز کو انداز کو — چھیڑ ہر دم ہے نئی میرے دل دلگیر سے

حسینان جہاں کا ایک جمگھٹ سا تو ہو — نعش عاشق کھنچے جاتے ہیں کس توقیر سے

وہ ناز کرتے ہیں بجود بنا بنا کے مجھے — شمیم زلف معنبر سنگھا سنگھا کے مجھے

مستی کے بہانے سے لپٹ جاتے ہیں اُن کو
مینا سے مے دیتا ہو وہ دشنام نکلتا

کیا آتے ہم ہمراہ رقیبوں کے وہ آتے
گر دم نکلتا بھی تو کیا کام نکلتا

میں رو رہا ہوں اگر جوش نہ ہوتا میں روتا
خوننابہ ہر اشک سے اک جام نکلتا

عاشق مرے زخموں کا تماشا نظر آتا
گر تیر ترے پہلو سے گلفام نکلتا

نہ ہوا اچھا دل بیمار میرا
الٰہی ساتھ دے آزار میرا

دوا سے بڑھ گیا آزار میرا
قضا پر منحصر ہے کار میرا

بڑھے گا ہمنشیں آزار میرا
دل ناداں رہا گر یار میرا

نزاکت انکی کہتی ہے سر بام
اٹھا سکتا ہے کوئی بار میرا

جفائیں کرکے یہ تاکید کیسی
کہ محشر میں نہ ہو اظہار میرا

قدر دانی کا مزا جاتا رہا
شعر خوانی کا مزا جاتا رہا

تم سے قاتل نے کیا کیوں سر الگ
نیمجانی کا مزا جاتا رہا

غیر کو وہ گالیاں دینے لگے
زرفشانی کا مزا جاتا رہا

بام پر وہ جا نکلتے ہیں غیر کو
لن ترانی کا مزا جاتا رہا

سمجھتیں پہلی سی وہ عاشق کہاں
نکتہ دانی کا مزا جاتا رہا

اگر نظارہ ہے منظور خستہ جانوں کا
تو آ کھول دیں جوڑا تمہارے بالوں کا

تو سر نہ گوندھ کر شاگرد ہونے والا ہے
مرا نصیب ترے لمبے لمبے بالوں کا

مزار حضرت خواجہ پہ جھومتا آیا
کوئی ولی ہے کہ بنا ہے سوال والوں کا

خزاں کے دن گئے آئی بہار لے عاشق
دماغ عرش پہ ہو سامنے نونہالوں کا

اُس نے تیوری چڑھا کے دیکھ لیا
تیغ کو آزما کے دیکھ لیا

غیر سے ربط انکا کم نہ ہوا
لاکھ قسمیں دلا کے دیکھ لیا

اپنا ثانی وہ آپ ہی نکلے
آئینہ بھی دکھا کے دیکھ لیا

وقت بد کا کوئی شریک نہیں
موت کو بھی بلا کے دیکھ لیا

آپ بھی دردمند ہو ہی گئے
دل عاشق دکھا کے دیکھ لیا

چلو سیر کرائیں جنت کی عاشق — عجب کچھ تماشا وہاں ہو رہا ہے

یارب بُرے اب تک کبھی فریاد نہ آتی — اچھا تھا اگر اُن کو مری یاد نہ آتی
ہر روز نیا دل ہمیں درکار نہ ہوتا — ہر روز نئی گر تمہیں بیداد نہ آتی

عالم ارواح سے آکر تماشائی ہوئی — آرزو کس کے لئے پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

لوح دل پر نقش جب نقشِ شفاعت ہو گیا — محو داغ معصیت اس کی بدولت ہو گیا
دامن امید شوق جلوہ سے اتنا بڑھا — دور دامن کا مرے دورِ قیامت ہو گیا
سونے والوں کی کھلیں آنکھیں جو انکی چال سے — پوچھتے ہیں مجھ سے کیا روزِ قیامت ہو گیا
جو گرا قطرہ غم حسین میں دریا بنا — جو دھواں آہوں کا اٹھا ابر رحمت ہو گیا
ہاتھ جو اس نے لگایا تن کے سو ٹکڑے ہوئے — جو نمک چھڑکا وہ خود اک جراحت ہو گیا

اُس چشم مستِ ناز کا اتنا اثر ہوا — تھا باخبر خودی سے بھی میں بے خبر ہوا
اُسکی خرام ناز سے اٹھا تھا جو غبار — آوارگان عشق کا نور نظر ہوا
پنہاں ہیں جسمیں تیر وہ انکی نظر ہوئی — پیدا ہیں جسمیں زخم وہ میرا جگر ہوا

ہماری عمر رنج جہاں میں کوئی خراب تھا — شباب جوش تمنا تھا کچھ شباب نہ تھا
ادب سے میں جو نہ تڑپا تو یوں کہا اُس نے — اِلٰہی شکر کریں قابل عذاب نہ تھا
اشارے چشم سخنگو کے ہم سمجھتے ہیں — مخاطب اُن کا عدو تھا مگر خطاب نہ تھا
فسانہ عالم رویا کا کیا کہیں ہمدم — جو ہم نے دیکھ لیا خواب تھا شباب نہ تھا
تمہارے ہاتھ میں خنجر تھا کل جو مقتل میں — تمہارے ابروئے بیباک کا جواب نہ تھا
یقیں ہوں کیونکہ انھیں بیقراریاں دل کی — کہ پاس آ کے جو بیٹھے تو اضطراب نہ تھا
نمود دامن قاتل سے کب گئی عاشق — ہمارا قطرہ خوں تھا کوئی حباب نہ تھا

جو گیا چھوڑ کے سر تیرے مکاں سے آیا — صد گل زخم لئے باغ جناں سے آیا
تیرے کوچے کی ہوا ہو کہ خیالِ دشمن — جو کچھ آیا وہ اجل بن کے وہاں سے آیا
تشنہ لب جان کے ساقی نے لگا دی سبیل — بادہ خواری کا مزہ کچھ رمضاں سے آیا
چارہ گر آج چھڑکتا ہے نمک اے عاشق — رحم اسکو مرے زخموں پہ کہاں سے آیا

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان نازش بدایونی

رسا ہائے اس امداد پہ شیدا تیرا
غیب سے آئی صدا میں ہوں شناسا تیرا

بزم فانی میں کہاں جلوۂ زیبا تیرا
نارسا عقل ہے ادراک سے پردا تیرا

ترے سوسن کی زبان حمد ہے کسکی تیری
وہ ہے غنچہ کا دہن وصف ہے کسکا تیرا

رخ روشن کے دن کو نہ شب تار کو زلف
ماسوا سے ہے الگ دیکھنے والا تیرا

لے چلا عشق عدم سے مجھے ہستی کی طرف
کیا قیامت ہو اگر حسن ہو رسوا تیرا

شوق کہتا ہے ادھر آ کہ بچھائیں آنکھیں
آرزو کہتی ہے دل میں ہے ٹھکانا تیرا

بیخودی میں نہ رہا جبہ و دستار سے کام
ہو گیا مست پیا جس نے پیالا تیرا

سر کی آنکھ ہوئے ایک ہی جھونکے میں تمام
نظر آیا نہ حبابوں کو تماشا تیرا

رہ گئی یاس میں ٹوٹے ہوئے دل کی ڈھارس
نازش غم زدہ ہے اور سہارا تیرا

عطا جو شب اسرا کی التجا نے کیا
کلیم سے نہ ہوا جو وہ مصطفےٰ نے کیا

لو مدینے کے پھولوں سے اپنی گود بھریں
نسیم صبح سے یہ مشورہ صبا نے کیا

حبیب کی شان بیان یقین زیب جہان
حجاب سلسلۂ فردوس کی فضا نے کیا

سر پہ طرۂ دستار و وہ قبائے عرب
فریفتہ مجھے انکی ادا ادا نے کیا

بلائے مے بھی لگا ہاتھ جام کوثر بھی
اثر یہ پیر خرابات کی دعا نے کیا

اگر نامۂ اعمال کے ورق سر حشر
کمال وادئ محبوب کی ہوا نے کیا

درود اسپہ ہو جس نے بتائے دین کے راز
سلام اسپہ ہو امی جسے خدا نے کیا

چمن چمن کو ہوا ناز بوئے گیسو پر
گلی گلی میں گذر آپ کی حیا نے کیا

چڑھائی روضۂ انور پہ آنسوؤں کی لڑی
تجھے مراد ملی چشم تر خدا نے کیا

جنان میں آ گئی پہنچی وہ روح طیبہ تک
یہ کیا سلوک دل درد آشنا نے کیا

ازل نیز سایہ نہ تھا زلف کی سیاہی تھی
لقد یہ سایہ انہیں زیب بڑھانے کیا

ہوا لیکن ہمیں اڑیں اہل کفر کے منھ پر — چراغ دہر کو خاموش کس ہوا نے کیا
سُنی جو لغت شہیدی کی روح لوٹ گئی — ستم مجاز میں نازش تری ادا نے کیا

فضائے برق کیا رقص شرر کیا — کرشموں سے لڑے تیری نظر کیا
خیال حور و کوثر سے ہے بدمست — غم دین کی ہوا واعظ کو خبر کیا
رہے گی حشر میں یاد سے جام — کیا ہے ادھم نے عمر بسر کیا
تلاش درد ہے اہل ہوس کو — کشش ہے کھیل یکتا ہے اثر کیا
بنے ہیں تار دامن خار دامن — لگائے ہاتھ ان کو بخیہ گر کیا
انا الحق پر عبث ہے شور بے جا — نہ تھا یزداں کی صورت میں بشر کیا
نہ ہو مژگاں کو جنبش یہ گذر جائے — حیات عیش ابھی ہے مختصر کیا
گرے تھے پھول کچھ شمع لحد کے — اڑا کر لے گئی باد سحر کیا
وہ دامن ہو تو رونے کا مزا ہے — دکھائے جوش طوفاں چشم تر کیا
بنا رکھا ہے دیوانہ کسی کو — لٹا ہے حسن میں بھی ہے اثر کیا
حریف رند ہے رسوائی شوق — یہ منکر کہہ گیا جام بر کیا
رہوں محروم ذوق مرگ الفت — مجھے تو کوستا ہے چارہ گر کیا
رہے جس دل میں سوز غم وہ دل ہے — رہے جس گھر میں تاریکی وہ گھر کیا
جنون عشق ہے اک چیز ناہیچ — کچھے سمجھائیں ہم آشفتہ سر کیا
ستارے تنگ ہے اظہار جوہر — رواں ہو شل سے آب گہر کیا
محبت میں رہے دل کا آئینہ دل — تمنائیں ادھر ہیں ہوں ادھر کیا
سخن پر در ہے دور ناشناسی — سبق آموز ہو عرض ہنر کیا
تماشا گاہ حسرت چشم و دل ہیں — تجلی منتظر ہے طور پر کیا
کھلا یہ بھی شریک جام تھا یار — ہوئی خلوت کی توبہ پردہ در کیا
رتم لو پیر میخانہ سے نازش — تمہیں درپیش ہے کچھ سفر کیا

کیا کہوں کس شان سے میں داخل میخانہ تھا — ساتھ اک مست جوانی ہاتھ میں پیمانہ تھا

شمع کے قالب میں بھبک کر رہ گیا وہ صبحدم
جوشش رنجش کس خاکستر پروانہ تھا

قید میں شرمندۂ احسان نہ تھے صبا کے
اپنے اشکوں سے میسر ہم کو آب و دانہ تھا

اضطراب شوق میں کھوئے گئے تھے اہل بزم
رات کا آغاز تھا باقی ابھی افسانہ تھا

آنکھ سے ٹوٹا وہ تارے کی طرح ہمرہ اشک
خون دل کا ایک قطرہ گوہر یکدانہ تھا

آج اسکو باغ میں پایا تکلف برطرف
شبنم و گل کی ہم آغوشی سے جو بیگانہ تھا

سربسجدہ تھی صراحی جام کے لب پر درود
کعبہ تھا میخانہ میں یا کعبہ میں میخانہ تھا

کیا ہوا وہ اشک غم تھی شمع بالیں جسکی موج
کیا ہوا وہ داغ جو گلدستۂ کاشانہ تھا

ہوش رفتہ پر ہوا آئے نکل جانے کا رشک
رنگ کا اڑنا حریف ہمت مردانہ تھا

جب یہ پرسش ہوئیں بیمار کس نے جان دی
بات کیا ہے تم یہ کہدیتا کوئی دیوانہ تھا

صبحدم آب وضو سے دہو رہا ہے داغ مے
رات نازش بھی شریک مجمع رندانہ تھا

خندۂ صبح ازل نیرنگ شیون ہو گیا
ہائے اپنا راز اک عالم پہ روشن ہو گیا

جوش صرصر باعث تاراج گلشن ہو گیا
مایۂ گلچیں خس و خار نشیمن ہو گیا

امتیاز رشک میں دو گنی ہوئی آشفتگی
یوں ملا دشمن سے گویا وہ بھی دشمن ہو گیا

حلقۂ زنداں میں جسکا نام تھا ابر بہار
وہ بہ رنگ قطرۂ مے زیب دامن ہو گیا

کعبہ سے نکلے رہے سرگشتۂ دیر و کنشت
جور بیجا سے بتوں کا حال روشن ہو گیا

بزم فطرت میں کہاں تعبیر ساز بیخودی
ذہن کچھ ماہیت اشیا سے روشن ہو گیا

رنگ لائیں داغ وحشت کی شرر افشانیاں
ذرہ ذرہ دشت کا تصویر گلشن ہو گیا

صحن گل میں شغل میخواری رہا نازش جہاں
کیا قیامت ہے مجھے وہ گوشہ مدفن ہو گیا

نہ ہو ذوق دید حاصل رہے اضطرار اپنا
دم حشر ذرہ ذرہ ہو نگاہ دار اپنا

نہ ہے قافلہ نہ منزل نہ کہیں دیار اپنا
سر رہ گذر نشیمن ہیں کہ ہے غبار اپنا

ادہر اپنی یہ تمنا کہ ہجوم حشر کم ہو
ادہر انکا یہ تقاضا کہو حال زار اپنا

یہ اٹھائے کیسے فتنے کہ بپا ہوئی قیامت
یہ لگائی کس نے ٹھوکر کہ اٹھا غبار اپنا

ابھی زخم خونفشاں میں وہی جلد باری تیغ
ابھی ترجمان غم ہے دل داغدار اپنا

انہی اچھی صورتوں میں کوئی شکل تھی قیامت   انھیں اجڑی بستیوں میں کہیں تھا دیار اپنا
ابھی تو یہ ٹوٹتی ہے وہ قسم دلائے نازش   بیٹھیں کھل کے زاہدوں میں رہے شمار اپنا

ضبط الم سے عشق کا چرچا سوا ہوا   آشوب روزگار دل مبتلا ہوا
تھی بے ثباتیوں میں حقیقت مجاز کی   دل کیوں فریب خوردۂ نقش وفا ہوا
جب تک الگ الگ نہ ہوں اجزا تپہ کہاں   مانا کہ ذرہ ذرہ میں ہے وہ چھپا ہوا
بس اے خیال تو یہ کہ ہوں تشنہ کام عیش   رکھا ہے میرے سامنے ساغر بھرا ہوا
بے لطف ہو نہ جائے کہیں مرگ بیکسی   یہ کون رو رہا ہے سرہانے کھڑا ہوا
ہم اسکو ایک جنبش ابرو سے پا گئے   وہ راز جو زبان عدو سے ادا ہوا
اے جوش عشق یہ تری جرأت سے دور ہے   یوں جلوہ گاہ میں رہے پردہ پڑا ہوا
دل وہ جگہ ہیں کہ حقیقت چھپی رہے   وہم و خیال بنکے وہ آئے تو کیا ہوا
خجلت ہوئی ہے یاد کہ کھائے بے شمار   وہ منہ چھپا کے بیٹھ رہے یہ برا ہوا
ناصح کے دل میں گرمی الفت کہاں سے ہو   ہے اک چراغ وہ بھی ازل کا بجھا ہوا
اب ہم ہیں اور کشمکش موج اضطراب   کشتی ڈبوئی اور الگ ناخدا ہوا
اُف عشق فتنہ ساز کی جادو فریبیاں   دل سا رفیق چشم زدن میں جدا ہوا
رکھی ہو در پہ لاش زمانہ ہو سوگوار   تم کو قسم ہے منہ سے نہ کہنا یہ کیا ہوا
کہتے ہیں وہ خدا نکرے پردہ فاش ہو   کیا دیکھتا ہے گوشہ میں کوئی چھپا ہوا
بوتل بغل میں ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے   یہ کون آرہا ہے ادھر جھومتا ہوا
نازش جفائے چرخ کا شکوہ بجا درست   بے مہرئی بتان کا [illegible] سامنا ہوا

لغزش کن سے خود دار عجب جوش ہوا   دہر میں جسکو سنبھالا دہی بیہوش ہوا
خلوت ناز میں یوں کوئی ہم آغوش ہوا   غم دوشینہ مرے دل سے فراموش ہوا
جور پیہم نے کبھی دل سے نکلنے نہ دیا   درد بڑھتا ہی رہا جب وہ ہم آغوش ہوا
عشق میں چاہیئے ہر لحظہ نرالی گردش   کیوں دہان کاتب تقدیر سبکدوش ہوا
نہ آئے انہیں کچھ ترک حیا کے پہلو   حیف صد حیف کہ میں دل سے فراموش ہوا

رنگ یا شکل نہ تھا کیا نظر آتا وہ ہمیں | دیدہ و دل کی جگہ ذہن میں روپوش ہوا
ہر جگہ جلوہ ہے بیخود ہے جہان شل کلیم | جلوۂ تو سے وہ ہنگامہ فراموش ہوا
حشر کے بعد رہی حسرت نظارہ مجھے | اس طرح مجمع خوبان میں وہ روپوش ہوا
کیا ہو پاداش عمل مست ازل ہے نازش | یا خدا تو نے پلائی تو یہ مے نوش ہوا

کھنچ گئے ہم نقاب کسی محو ناز کا | گستاخیوں میں لطف ہے راز و نیاز کا
دو چار ہاتھ منزل مقصد سے رہ گئے | سوجھا نہ اہل زہد کو پہلو مجاز کا
چھپ چھپ کے دیکھتا ہے ہمیں کوئی حشر میں | ہاں اہل دل یہ وقت ہے عرض نیاز کا
میں خاک ہو چکا تو ملی لذت جہان | چرچا رہا نہ دہر میں سوز و گداز کا
اے شام وصل یار کی رسوائیاں نہ ہوں | اے صبح ہجر پردہ نہ اٹھ جائے راز کا
معشوق و مئے کے ساتھ کٹی ہے تمام عمر | پیری میں کیا کرونگا تہیہ نماز کا
کہتے ہیں جسکو طول قیامت جناب شیخ | وہ جھگڑا نہ ہو کہیں زلف دراز کا
حیرت اُدھر ہے اور ادھر ہر گمان رشک | مشتاق ہو نہ وہ کہیں آئینہ ساز کا
نازش پلاؤ شیخ کو شب کی بچی ہوئی | لوٹو ثواب آج سحر کی نماز کا

انجام ہمارا ہے دل آرام ہمارا | منھ دیکھتی ہے گردش ایام ہمارا
حسرت زدۂ شوق ہے امید ہماری | محروم تمنا دل ناکام ہمارا
ہم تو ہیں کہیں جلوہ گہ ناز کہیں اور | اک منزل دشوار ہے ہر گام ہمارا
محشر میں ہوئے جب خط اعمال کے ٹکڑے | ان شوخ حسینوں میں بکا نام ہمارا
ہم اور شبستان عدو معنت کی تہمت | کہتے ہیں کہ ہو گا کوئی ہم نام ہمارا
ساغر جو لیا ہاتھ میں آنسو نکل آئے | رندوں کی زبانوں پہ رہا نام ہمارا
کیا قہر ہے یارب نگہ ناز کی شوخی | ہچکی میں اڑا لے گئی آرام ہمارا
نازش کوئی جی چھوڑ گیا شوق ستم سے | رسوائی الفت میں ہوا نام ہمارا

کیا حشر میں دیدار نہاں ہو نہیں سکتا | تقدیر ہو سیدھی تو کہاں ہو نہیں سکتا
گرنا ہے تو اے برق نشیمن کی طرف آ | میں باغ کے پھولوں میں نہاں ہو نہیں سکتا

میخانہ میں زاہد کی جبری بے کسی تے
یہ چوٹ ہے سجدے کا نشان ہو نہیں سکتا

ان دل کیلئے ہاتھ بڑھائیں تو عجب کیا
وہ اور تسلی یہ گمان ہو نہیں سکتا

سوجھتا ہی نہیں کچھ ہے گفتار سلامت
واعظ میں تو میخانہ کہاں ہو نہیں سکتا

یہ کہکے وہ خود کچھ ادا سے نکل آیا
پردہ میں تماشائے جہان ہو نہیں سکتا

کہتے ہیں ادہر اور ادہر دیکھئے کیا ہو
تم کھل کے ملو کوئی یہاں ہو نہیں سکتا

اللہ ری سیہ نامۂ واعظ کی سیاہی
خورشید قیامت بھی عیان ہو نہیں سکتا

تم سن نہیں سکتے غم فرقت کا فسانہ
میں کہہ نہیں سکتا کہ بیان ہو نہیں سکتا

بیباک رہو پاک رہو عشق میں نادش
دل صاف ہے کچھ اور گمان ہو نہیں سکتا

ایک تو حسن کا غارت گر ایمان ہونا
پھر قیامت ہے کسی پردہ میں پنہان ہونا

آہ تم گر نہی پرواز عنادل بنتا
خون دل قطرہ فشانی سے گلستان ہونا

ماتم غیر ادہر اور یہ نقرہ ہے ادہر
ابھی آتی ہے اجل تم نہ پریشان ہونا

وہ ملیں جھوم کے ساغر سے لڑی جاکی آنکھ
دل لگی ہے کوئی میخانہ کا ویران ہونا

دہول دھپے میں گرے شیخ کی دستار سے بت
کھل گیا قبلہ دین کعبہ ایمان ہونا

خوش ہے . ادہ بے جیٹر ہو معشوقوں سے
کفر ہے مشرب رندی میں پریشان ہونا

یا خدا بلبل شکلیں مری آنکھوں میں ہیں
حشر کے روز بڑا جرم ہو پنہان ہونا

پھیرے منھ ادہر اور دل کے سونے والے
حاصل عمر ہے اس رات کا مہمان ہونا

ہاتھ میں لے کے چلو شیشہ و ساغر نادش
محفل وعظ میں اس شان سے مہمان ہونا

کچھ لگی لپٹی نہ رکھی راز الفت پا گیا
جو لکھا ہے دل میں تھا وہ میرے منھ پر آ گیا

خون ہوئے حسرت دل اب کہاں ذوق وصال
وہ حیا آنکھوں میں آئی وہ کوئی شرما گیا

عشق وہ آفت ہے جس نے دل کے ٹکڑے کر دیئے
حسن وہ ظالم ہے جو بھر قیامت ڈھا گیا

یعنی تو میرے دل میں کچھ آگ تھی سلگی ہوئی
گرم نقرے کہکے ناصح اور بھی بھڑکا گیا

تم نکالو بھی تو سچ دو غم نکل سکتا نہیں
پھر وہ دل کا ہو رہا جو اپنے دل میں آ گیا

کہتا ہے میں میرے بالین پر ستان سوگوار
جان کھوئی مفت میں تونے جار کیا کیا

بت نہ تھی کعبہ میں نازش کی بسر کیونکر ہوئی / جیتے جی پھر کر نہ آیا وہ تو کچھ ایسا گیا

تھا جو گرہ میں نقد زر نذر شراب کر دیا / صدقے طواف جام پہ حج کا ثواب کر دیا

پردہ کے پاس بیٹھکر جلوہ گری کو روز نے / کیوں انہیں جا کے چاندنی نے محو حجاب کر دیا

پیار کے تذکرے رہے شوق کے مشورہ رہے / آرزوؤں میں رائیگان عہد شباب کر دیا

دیر میں ڈھونڈھتا ہوں میں ولولۂ حرم ری / جس نے بتان شوخ کو خانہ خراب کر دیا

ادھر نے خاک پھول گرائے اس طرح / قبر شہید ناز کو زیر نقاب کر دیا

جام طہور توڑ کر ایک نگاہ مست نے / نہر بہشت میں رواں بادۂ ناب کر دیا

یہ بھی ہے عجب بڑی بات آپ بن اور اوچھی / یہ بھی ہے دہر کا چلن ہم کو خراب کر دیا

جاگ اٹھا پاسبان پھر بھی نصیب لیٹ گئے / نیند میں ہم نے آج تو بند نقاب کر دیا

چند تکلفات ہیں جن میں سادگی کہاں / شیخ کے رنگ وعظ نے اور خراب کر دیا

مرگ عدو کے سوگ میں اشک بہائے تم نے کیوں / خون وفا کا داغ بھی نقش بر آب کر دیا

نازش فاقہ مست نے قرض کی پی بہار میں / گوش گزار مے فروش حال خراب کر دیا

حشر میں انصاف کیا اچھا ہوا / آپ سچے اور میں جھوٹا ہوا

ہو گیا وہ بے نیاز دو جہان / اے خیال یار جو تیرا ہوا

رنگ رخ ہے ترجمان وصل غیر / زلف برہم ہے تو پوچھو کیا ہوا

تھم ذرا اے دیدۂ خونبار آج / دیکھ تو یہ کون ہے بیٹھا ہوا

آگ بھڑکانے کو نکلی دل سے آہ / طور پہ جو کچھ ہوا تھوڑا ہوا

اک تڑپ میں اور وہ بیتاب ہوں / تو بھی ملے وہ دستگیر اتنا ہوا

سیکھ لے ہم سے کوئی انداز عشق / سو طرح یہ رنگ ہے پھرتا ہوا

اٹھ گیا جب انکے چہرے سے نقاب / ذرہ ذرہ دیدۂ بینا ہوا

ایک ہنگامہ تھا ان کو چاہنا / محشر بپا ہیں حشر سا برپا ہوا

سانس اکھڑا نبض چھوٹی میں پھنسا / ہائے تم اب تک نہ سمجھے کیا ہوا

[illegible] / [illegible] نازش عشق [illegible] ہوا

۵

کھیل ٹھہری تپ غم آپ سے درماں ہوگا
ہے تو یوں جان سے جانا مجھے آساں ہوگا

دست نازک سے کبھی چہرہ چھپایا نہ گیا
کس طرح راز عدو آپ سے پنہاں ہوگا

مجمع یاس میں ڈھونڈھینگے آخر کو نالے
کہ قیامت کا اندھیرا شب ہجراں ہوگا

تم نئے ہو تو مجھے بھی نئی حسرت ہوگی
تم وہی ہو تو مجھے بھی وہی ارماں ہوگا

اے جنوں گھر میں نہ رکھ قید کہ ہر فصل بہار
ورنہ ہر گوشہ مجھے ایک بیاباں ہوگا

پارساؤں کے قدم آئے ہیں میخانہ میں
ہاتھ میں ساغر مے طاق پہ ایماں ہوگا

داغ وہ داغ ہیں جو دل کی نمائش ہونگے
پھول وہ پھول ہے جو زیب گلستاں ہوگا

روزن در سے لپٹی ہوئی میری تصویر
پڑ گئی آنکھ تو حیرت میں نگہباں ہوگا

خلوت یار میں لے چل ابھی اے شوق مجھے
رات ہے نیند میں ڈوبا ہوا درباں ہوگا

سوچ لو میں ہی تڑپ کر نئے پہلو دل میں
تم بتا دو مجھے کیا کیا شب ہجراں ہوگا

سن لیا. مان لیا. جان لیا شکوۂ جور
کہدیا پھر نئے سر سے کوئی پیماں ہوگا

داور حشر کہیں پیار نہ آجائے تجھے
کھل پڑے ہم تو وہ اشکوں میں پشیماں ہوگا

آج نازش سے ملیں کوئی نیا راز نہیں
مست ہے کنج خرابات میں پنہاں ہوگا

ہر گونہ رنگ یاد سے حسرت عیاں ہے اب
وہ بیخودی وہ ذوق تمنا کہاں ہے اب

ربط وفا مٹا تو مٹا دم پہ آبنی
دل ہاتھ سے گیا تو گیا خوف جاں نہ اب

وہ شوخ اور پرسش ناکامی وصال
عالم بدل گیا کہ وہی آسمان ہے اب

خود چھیڑ کر رہا ہے کوئی دیکھ لے مجھے
نظارۂ جمال کی حسرت کہاں ہے اب

وہ سوز غم جو آتش پنہاں کی جان تھا
دود چراغ کشتہ کی صورت عیاں ہے اب

گھبرا کے ہجوم حسرت پرواز سے چمن
چھوڑا قفس تو جستجوئے آشیاں ہے اب

وہ میں کہ جیسے گوش پہ آواز خلق تھا
بانگ شکست شیشۂ دل بھی گراں ہے اب

اک مشت خاک ہے جو پڑی ہے ادھر ادھر
نازش وہ پوچھتے ہیں کہ تربت کہاں ہے اب

اے وحشت ہیں آداب خیال رخ دوست
غیرت زنجیر ہے موج ہوا کوچۂ دوست

ہیں وہ دریا کہ ہر قطرہ ہے جوش مستی
دل وہ صحرا کہ ہے ہر ذرہ میں راہ کوچۂ دوست

پھر ہوں گلہائے فسردہ تازگی بخش نشاط
میری تربت سے گذرتی ہے ہوائے کوئے دوست

کیوں نہ لپٹے قتل پر وہ تیغ کھینچے صبحدم
خواب میں جو نیم بسمل ہو سر زانوئے دوست

خاک ہو اے تن کہ مجھکو ننگ ہے دد حیات
داغ مرگ غیر سے آباد ہے پہلوئے دوست

محو زینت وہ دل بیتاب رہن انتظار
رات کیسی صبح تک برہم رہے گیسوئے دوست

پھر یہ کیا ممکن کہ خلوت میں ہوں رسوائیاں
جب دماغوں تک رسا ہو نکہت گیسوئے دوست

رشک میں نازش کو ضبط غم سکھاتا دل لگی
دشمنوں کی بیقراری پر نہیں قابوئے دوست

گھاتے ہیں چال میں اپنے لئے تقدیر کے پیچ
لپکے چلتے ہوئے اک لف گرہ گیر کے پیچ

ہائے میں قید میں ہوں فصل بہار آئی ہے
کھول اے پنجۂ وحشت مری زنجیر کے پیچ

چلبلا دل کوئی پھنستا ہے یہ آیا وہ گیا
مفت میں کھولے گئے زلف گرہ گیر کے پیچ

بات سیدھی ہو مگر پھیر سے لکھتے ہیں ملک
کس لیے ہیں خط اعمال میں تحریر کے پیچ

لاکھ وحشت ہو مگر ہم سے نہ لپٹے نازشی
کھولتا ہے کوئی اس شرط پہ زنجیر کے پیچ

حسین بنے ہو اٹھا کر ادھر ادھر کی طرح
پری کا ڈھنگ روش حور کی بشر کی طرح

فریب مستی ذوق وصال یہ غش تھا
نہیں کا لفظ سنا میں نے بے خبر کی طرح

گناہ عشق کی لذت نہ پوچھ اے واعظ سا
کمال ہو تو بھی عیب ہے ہنر کی طرح

کسکے تیر ادا دل سے کب نکلتے ہیں
پرائے گھر میں یہ رہتے ہیں اپنے گھر کی طرح

چلے بھوں کا ٹھکانا دہن ہے اے نازش
رہینگے وادیٔ ایمن میں اپنے گھر کی طرح

کیوں نہ پھر طلب ہو دل ناشاد کی فریاد
غم میں تو ابھی اور ہے فریاد کی فریاد

ہوں میں ہمہ تن بیکسی عشق کی تصویر
کچھ ظلم کا شکوہ ہے نہ بیداد کی فریاد

کوئی نہیں برہم زن شیرازۂ عالم
یا حشر ہے یا اس دل ناشاد کی فریاد

تھا وہ بھی اک انداز سخن سازیٔ غم کا
تم جسکو سمجھتے ہے بیداد کی فریاد

ساماں اسیری میں کہاں نالہ کی فرصت
دیتے ہیں تو کر لیتے ہیں صیاد کی فریاد

ہاں حشر ہے اے نازکشان غم الفت
سننے کو حسین آئے ہیں بیداد کی فریاد

ہم نغمۂ محشر ہے ہر اک نالۂ پر درد
آشوب جہاں ہے دل ناشاد کی فریاد

بس اے دلِ نالاں کہ وہ آزردہ نہ ہو جائیں | کب اہلِ وفا کرتے ہیں بیداد کی فریاد
وہ دل ہوں جسے بات ہے اندوہ ستمگر | وہ لب ہوں جسے کھیل ہے بیداد کی فریاد
بیٹھے تو نہ اٹھے لبِ کوثر سے بھی آشام | ہر چند رہی خلد میں زہاد کی فریاد
بدنامیٔ دلدادہ ہے ناکامیٔ اغیار | رنجش کا سبب کیوں نہ ہو بیداد کی فریاد
اسکا نہ ہو کچھ ذکر جو رہ رہ کے ستائے | ہے ہی تو سپہرِ ستم ایجاد کی فریاد
وہ رات کو آنا کسی آشفتہ نوا کا | کرنی پسِ در بیٹھ کے بیداد کی فریاد
نازش کا وہ غم اور وہ آشفتہ نوائی | وہ نعش پر اک ایک پری زاد کی فریاد

گو پایا نقدِ ہستی رائیگاں، مرنے کے بعد | دولتِ نو ہاتھ آئی بے نشاں ہونے کے بعد
جام گر کر ہاتھ سے زیرِ عصا ہے چور چور | کیا جبیں ہم رندِ پیر ناتواں ہونے کے بعد
جسکے اجزا ہوں جدا اُس شے کو مشکل ہے بقا | لختِ دل بہ جائے اشکِ غم رواں ہونے کے بعد
تیرے لب پر اور حرفِ ناامیدی اے ندیم | یہ ستم اہلِ وفا کا رازداں ہونے کے بعد
عزمِ مسجد ہے طلوعِ صبح سے کچھ پیشتر | زیبِ میخانہ ہوں مغرب کی اذاں ہونے کے بعد
خار و خس ہونے لگے لگا دی برق نے خرمن میں آگ | صدمۂ گل بھی ہے داغِ آشیاں ہونے کے بعد
پاسِ ربطِ غیر ہم سے چھوڑ کر رسمِ قدیم | انقلابِ وضع داری مہرباں ہونے کے بعد
کیا ستم ہائے عزیزاں کی شکایت کیجئے | عشق میں پامالِ جورِ آسماں ہونے کے بعد
اُف کہا کس درد سے پیغامِ یارانِ قفس | قبرِ بلبل پر صبا نے گلفشاں ہونے کے بعد
مرگِ غربت پر وہ رسوا العنت ہوئی | تم دعائیں دو اجل کو شادماں ہونے کے بعد
خاک ہو جانا ہجومِ آرزو کا ہائے ہائے | جادۂ راہِ محبت میں رواں ہونے کے بعد
حسرتِ یادِ وطن سے وہ نہ ہوں نازش خجل | چاہ سے ہم زندہ نکلے نیم جاں ہونے کے بعد

اسیر ہو یہ بیداد الاماں صیاد | پرندے بس میں نہ ہو کوئی بے زباں صیاد
وہی قفس ہے تنگ، تہ وہی زباں صیاد | گر دماغ میں پھولوں کی بو کہاں صیاد
مجھے چمن کی طرف چھوڑ دے خدا کے لئے | گری وہ برق ابھی اٹھ وہ آشیاں صیاد
کہ تم تو بہار پھول ہو وہاں کلیں | کہیں غضب نہ حبابِ حسد ہو وہاں صیاد

نہ شمع ہے نہ کوئی پھول قبر بلبل پر
قفس لئے نظر آتا ہے نوحہ خوان صیاد

لپٹ کے روتی ہے ایک ایک شاخ سے بلبل
خبر نہین اسے لیجائیگا کہان صیاد

نفس نفس کو صبا لے اُڑی چمن کی طرف
قفس مین جی نہ سکا مرغ ناتوان صیاد

قفس مین نغمہ سرایان باغ ہین نادش
مگر مجھی کو سمجھتا ہے خوش بیان صیاد

قسمت مین ہین بربادیان یاد وطن سے کیا غرض
مین پھول ہون ٹوٹا ہوا مجھکو چمن سے کیا غرض

تو نے پھرایا در بدر تقدیر سے کیا واسطہ
تو نے ملایا خاک مین چرخ کہن تجھے کیا غرض

مجھ کو کہین کھٹکا نہین سنکر بتے کی کچھ کہین
موج تبسم کو بھلا تیرے دہن سے کیا غرض

کیا قتل سے دل شاد ہے کہتا کسی کا یاد ہے
تیر شہید ناز کو قید کفن سے کیا غرض

صد چاک دامان ہو تو ہو ٹکڑے گریبان ہو تو ہو
ہم اور ہی عالم مین ہین اب تن بدن سے کیا غرض

نادش نہ ہو در شغل ہے تقوی کا دعوی ہار یا
تم صاف باطن رند ہو اس کر و فن سے کیا غرض

فضائے تابش غم پانی پانی ہے شمع
خموشی سے تصویر فانی ہے شمع

زمانہ ہے پرتو سے روشن خیال
عرب مین تجلی کی بانی ہے شمع

کبھی بھی ٹھنڈک سے نار خلیل
اسی نور کی مہربانی ہے شمع

شعا مین ہین مہمان غار حرا
کہ سرمایۂ رمز دانی ہے شمع

کبھی بزم امکان مین زیب نشست
کبھی نغمۂ آسمانی ہے شمع

کبھی برق ایمن سے ہے ہم کلام
کبھی شعلۂ لن ترانی ہے شمع

کبھی حال امت پہ ہے اشکبار
کبھی محو آتش بیانی ہے شمع

کبھی یاد طیبہ مین ہے ہم نفس
کبھی پیکر ناتوانی ہے شمع

کبھی حامل وحی راز الست
کبھی دل جلون کی کہانی ہے شمع

کبھی سوز سے ترجمان حیات
کبھی رشک داغ جوانی ہے شمع

فروزان ہے مہر نبوت کی آب
صداقت کی پہلی نشانی ہے شمع

یہ دو رونے والے ہین تصویر درد
جو اوّل ہے نادش تو ثانی ہے شمع

آئینہ ہوتا نہین مستون پہ میخانے کا حال
پوچھ لیتے ہین لب ساغر سے پیمانے کا حال

مشربِ توحید مین دونون کا مطلب ایک ہے
گفتگوئے کعبہ ہو یا ہو صنم خانے کا حال

ڈر ہے انجامِ ستم سے مٹ نہ جائے شوقِ جور
تم چراغِ کشتہ سے پوچھو نہ پروانے کا حال

اے جنون صحرا کہان گھر ہو گیا صحرا ہمین
کہہ رہے ہین اب در و دیوار ویرانے کا حال

بیخودی کا لطف ہے بہکی ہوئی تقریر مین
مستون کے راز مین پنہان ہے میخانے کا حال

رنگ چہرے کا اڑا ہے بکھرے بکھرے بال ہین
خیر ہے. تم نے سُنا ہے کیسے مرجانے کا حال

ابتدا سے ہے جنون نکوشش ہر اک آشفتہ سر
کاتبِ اعمال کیون لکھتے ہین دیوانے کا حال

کچھ قطرہ ہائے دیدۂ تر لے کے جائیے
بازارِ حشر مین یہ گہر لے کے جائیے

کیونکر ہو صبر رونقِ آئینۂ خیال
دل مین نہ رہ سکے تو کدھر لے کے جائیے

قطعہ

ہین جستہ جستہ نغمہ سرا زینتِ قفس
گلہائے چیدہ یادِ سحر لے کے جائیے

مر جائیے تو ساغر و مینا ہون ساتھ ساتھ
تابوت پر یہ رختِ سفر لے کے جائیے

بدمستیٔ شبیہ کی تصویر کھینچیے
آنکھون مین رنگِ خوابِ سحر لیکے جائیے

راحت ہو زیبِ منزلِ عقبا بایں نشاط
روزِ جزا کا خوف و خطر لے کے جائیے

ناموسِ جلوہ رہنِ حیا ہو تو کس طرح
جلوون کے پاس ذوقِ نظر لے کے جائیے

ملتا نہین ہین دلِ مرحوم کا مزار
یارب متاعِ درد کدھر لے کے جائیے

ہم اے نسیمِ صبح وہ ہین سوگوار عیز
مین بھی تو جان بلب ہون خبر لے کے جائیے

پہلے ہی انکے در پہ ہین آسودگانِ خاک
اک نقش اور ہے وہ کدھر سر لے کے جائیے

آوارۂ دیار ہون بے خانمان ہون مین
کیا ہو جو وہ کہین نہین گھر لے کے جائیے

ط

وہ اور نذرہائے شکستہ کرین قبول
نازش دیارِ عشق مین سر لے کے جائیے

میرا یہ تقاضائے گلفام نہین ہے
ساقی کا اشارہ کہ ابھی شام نہین ہے

اک گوشہ مین ہون درسِ مے و جام نہین ہے
افسانۂ آوارگیٔ شام نہین ہے

آمد جو نقشِ دل ہے ابھرنے کو ہے اک نقش
ڈرتا ہون وہ تیرا تو کہین نام نہین ہے

اک شے ہے جو ڈورتی پھرتی ہے رگون مین
کیا ہے وہ اگر عشق کا پیغام نہین ہے

دھوکے کہین ملتے ہین مگر ہائے جوانی
پروانہ بھی ہے شمع بھی ہے شام نہین ہے

سجد کی امامت پہ ہے کیون مفت کی تکرار
کیا صف مین کوئی رند مے آشام نہین ہے

چھپ چھپ کے مزے لوٹنے والون مین ہے نازش
وہ پاک نظر قابل الزام نہین ہے

بہت ہون خضر کو دکھ عمر جاودان کے لیے
مگر بلائے شب غم ہے اک جوان کے لیے

قفس کے بعد وہ کانٹون پہ لوٹنا میرا
ہجوم یاس مین فریاد آشیان کے لیے

وہ آہ ہے جو بھڑکتی ہے جا کے سینون مین
وہ نالہ ہے جو نکلتا ہو آسمان کے لیے

لڑائے آنکھ وہ چلون اٹھائے سو سو بار
بہار جلوہ ہے کمبخت پاسبان کے لیے

ملی ہے نشہ مین گر پڑ کے راہ دوست نہین
حرم نشین ابھی سجدے مین ہے جہان کے لیے

بنا فسانہ رنگین ورق ورق دل کا
رہا نہ کچھ گل و بلبل کی داستان کے لیے

اڑائے خاک ہوا ہو کے ٹکڑے مجھے بجلی
نہ مین چمن کے لیے ہون نہ آشیان کے لیے

بکھر کے پھول پہ کہتے ہین گوش بلبل مین
شباب حسن بھی کیا چیز ہے جہان کے لیے

ہوس پڑے تو ہے قتل گاہ محفل وعظ
زبان شیخ ہے تلوار اک جہان کے لیے

یہ مفلسی وہ بلا ہے کہ حضرت نازش
شراب چھوڑ کے مسجد مین ہین اذان کے لیے

عرق رخ سے مجھے بوئے گلاب آتی ہے
دامن حسن سے چھنکر یہ شراب آتی ہے

شورش موج سے پیدا ہے پیام عبرت
شکلے تبدیل نہ ہو مشکل حباب آتی ہے

عشق ہوتا ہے تو ہوتا ہے اسی عالم مین
موت آتی ہے تو ہنگام شباب آتی ہے

ہم تو میخانہ مین رسوا ہین ازل کے دن سے
خانقاہون مین بھی راتون کو شراب آتی ہے

قتل سے نام نکلتا ہے ستم گارون کا
خون کی چاٹ سے تلوار مین آب آتی ہے

ہم نے مانا کہ وہ چھپتے ہین مگر بن ٹھن کر
شکل آنکھون مین کسیکی دم خواب آتی ہے

وعظ مین وعدہ کوثر ہی ہے اک دام فریب
تشنہ کامون کی طرف شرح شراب آتی ہے

خوبروئی ہو تو اک روگ ہے پردہ کا لحاظ
خود نمائی مین کہین شان حجاب آتی ہے

حسن نہ کھا کا ابھی دامن کو نچوڑو نازش
فاقہ مستی مین میسر مے ناب آتی ہے

ہان دیدۂ تر اشک فشانی کی ٹھہر جائے
رسوائی خوبان جہان حد سے گذر جائے

اب طور کا جلوہ ہے نہ آنکھین مین کرشمے
کیا آگ لگانے کو وہان برق نظر جائے

ذرہ وہی رشک صد آئینہ طلب ہو
قطرہ وہی گوہر ہے جو دریا میں ٹھہر جائے

پھر جوش جنون میں کسی وحشی کا اٹھا ہاتھ
پھر چاک گریبان سے قیامت نہ گذر جائے

ساکن حرم و دیر میں ہیں شیخ و برہمن
ہمکو ترے دیدار کی دھن ہو وہ کدھر جائے

ہون جادہ ناکامی الفت میں ہمک گام
شاید کبھی اس راہ سے امید گذر جائے

عبرت کدہ ہے عالم عریانی تن بھی
اے بیخبری درس حیا لیکے نظر جائے

کیا میں بھی ہون نعمت کہ رہ شوق سے پھر جان
کیا تو نہی زمانہ ہے کہ غفلت میں گذر جائے

ہے ضبط الم صبر جنون عشق بتان میں
یہ کام ہو دشوار تو سر پھوڑ کے مر جائے

ارزان ہین گل و لال بھی تو پوچھا نہ سے نام
واعظ کسی میکش کی جوانی تو گذر جائے

میخانہ میں کچھ شوخ پری زاد ہون نازش
ہو زیر بغل شیشہ کہ جیسے نظر جائے

کسی کو اٹھایا کسی پہ گرے ہم
غرض میکدے میں بھٹکتے پھرے ہم

کبھی سوچ سانچوں نے ہمکو ابھارا
کبھی نشہ میں ڈوبنے سے ترے ہم

نہ رندی کے ڈھب ہیں نہ یارون کے چلے
بہت روئے ہیں چھیڑ کر تذکرے ہم

یہ اٹھتی جوانی یہ کالی گھٹائیں
بڑے وقت پیر مغان سے پھرے ہم

چھلا ہاتھ سے جام ٹوٹی صراحی
سنبھالے کوئی اب گرے اب گرے ہم

پینگے اپنی آج دھو دھو کے نازش
چنینگے خرابات کے ٹھیکرے ہم

کیا کہا لے قیس نکلیں وادی وحشت سے ہم
ہوش کی لے خاک اڑاتے ہیں یہان وحشت سے ہم

ہم ہون محروم تمنا اسکو حاصل وصل یار
سوئے دشمن دیکھتے ہیں ہائے کس حسرت سے ہم

ہیں الفت کسکی ہیں پڑتی ہے سب مجبور ہیں
رشک سے دشمن جفاکاری سے تم وحشت سے ہم

وائے حسرت مرتے مرتے بھی رہی یہ آرزو
یار کے در تک پہنچ جائیں کسی صورت سے ہم

زلف برہم کہہ رہی ہے راز وصل مدعی
مضطرب کچھ ہوگئے ہیں آپ کی صورت سے ہم

جلوہ محبوب اے نازش مقدر میں نہین
آئے ہیں دلی میں پھر ناکام صوفی پت سے ہم

چھپا ہے جلوہ حسن ازل نا آفرینوں میں
مگر دیدار کی طاقت کہان باریک بینوں میں

مٹے تا ہے تو اب دل بتوں ہو کر آنکھ سے ٹپکے
کہ آئین وفا ہے سعی بے حاصل حسینوں میں

نگاہین محو بینش چشم رنگارنگ کا عالم
ہاں حسرت ہوس بے رنگ و بو کی دردمندون کو
نمک افشانی زخم جگر سے کیا تسلی ہو
مآل رنج تھا راحت کہ دُر بننے کو قطرون نے
نہین محروم رکھا دید سے اس پردہ داری نے
یہ ہے کار جنون نازش اسی کا نام ہے وحشت
وہ کہنا چل بسے سمٹ کیون آ گئے میری بلا دل مین
مٹی جاتی ہے شوخی حسن انداز تبسم پہ
پرائے بس مین رہکر دور تک پہونچی نہ رسوائی
وہی صبح قیامت کا ستارہ بنکے نکلے گا
فغان ہر چند نالے ہین نہان ہین دل کی تہ مین دل
مگر دن مین ہو رہا ہے چپکے چپکے ذکر کچھ انکا
کبھی نالے کبھو آنسو بہانا غم کی راتون مین
بتان شوخ کی بے پردہ دری سے حشر برپا ہے
کبھی کہتے ہین منھ پر وہ برستے ہین کھل کھلکر
ہوئی ہین پردہ مین ہم جو یون سے راز کی باتین
حسینون کا ہے مجمع کچھ چھپے کھولدے نازش
ہر بار کہا ہے بیتابی نے کیا کچھ پاس وحران کو
نکھرنے کے لئے دن تھا سنورنے کے لئے دن تھا
کیا پیمانہ سے پیمان رہے ساقی کے متوالے
انہین دیکھا نہ جائے تازہ تازہ داغ ہون دل مین
سنی کب اسکی ہم نے لہلہاتا ستارہ گیا تا صبح
بیٹھی جاتی وہ لذت آجتک بھرتا ہے چٹخارے

گل افشان ہے بہار دلکشا خلوت گزینون مین
کہ گل ہین زیر خرمن بلبلین ہین خوشہ چینون مین
بھرا ہے شور محشر خستگان غم کے سینون مین
اسیران ابد ہو کر جگہ پائی خم مینون مین
غبار دیدۂ حیرت رہا محمل نشینون مین
گریبان جیب مین ہو اور دامن آستینون مین
مگر مین نے ازل کے دن کسکو رکھ لیا دل مین
کبھی جاتی ہے ظالم کی نگاہ فتنہ زا دل مین
وہ کہتے ہین تمہارا وہم ہو گا مین نہ تھا دل مین
خدا جانے وہ دل ہے یا ہے قطرہ خون کا دل مین
وہ کہتے ہین ادہر آ دیکھو نہین ہے یہ کیا دل مین
نہ باتون پہ فنا نہ نکلا جو راز تھا دل مین
کبھی دیوار سے باتین کبھی کچھ سوچنا دل مین
تمناؤن کی پرستش ہو رہی ہے جابجا دل مین
ہماری نامرادی جنکو دیتی ہے دعا دل مین
خدا ناکردہ کچھ سمجھین کسی کے اقربا دل مین
یہ محشر ہے لگی لپٹی نہ رکھو پردہ خدا دل مین
قیامت کی گھڑی سمجھا ہے اس شام ہجران کو
مگر تم نے بنایا رات بھر زلف پریشان کو
کئی دستی مین جیتے جی نہ چھوڑا زخم زندان کو
گلستان تو نہین ہوا زخم جا دکھلتا ان کو
جنون کا جوش تھا سم جب سے سیدھے بیابان کو
کبھی زخم جگر نے منھ لگایا تھا نمکدان کو

ہتھیلی مین پھپولے پڑ گئے کیون ہم نہ کہتے تھے
عدو بدست ہو مگر یاد مین تو رکھیے ترچھے پر
جوانی کی یہ راتین یون کہین تم دور ہو ہم سے
ابھی تو پی تھی نازش پر ہمین میخانہ کی ہو خلقی

لکھتے ہین عبث کاتب اعمال خطا کو
وہ پھول شب وصل جو کروٹ سے دبے تھے
کیون یاس ہے کہنے لگے ماتم ہے کسی کا
منہ پھیر لیا ہائے اس انداز کے صدقے
عقبی کے خیالات نہ ہون مانع لذت
مستون سے ملین بادہ پیئین حضرت ناصح

کچھ دیکھ کے چپ ہو عرق آلودہ جبین ہو
خلوت مین حیا برق تجلی سے قرین ہو
ہم اور یہ شکوہ کہ ہوئے مفت مین برباد
حسرت سی ٹپکتی ہے مرے چاک جگر سے
کہتا ہے چھپو پردہ مین اٹھلا کے چلو تم
تنہا ہون تو پینا ہے نہ پینے کے برابر
حسرت ہے جسے دیکھ نہ لے ربط بڑھا کر
تقدیر مین رندی ہے تو دشوار ہے توبہ
دنیا کے بکھیڑون سے ہمین واسطہ ناصح

مشتاق غم چارہ گری درد سوا ہو
کس ناز سے کہتے ہین چلو جاؤ ہوا ہو
شوخی کا تقاضا کہ نگہ دل مین سما جائے
جب تک نہ بلائین مجھے تربت مین نکیرین

جگر پہ ہاتھ نہ رکھو اور دیکھو داغ سوزان کو
یہان پہلے ہی یارون نے بلا رکھی ہے دربان کو
فلک آغوش مین رکھے ہمیشہ ماہ تابان کو
نکل آئیگی چلو پھر نچوڑو اپنے دامان کو

ہم رند ہین اتنا ہی جتا دین وہ خدا کو
سنتا ہون کہین اور ملے باد صبا کو
کیون رنج ہے کہنے لگے روتا ہون وفا کو
غارت کیا شوق نے سامان حیا کو
کچھ دن تو پیئین بادہ بہت لینگے خدا کو
کرتا ہے جوانی مین کوئی یاد خدا کو

ظالم کی نگاہین کہین آئینہ کہین ہو
مطلب تو ہمین دل سے ہے کمبخت کہین ہو
وہ اور یہ طعنہ ہمین کس طرح یقین ہو
ڈرتا ہون کہ بدنام نہ وہ پردہ نشین ہو
خود شرم کے انداز بتا دینگے تمہین ہو
کیونکر ہمین ٹوٹی ہوئی توبہ کا یقین ہو
تیرے ہی ہمین تم تو کسی کے بھی نہین ہو
تدبیر سے کس طرح غلط خط جبین ہو
تم پیر خرابات کے سجادہ نشین ہو

اے عشق قلق ہاتھ نہ سینہ سے جدا ہو
چھوڑو مرا دامن کوئی آ جائیگا تو کیا ہو
چتون کا اشارہ کہ ابھی حشر بپا ہو
وہ رند ہون اک حرف زبان سے نہ ادا ہو

اک ہاتھ میں ساغر ہو تو اک ہاتھ میں بوتل
لو اور مسلم فقیر کی تقدیر پلٹ دی
نازش وہی اک بندہ ہے جو سب سے نیا ہے

ہے نسیم باغ الفت آشنائے رنگ و بو
بھینی بھینی ہے لپٹ گزرے ہیں وہ اس راہ سے
کچھ نہ تھا مخلوق سے پہلے تمہارا نور تھا
وہ ہے چشم تصور سے دو زینت بزم جمال
آب نم بجائے شبنم سبزہ و گل کیلئے
مست ہو نازش تمہارے جلوہ پرکیف سے

حال شب اسریٰ سے روشن ہیں دل و دیدہ
کہتے ہیں عرب والے فاراں کی صدا سنکر
چھایا ہے سماں غم کا تنکوں سے پہاڑوں تک
تقریر مسلسل تھی یا ہار جواہر کا

گریہ ہے آہ و فغاں ہے طپش و زاری ہے
ایک وہ ہیں جو قفس میں ہیں پریشاں خاطر
تم نے جلووں کے دیکھ لیا ہے نازش
عشوہ ساماں ہیں نگاہیں یہ تماشا کیا ہے
میں تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ نئی بات نہیں
دل ہمارا نہ سہی غیر تمہارا ہی سہی
ہم اپنے پردہ میں چاہیں تو نہ ہو رسوائی
قریار راہ پہ آتے نہیں تم آپ ہی طور
اک منان کا دل چاہئے پر وہ ہے ہی
دل گھٹ گیا جز خدا اور نیا دل دیگا

وہ جھوم رہے ہیں کوئی منہ چوم رہا ہو
بت کہتے ہیں بت سب تمہیں یا کوئی خدا ہو
میخانہ سے باہر ہو و مسجد سے جدا ہو

حسن پیکر وادیوں میں ہے فضائے رنگ و بو
خود بتا دیتے ہیں کھل کر پردہ ہائے رنگ و بو
جسکے ذروں سے ہوئی پیدا بنائے رنگ و بو
کھینچے نقاش دل سے شکوہ ہائے رنگ و بو
جلوہ صبح تبسم ہو ادائے رنگ و بو
ہو نشاط ذوق سے حاصل فضائے رنگ و بو

ہیں قال سے بالاتر وہ معنی پیچیدہ
بھیدوں کا خزانہ ہے اس غار میں پوشیدہ
فاراں کی گھاٹی ہی ہجرت سے ہے رنجیدہ
الفاظ وہ پرمعنی اقوال وہ سنجیدہ

تیرے بیمار کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے
ایک ہم ہیں کہ ہمیں شوق گرفتاری ہے
کچھ کہو تو سہی کیوں حالت غش طاری ہے
سو جگر چاک ہیں جلووں میں تو پردا کیا ہے
تم مجھے دیکھ رہے ہو یہ تماشا کیا ہے
ہم وہی ہم ہیں وہی چاہت وہی جھگڑا کیا ہے
وہ اگر ہم سے بنا ہیں تو کسی کا کیا ہے
وہ زباں دیکھئے بدل جائیں تو ہوتا کیا ہے
لوگ پردے کو لئے پھرتے ہیں پردا کیا ہے
ایک ٹوٹے ہوئے دل کی تجھے پروا کیا ہے

ہم سے دیکھا نہ گیا آنکھ اٹھا کر نازش ——— اُن سے پوچھا نہ گیا دل کی تمنا کیا ہے

شراب مشک بو پر غش ہیں راتیں عیش و عشرت کی ... گلابی سے پری پیکر اڑی ہے روح جنت کی

ہمیں تیغ ستم ہے اک اشارہ چشم قاتل کا ... عدو کے زخم کا مرہم نگاہیں ہیں محبت کی

یہ ہولا ہیں غضب ڈھانے کو ہر گنج شہیداں میں ... مجھے وہ ڈھونڈتے ہیں ہاتھ میں شمع تربت کی

ٹھہر جائے دل بیتاب یار بے صبر ہے مجھ کو ... ملیں پردہ میں بدنامی ہوا ارباب عصمت کی

اٹھیں حوریں ملیں گی اور دوزخ ہم عزیزوں کو ... جہاں وعظ میں بھی ہے خوشامد اہل دولت کی

نگار حسن سے آراستہ ہے دامن ہستی ... قبائے لالہ گوں میں ہیں بہاریں چمن فطرت کی

سمیٹے عاقبت کے بوریئے وہ میکدہ چھوڑے ... مجھے حوروں سے ملنا ہو مجھے خواہش ہو جنت کی

یہ کس دیوانہ کا ماتم کیا یارب بگولوں نے ... لپٹ کر دامن صحرا سے رو دی یا دو وحشت کی

ادھر آنسو پیئے جاتے ہیں طعن اقربا سنکر ... ہمارے بخت میں ہیں تلخیاں زہر ملامت کی

کہو وہ خواب میں ضبط فغاں سے کام لو نازش ... چلی آتی ہو جس کنبہ میں رسوائی محبت کی

متفرقات

اڑے ہوش وقت اذاں دیکھکر ... ستمگر کی انگڑائیاں دیکھکر

کہاں میں کہاں وہ کہاں شام وصل ... دھڑکتا ہے دل آسماں دیکھکر

کبھی لوٹ ہے غازۂ رخ پہ دل ... کبھی زلف عنبر فشاں دیکھکر

ہوا کی طر... یوں خلوت میں ہم ... کہ سر پیٹ لے پاسباں دیکھکر

دم صبح توبہ کی ٹھیراؤں گا ... مگر بند مے کی دوکاں دیکھکر

یہ راتوں کو رہ رہ کے روتا ہے کون ... جوانی کے دن رائیگاں دیکھکر

بچھڑتے ہیں نازش سے ارمان آج
زمانہ کو نامہرباں دیکھکر

متفرقات

جلوہ کا پتہ پوچھ لیں دیوانوں سے ۔ بات اتنی ہے وہ کھلتے نہیں بیگانوں سے

اب کماندار کو نفرت سی ہے پیکانوں سے ۔ تیر پیوستہ ہیں نکلے ہوئے ارمانوں سے

شیشہ و جام کہاں بادہ گلفام کہاں ۔ اٹھ گئی رسم وقارات کے میخانوں سے

خم کے ہوتے ہوئے حاجت نہ رہی سجدوں کی ۔ سر نہ اٹھا کبھی ساقی ترے احسانوں سے

راز وحشت نہ کھلا رقص کناں قدموں میں ۔ آندھیاں آئیں اٹھی گرد بیابانوں سے

دیکھ واعظ نہ ہوا انجمن سے خدا کا قائل ۔ سادگی سیکھ خرابات کے انسانوں سے

کس طرح جائے ادھر چوری چھپے پیار کی آنکھ ۔ بدگمانی ہو جسے گھر کے نگہبانوں سے

داد دے نجد کے قطروں میں کہاں وہ ذرات ۔ اے جنوں میں بہت آگے ہوں بیابانوں سے

دور ساقی میں ہے سو بار بگڑنا بننا ۔ یہ صدا آتی ہے ٹوٹے ہوئے پیمانوں سے

کون کرتا ہے شہیدان وفا کا ماتم ۔ شمع روتی ہے لپٹ کر کہیں پروانوں سے

شاہد ناز بھی ہے بادہ گلرنگ بھی ہے ۔ توڑ دے توبہ کو نازش انہیں سامانوں سے

فریب تسلی سے ہو کیا امید ۔ کہ ہے عشق میں اک تماشا امید

جنوں کا ہے افسانہ افسوں طراز ۔ بنا دیگی ذرہ کو صحرا امید

گل و غنچہ نشو و نمائے بہار ۔ چمن میں ہے آغوش رعنا امید

گیاہ عہد بھی ہے محروم برق ۔ ہمیں شمع بالیں کی ہو کیا امید

رہے وہ بھی ناکام ربط عدو ۔ کیا جس نے یارب مجھے ناامید

ہوا تیر زن پر فطر دشت یاس ۔ یہ عالم وہ ہے جس میں عنقا امید

وہ خود جلوہ ہے اور خود پردہ دار ۔ نگاہوں کو دیتی ہے دھوکا امید

یہ ہے درس عبرت کا پہلا سبق ۔ کسی سے وفا کی نہ رکھنا امید

انہیں کھینچ کر لا کہ ہم جان دیں ۔ مگر تجھ سے یہ بھی نہ ہوگا امید

قیامت پہ ہے منحصر وصل حور ۔ ابھی سے ہیں واعظ سراپا امید

سر رہگذر مٹ گیا ایک نقش ۔ وہ نازش کا ارمان تھا یا امید

رباعیات نازش

میخانہ پہ چھائی ہے دھواں دھار گھٹا
ہے پرتوِ ذات جامِ رنگین کی فضا
ظاہر ہے گل و نغمہ سے اک پاک وجود
اس پردے مین وہ نہین تو کیا تم ہو خدا

مینا ہو جام ہو تو مے کا ہے وجود
نغمہ ہو رباب ہو تو لے کا ہے وجود
ہے دور تسلسل سے یہی ثابت وہی ذات
اک شے سے عیان دوسری شے کا ہے وجود

دنیا مین جنھین خدا کا اقرار نہیں
شاید وہ لوگ رند میخوار نہین
ہر ذرہ دلیل ہے فروغ حکمت
اک قطرہ ہی میکدے مین بیکار نہین

مین کیا کہوں ہے نشہ مین راحت کتنی
مستی نہ ہو اسقدر ہوس ہو جتنی
اے قطرہ مے گر کے بنا دے سر خاک
ہے عالم ہستی کی حقیقت اتنی

مے نوش ہون سب رند اکیلا ہون میں
ہان پیر خرابات کا چیلا ہون لیکن
کالی کالی گھٹا تھی گہوارہ مجھے
بچپن مین حباب مے سے کھیلا ہون مین

ضعف پیری کی سحر سازی ہے ستم
جی ہارتے ہین جوان یہ بازی ہے ستم
گر پڑ کے اٹھین وہ تو چھٹے ہاتھ سے جام
رندوں کو حیات کی درازی ہے ستم

آئین شریعت کے اٹل ہیں احکام
بد ذوقی مے کا مفتیون پہ الزام
وہ چیز جو تھی ایک زمانے میں حلال
کیون ہو گئی دوسرے زمانے مین حرام

ہے وعظ کا ذکر چند نادانوں میں
قیرات کے خلاف شور غل کانوں میں
پڑھ لکھ گئے ہوئے ہیں زیب ممبر اجلاف
رندون کا شمار عام انسانوں میں

دیتے ہیں نقد جاں فریبنے والے
ہین جلوہ دخت رز سے جینے والے
واعظ ہو کہ شیخ یا جناب نازش
یہ لوگ تو ہین مفت کی پینے والے

آغاز جوانی مین عجب ظلم ہے
زخمی ہوئے کچھ لوگ تو کچھ خون ہے
اس کوچہ مین اب خاک اڑا کرتی ہے
چلمن سے ہین جھانکنے والے نہ رہے

وہ بزم وہ جلوہ گاہ یاد آتی ہے
وہ پیار وہ رسم و راہ یاد آتی ہے
وہ مشق جنون وہ درسگاہ طفلی
وہ پہلے پہل کی چاہ یاد آتی ہے

فقط

غزل در نعت

نہ کیوں شاد ہوں حشر بن آنے والے
خدا تک ہیں وہ بات پہونچانے والے

نکل آئے کچھ اشک ہجر نبی میں
یہ تارے ہوئے بخت چمکانے والے

وہ جنت کے داتا وہ کوثر کے ساقی
وہ دلوانے والے وہ پلوانے والے

مدینے میں روضے پہ سب کچھ ملیگا
صفیں باندہ لیں ہاتھ پھیلانے والے

تمدن کے بانی ترقی کے حامی
وہ عالم کی اصلاح فرمانے والے

وہی جادۂ عشق میں رہ نما ہیں
خدا تک گئے ہیں انہیں پانے والے

سر شام روزانہ سورج کے ڈھلتے
چراگاہ سے بکریاں لانے والے

ہمارے سوا خلد میں کون ہوگا
ہمیں آنے والے ہمیں جانے والے

وہ آئے تو پھلواریاں لہلہائیں
شگفتہ ہوئے پھول مرجھانے والے

یہ ہیں کیسے جلوے کی عالم فروزی
کہ حیرت میں ہیں آئینہ خانے والے

یہ طیبہ کی دھن میں نازش پڑا ہے
تجھے کچھ خبر بھی ہے او جانے والے

سلام

سادات کی لاشیں ہیں نہاں دیکھئے رن میں
کیا فصل خزاں آئی ہے زہرا کے چمن میں

ہے ہے یہ ستم ایک خدائی پئے پانی
دو گھونٹ ہی داخل نہوں بچوں کے دہن میں

قاسم کے جنازے پہ ہوا چاک گریباں
رونے کی بھی طاقت نہیں اک شب کی دلہن میں

ٹوٹے ہوئے سہرے پہ برستی ہے اداسی
جو پھول چمن میں تھے وہ پامال ہیں بن میں

سر پیٹ کے رونے لگیں زینب دم آخر
کچھ پیار کی باتیں ہوئیں بھائی بہن میں

غربت یہ ہے کہ انھیں خاک ہی چادر کی برابر
کیوں سید بیکس کی رہے نعش کفن میں

تھا جو بنی ہاشم کے گھرانے کا اجالا
صد حیف کہ آیا ہے وہی چاند گہن میں

نالو نکلتا ہے کہ برپا ہو قیامت
ہیں آل پیمبر کے گلے طوق و رسن میں

صدقہ ہے یہ سب حضرت شبیر کا نازش
قدرت تجھے حاصل ہے جو ہر رنگ سخن میں

انتخابِ سخن

مرتبۂ

حسرت موہانی

جلد اول	سلسلۂ شاہ حاتم	قیمت ۱۰/- روپے
جلد دوم	سلسلۂ ذوق	″ ۱۰/- روپے
جلد سوم	سلسلۂ مومن	″ ۱۰/- روپے
جلد چہارم	سلسلۂ مظہر جان جاں	″ ۱۰/- روپے
جلد پنجم	سلسلۂ جرأت	″ ۹/- روپے
جلد ششم	سلسلۂ مصحفی	″ ۱۰/- روپے
جلد ہفتم	سلسلۂ آتش	″ ۹/- روپے
جلد ہشتم	سلسلۂ امیر و اسیر	″ ۱۵/- روپے
جلد نہم	سلسلۂ ناسخ	″ ۱۸/- روپے
جلد دہم	سلسلۂ غالب	″ ۱۰/- روپے
جلد یازدہم	سلسلۂ اساتذۂ متفرق	″ ۱۶/- روپے

قیمت مکمل سیٹ ۱۲۷ روپے

اتر پردیش اردو اکادمی، قیصر باغ، لکھنؤ ۶

Armina Printers, Lucknow.